اصلی کلمہ اسلام
لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

یَا اللّٰہ مَدَد

حقیقی اسلام
مذہب اہل السنت والجماعت

حق چار یار رضی اللہ عنہم

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ
حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ
حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

مدرسہ عربیہ اظہار الاسلام چکوال کی

سالانہ رُوئیداد ۹۰ھ کا اہم مضمون

موعودہ خلافت راشدہ

اور

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے نادان حامی (غالی گروہ)

مؤلفہ

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ
امیر تحریک خدام اہلسنت پاکستان

منجانب: تحریک خدام اہل سنت پاکستان

قیمت ۷ روپے

خدامِ اہل السنّت کی دُعا

از حضرت مولینا قاضی مظہر حسین صاحب بانی تحریکِ خدام اہلِ سنّت پاکستان

۲ محرم ۱۳۹۲ھ ——— ۶ فروری ۱۹۷۳ء

خدایا اہلِ سُنّت کو جہاں میں کامرانی دے
خلوص و صبر و ہمّت اور دیں کی حکمرانی دے

تیرے قرآں کی عظمت سے پھر سینوں کو گرمائیں
رسُولُ اللہ کی سُنّت کا ہر سُو نور پھیلائیں،

وہ منوائیں نبیؐ کے چار یاروں کی صداقت کو
ابوبکرؓ و عمرؓ۔ عثمانؓ و حیدرؓ کی خلافت کو

صحابہؓ اور اہلِ بیت سب کی شان سمجھائیں
وہ ازواجِ نبیؐ پاک کی ہر شان منوائیں

حسنؓ کی اور حسینؓ کی پیروی بھی کر عطا ہم کو
تو اپنے اولیاء کی بھی محبت دے خدا ہم کو

صحابہؓ نے کیا تھا پرچمِ اسلام کو بالا
انھوں نے کر دیا تھا روم و ایراں کو تہ و بالا

تیری نصرت سے پھر ہم پرچمِ اسلام لہرائیں
کسی میدان میں بھی دشمنوں سے ہم نہ گھبرائیں

تیرے کُن کے اشارے سے ہو پاکستان کو حاصل
عروج و فتح و شوکت اور دیں کا غلبہ کامل

ہو آئینی تحفظ ملک میں ختمِ نبوّت کو
مٹا دیں ہم تیری نصرت سے انگریزی نبوّت کو

تو سب خدام کو توفیق دے اپنی عبادت کی
رسولؐ پاک کی عظمت۔ محبّت اور اطاعت کی

ہماری زندگی تیری رضا میں صرف ہو جائے
تیری راہ میں ہر اک سنی مسلماں وقف ہو جائے

تیری توفیق سے ہم اہلِ سنّت کے رہیں خادم
ہمیشہ دینِ حق پر تیری رحمت سے رہیں قائم

نہیں مایوس تیری رحمتوں سے مظہرؔ ناداں،
تیری نصرت ہو دنیا میں قیامت میں تیری رضواں

الحمدللہ! تمام مسلمانوں کا یہ متفقہ مطالبہ منظور ہو چکا ہے اور آئین پاکستان میں قادیانی اور لاہوری مرزائیوں کے دونو گروہوں کو غیر مسلم قرار دے دیا گیا ہے۔

فہرست مضامین موعودہ خلافت راشدہ اور حضرت معاویہؓ کے نادان حامی (غالی گروہ)

از قلم حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مہتمم مدرسہ عربیہ اظہار الاسلام چکوال و بانی تحریک خدام اہلسنت پاکستان

حافظ حنظلہ ضمیر صدیقی
حق چار یارؓ کتب و کیسٹ لائبریری
موہڑہ شریف (چکوال) فون: 593029

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ سیدنا محمد خاتم النبیین وعلی خلفاءہ الراشدین وعلی آلہ وصحبہ اجمعین۔ اما بعد۔

مدرسہ عربیہ اظہار الاسلام چکوال کی سالانہ روئیداد (۱۴۰۹ھ) سنی ملّت کی خدمت میں پیش کی جا رہی ہے جن حضرات نے نصرت دین کے لئے مدرسہ کی کسی قسم کی خدمت و اعانت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اس کا اجر عطا فرمائیں آمین۔ اس پُر فتن دور میں دینی مدارس (چھوٹے ہوں یا بڑے) دینی علوم کی تعلیم و تدریس اور عقائد و احکام کی ترویج و اشاعت کا اہم فریضہ ادا کر رہے ہیں۔ ناظرہ و حفظ قرآن سے لے کر فقہ۔ حدیث اور قرآن کی تعلیمات ان مدارس کے ذریعہ پھیل رہی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے بعد کسی کو نبوت نہیں ملے گی۔ کوئی نبی اب پیدا نہیں ہو گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کے وارث دراصل علمائے دین ہیں (العلماء ورثۃ الانبیاء)

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بعد اسلامی علوم و اعمال اور اصول و عقائد کی تعلیم اور ان کے تحفظ کا فریضہ علماء سرانجام دیتے چلے آ رہے ہیں۔ ان میں فقہاء ہوں یا مجتہدین۔ علمائے امّت ہوں یا مجددین اپنے اپنے مقام کے مناسب دین و شریعت کی خدمت ان کا مقصد حیات رہا ہے۔ ہر دور میں علمائے حق نے باطل قوتوں کا مقابلہ کر کے دین کا تحفّظ کیا ہے۔ دورِ حاضر میں بھی علمائے حق نے الحادی فتنوں کے اثرات سے ملّت کو محفوظ رکھنے کی سرتوڑ کوششیں کی ہیں۔ ان دینی مدارس کے ذریعہ فارغ التحصیل ہو کر ہزارہا علماء نے اپنی اپنی بساط کے مطابق شرعی علوم و عقائد کا تحفظ کیا ہے۔ اگر یہ دینی مدارس نہ ہوتے تو نہ مُثبت پہلو سے اسلام کی تعلیم و تبلیغ کا سلسلہ جاری رہ سکتا تھا اور نہ ہی منفی طور پر الحاد و زندیقیت۔ دہریت و قادیانیت اور رفض و بدعت کے سیلابوں کو روکنے کی کوئی تدبیر کارگر ہو سکتی تھی۔ خوش نصیب ہیں دینی مدارس کے وُہ منتظمین و معلمین جو محض بوجہ اللہ خدمت و نصرت دین میں مصروف ہیں اور بغیر خوف لَوْمَۃَ لَائِمٍ حق شناسی اور حق گوئی کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ حق تعالیٰ ان دینی مدارس کو اپنے مقاصد میں ترقی عطا فرمائیں۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۲) مجموعی حیثیت سے پاکستان کے ان دینی مدارس کی خدمات قابل قدر ہیں اور ان کی افادیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ بعض پہلوؤں سے کچھ کمزوریاں بھی ہیں۔ اور وُہ یہ کہ جس طرح علمائے سلف نے مذاہب باطلہ کے ابطال میں کتابیں لکھیں اور ان کتابوں کو داخل نصاب کر دیا گیا۔ اور علم کلام کی ان کتابوں کی علمائے محققین نے شرحیں بھی لکھیں۔ مثلاً عقائد نسفی اور اس کی شرح "شرح عقائد نسفی ہے۔ شرح مواقف ہے۔ اور شرح عقائد کی شرح النبراس وغیرہ ہے۔ اس طرح اب ضرورت ہے کہ دینی مدارس میں ایسی کتابیں داخل نصاب ہوں جن میں عصری فتنوں کا ابطال ہو۔ مثلاً قادیانیت۔ رافضیت۔ چکڑالویت۔ پرویزیت (فتنہ انکار حدیث) مودودیت اور خارجیت و محمودیت وغیرہ (فتنہ محمود احمد عباسی) کی مدلل تردید کی جائے تاکہ دورانِ تعلیم طلباء اعتقادی فتنوں سے واقف ہو جائیں۔ اور فارغ التحصیل ہونے کے بعد علمی اور استدلالی طریق سے ان اعتقادی فتنوں کی سرکوبی کر سکیں۔ الحمد للہ مرزا غلام احمد قادیانی کے دجالی فتنہ کے خلاف تو علمائے حق نے تحریری و تقریری وغیرہ ہر طریق سے محنت کر کے اس فتنہ کفر سے ملت کے ہر طبقہ کو واقف کر دیا۔ حتیٰ کہ آئین پاکستان میں بھی مرزا غلام احمد قادیانی دجال و کذاب کے پیروکاروں کو کافر قرار دیدیا ہے جو مرزا قادیانی کو نبی۔ مجدد یا مہدی مانتے ہیں (خواہ وُہ قادیانی مرزائی ہوں یا لاہوری وغیرہ)

لیکن عقیدہ خلافت راشدہ پر کماحقہ محنت نہیں کی گئی۔ حتیٰ کہ دینی مدارس میں بھی عموماً اس کی تعلیم و تدریس کا کوئی خاص انتظام نہیں ہے۔ حالانکہ خلافت راشدہ کا عقیدہ بھی توحید رسالت کے بعد اصول دین میں سے ہے۔ اور اگر خلافت راشدہ کو نظر انداز کر دیا جائے تو پھر عقیدہ ختم نبوت کی احادیث کا حقہ تسلیم نہیں کی جا سکتی۔ امام المحدثین حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ فرماتے ہیں:۔ خلافت ان بزرگوں کی اصل ہے اصول دین سے۔ جب تک لوگ اس اصل کو مضبوط نہ پکڑیں گے کوئی مسئلہ مسائل شریعت سے مضبوط نہ ہو گا۔ کیونکہ اکثر احکام جو قرآن عظیم میں مذکور ہیں مجمل ہیں بغیر تفسیر سلف صالح کے ان احکام کا حل نہیں ہو سکتا۔ اس طرح تمام فنون دینیہ مثل علم قرأت و تفسیر و عقائد و سلوک کے بغیر اقوال ان بزرگوں کے کسی اصل پر قائم نہیں رہ سکتے۔ اور سلف صالحین نے ان امور میں خلفائے راشدین ہی کی پیروی کی ہے اور انہی کے دامن کو مضبوط پکڑا ہے قرآن کا جمع ہونا اور قرأت شاذہ سے قرأت متواترہ کا امتیاز پانا۔ خلفائے راشدین ہی کی کوشش پر مبنی ہے اور عہدہ قضا کے فرائض اور حدود و احکام فقہ وغیرہ انہی خلفاء کی ترتیب پر مرتب ہیں (لہذا) جو شخص اس اصل کے توڑنے کی کوشش کرتا ہے وہ فی الحقیقت تمام فنون دینیہ کو مٹانا چاہتا ہے"

(ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء جلد اول: ترجمہ:۔ امام اہل سنت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی ؒ)

ہمارے دینی مدارس میں اس اہم اسلامی عقیدہ "خلافت راشدہ" کی تعلیم و تدریس کا مستقل انتظام نہ ہونے کا یہ نتیجہ ہے کہ طلبہ عموماً اس عقیدے سے ناواقف ہوتے ہیں اور مدارس سے فراغت پانے کے بعد یا زمانہ طالب العلمی میں ہی اگر وہ ابوالاعلیٰ مودودی صاحب بانی جماعت اسلامی کی کتاب "خلافت و ملوکیت" کا مطالعہ کر لیتے ہیں تو ان کے نظریات سے متاثر ہو جاتے ہیں۔ اور اگر کسی کو محمود احمد صاحب عباسی کی کتابوں "خلافت معاویہ و یزید، تحقیق مزید" اور "حقیقت خلافت و ملوکیت" کے مطالعہ کی نوبت آتی ہے تو وہ انہی کے پیش کردہ نظریات کے گرویدہ ہو جاتے ہیں۔ اور پھر جب باطل نظریات کی سیاہی باطن میں جم جاتی ہے تو پھر اہل حق کی تحقیق کا ان پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ چنانچہ مولوی ضیاء الرحمن صاحب فاروقی بانی و مدیر اعلیٰ خلافت راشدہ جنتری (اشاعت المعارف فیصل آباد) کا بھی یہی حال ہے۔ وہ غالباً حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں محمود احمد صاحب عباسی کے نظریات سے متاثر ہیں اور چار خلفائے راشدین کی طرح ان کو قرآن کا موعودہ خلیفہ راشد قرار دیتے ہیں اور اس سلسلے میں وہ اتنے غالی ہو چکے ہیں کہ قرآن مجید کی معنوی تحریف کا ارتکاب بھی کر لیتے ہیں۔ چنانچہ خلافت راشدہ جنتری ۱۹۸۷ء صفحہ ۱۲۴ پر ان کا ایک مضمون بعنوان:۔ "کیا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خلیفہ راشد تھے" شائع ہوا ہے جس میں مسئلہ خلافت راشدہ کے متعلق سوال و جواب ہیں۔

(سوال) حضرت امیر معاویہؓ کو خلیفہ راشد کہنا کیسا ہے۔ بعض اصحاب اہل سنت بھی انہیں خلیفہ راشد کہنے سے ہچکچاتے ہیں" اس کے جواب میں مولوی ضیاء الرحمن صاحب لکھتے ہیں۔

:۔ اس معاملے میں میری رائے ان اصحاب کے بارے میں یہ ہے کہ ان پر رفض کے پروپیگنڈے کا اثر ہے اور حضرت امیر معاویہؓ کے بارے میں ہمارے بعض اہل سنت علماء کی مسلسل خاموشی ان کی کم علمی اور جہالت کی وجہ سے ہے جبکہ قرآن پاک میں صحابہ کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے کہ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ تو اس آیت میں جملہ صحابہ کرام کو ہدایت دینے والا یعنی راشد قرار دیا گیا ہے" پھر اسی مضمون میں موصوف نے حضرت امیر معاویہؓ کو خلیفہ راشد ثابت کرنے کے لئے حسب ذیل آیت سے استدلال کرتے ہوئے لکھا کہ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتے ہیں۔ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ

فِی الْاَرْضِ ۔ ۔ ۔ ۔ وَلَیُمَکِّنَنَّ لَهُمْ دِیْنَهُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَهُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا (پارہ ۱۸ سورۃ النور ع)

یعنی اللہ کا وعدہ ہے ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کئے کہ انہیں ضرور خلیفہ بنایا جائے گا زمین پر اور ان کو تمکین ارض بخشی جائے گی جن سے اللہ تعالیٰ راضی ہوا۔ اور بدل دینگے وہ ان کے باہمی خوف کو امن میں" (جنتری ص۱۲۵)

چونکہ ان کا یہ مضمون خیانت وجہالت پر مبنی تھا۔ اور جو اہل السنت والجماعت عقیدہ خلافت راشدہ سے ناواقف ہیں انکی گمراہی کا خطرہ تھا اس لئے میں نے مدرسہ اظہار الاسلام چکوال کی سالانہ روئیداد ۱۹۸۸ء میں ایک مضمون :۔ عقیدۂ خلافتِ راشدہ اور امامت" میں جہاں اہل تشیع کے عقیدہ امامت کی تردید کی وہاں مولوی ضیاء الرحمن صاحب کے پیش کردہ نظریہ پر بھی تنقید کی۔ اور لکھا کہ :۔

کیا مولوی صاحب موصوف بھی یہ نہیں جانتے کہ حضرت امام حسنؓ کی صلح کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو جمہور اہل سنت برحق خلیفہ مانتے ہیں لیکن اہل سنت کے کسی مفسر، محدث، متکلم مجتہد اور مجدد نے آپ کو خلیفہ راشد نہیں لکھا۔ تو کیا یہ سارے اکابر اہل سنت شیعیت کے پروپیگنڈے سے متاثر تھے اور آیت استخلاف اور خلافت راشدہ کے بارے میں ان کی کوئی تحقیق نہیں تھی العیاذ باللہ"۔

مولوی ابوریحان صاحب پر لازم تھا کہ وہ اپنی قیاس آرائیوں کے بجائے ان حضرات اہل سنت کی باحوالہ عبارتیں نقل کرتے جنہوں نے حضرت امیر معاویہؓ کو خلیفہ راشد لکھا ہے میں نے یہ بھی لکھا کہ۔ مولوی صاحب علمائے اہل سنت کو کم فہم اور جاہل کہہ رہے ہیں حالانکہ خود ان کا مبلغ علم یہ ہے کہ راشد کا معنی ہدایت دینے والا لکھ رہے ہیں۔ حالانکہ راشد کا معنی ہدایت پانے والا ہوتا ہے اور ہدایت دینے والے کو مرشد کہتے ہیں۔ اگر مولوی صاحب کے کوئی پیرو مرشد ہیں تو کیا وہ ان کے بارے میں یہ کہیں گے کہ یہ میرے راشد ہیں یا یہ کہیں گے کہ یہ میرے مرشد ہیں"۔ آیت استخلاف کے متعلق ان کے استدلال پر تنقید کرتے ہوئے میں نے یہ لکھا کہ :۔

مولوی ضیاء الرحمن صاحب نے آیت میں بھی لفظ منکم چھوڑ دیا ہے اور ترجمہ میں بھی۔ پہلے تو میں نے سمجھا کہ آیت میں منکم کا نہ لکھنا سہو کتابت ہے لیکن جب ترجمہ دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس میں منکم کا ترجمہ بھی نہیں ہے تو سوائے علمی خیانت کے اور کیا کہا جا سکتا ہے۔ حالانکہ خلفائے اربعہ کی خلافت موعودہ کا مبنیٰ یہی لفظ منکم ہے اور شیعہ بھی اسی منکم سے گھبراتے ہیں الخ

حضرت معاویہؓ کے نادان حامی

چاہیئے تو یہ تھا کہ مولوی ضیاء الرحمن صاحب فاروقی اپنی غلطیاں مان لیتے۔ اور اپنے غلط موقف سے رجوع کرتے اکابر دیوبند اور جمہور اہل سنت کا موقف قبول کر لیتے۔ لیکن بجائے اس کے انہوں نے خلافت راشدہ جنتری ۱۹۸۹ء میں اس کا جواب بعنوان :۔ حقیقت عقیدہ خلافت راشدہ شائع کر دیا۔ جس کو مولانا الطاف الرحمن صاحب خطیب ایبٹ آباد کی طرف منسوب کیا گیا ہے ہم نے ان خطیب صاحب کا نام پہلے نہیں سنا اور نہ ہی ان کی کسی تصنیف سے واقف ہیں۔ غالباً یہ مضمون مولوی ضیاء الرحمن صاحب نے ہی ترتیب دیا ہے۔ اور اگر بالفرض ایسا نہیں تو وہ خود اس کے مؤید تو ہیں اس لئے جواب میں ہم مولوی ضیاء الرحمن صاحب فاروقی کو ہی مخاطب بنائینگے حق تعالیٰ ہم سب کو حق قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائیں آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم زیر بحث مضمون حقیقت عقیدہ خلافت راشدہ" کے آغاز میں ہی لکھتے ہیں :۔ عقیدہ خلافت راشدہ اور امامت" مؤلفہ قاضی مظہر حسین صاحب نظر سے گزرا۔ پڑھ کر انتہائی افسوس ہوا کہ عقیدہ خلافت راشدہ کا تحفظ اور دفاع کرنے والوں کو ہدف تنقید بنایا گیا ہے۔

---

[1] یہ مضمون اب تحریک خدام اہل سنت مخدوم پور (ملتان ڈویژن) نے کتابی صورت میں بھی شائع کر دیا ہے ،

مدیر خلافت راشدہ جنتری کا جرم صرف یہ ہے کہ انہوں نے حضرت معاویہؓ کو بحیثیت خلیفہ راشدؓ متعارف کرایا اور اس جرم کی پاداش میں انہیں تحریف معنوی اور علمی خیانت کا مرتکب قرار دیا گیا حالانکہ یہی جرم متقدمین و متاخرین بہت سے علماء حق کر چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی صاحب کو اجر عظیم عطا فرمائیں کہ انہوں نے اس نازک اور پُرفتن دور میں حضرات خلفائے راشدین کے تعارف کا تاریخ ساز پروگرام پیش کیا۔ عنوان بالا پر ایک مستقل کتاب بھی ترتیب دی جا سکتی ہے لیکن اس وقت جناب قاضی صاحب کے کتابچے "عقیدہ خلافت راشدہ کا مختصر جواب مقصود ہے" الخ (جنتری ص۶۵)

الجواب (۱) میں نے تحریف معنوی اور علمی خیانت کا ان پر غلط الزام تو نہیں لگایا۔ کیونکہ انہوں نے آیت استخلاف کا لفظ منکم آیت میں بھی نہیں لکھا اور نہ ہی اس کا ترجمہ کیا ہے، اور پھر انہوں نے اَلَّذِی ارْتَضٰی لَھُمْ کا ترجمہ یہ لکھا کہ جن سے اللہ تعالیٰ راضی ہوا" جو بالکل غلط ہے چنانچہ میں نے اپنے مضمون میں یہ لکھا تھا کہ

:۔ فرمایئے جن سے اللہ راضی ہوا۔ یہ کن الفاظ قرآنی کا ترجمہ ہے۔ اَلَّذِی ارْتَضٰی لَھُمْ تو دین کی صفت ہے یعنی وہ دین جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے پسند کیا ہے لیکن فاروقی صاحب موصوف نے اَلَّذِی کو اَلَّذِیْنَ سمجھ کر اس اس کو موعودہ خلفاء کی صفت قرار دیدیا۔ اور آیت میں وَلَیُمَکِّنَنَّ لَھُمْ کو بھی بجائے واحد کے جمع کا صیغہ سمجھ کر اس سے بھی خلفاء مراد لے لئے، حالانکہ ارتضیٰ اور لیمکننّ کا مرجع اللہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے جس دین کو پسند کیا ہے اس کی ان کو تمکین دے گا اور اللہ تعالیٰ ہی ان کے خوف کو امن سے بدل دے گا" اور میں نے قارئین کی واقفیت کے لئے اس آیت استخلاف کا ترجمہ بھی لکھ دیا تھا جو امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنویؒ نے لکھا ہے اور ان کی وہ ساری عبارت بھی لکھ دی تھی جس میں انہوں نے آیت تمکین :۔ اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ" سے چاروں خلفائے راشدین کو اس آیت کا مصداق قرار دیا ہے۔

مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب فاروقی یا مولوی الطاف الرحمٰن صاحب ایبٹ آبادی پر لازم تھا۔ کہ وہ میرے اعتراض کا جواب دیتے اور آیت استخلاف کے ترجمہ کو صحیح ثابت کرتے اور یہ بھی ثابت کرتے کہ راشد کا ترجمہ ہدایت دینے والا ہی ہوتا ہے۔ لیکن انہوں نے تو اپنے سارے جوابی مضمون میں اس کا سرے سے کوئی جواب ہی نہیں دیا۔ اور جواب ہو بھی نہیں سکتا۔ تو کیا مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب کا یہی تاریخی کارنامہ ہے کہ انہوں نے آیت کا غلط ترجمہ لکھ کر حضرت امیر معاویہؓ رضی اللہ عنہ کو متعارف کرایا ہے اس قسم کے کارنامے تو پہلے روافض بھی دکھا چکے ہیں جو قرآنی آیات میں لفظی و معنوی تحریف کر کے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ بلافصل ثابت کرتے ہیں۔ فاعتبروا یا اُولی الابصار۔

بھلا جو مصنف راشد کا معنی نہیں جانتا اور الذی ارتضیٰ لھم اور لیمکننّ کا ترجمہ نہیں سمجھتا وہ خلافتِ راشدہ کے موضوع پر کیا لکھے گا اور خلفائے راشدین کو متعارف کرانے کی کیا اہلیت رکھے گا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن مجھ سے بعض احباب نے کہا بھی ہے کہ مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب کی کوئی حیثیت نہیں ہے تم خود کیوں جواب لکھتے ہو۔ تو میں نے جواب دیا کہ خلافتِ راشدہ کا مسئلہ اہم ہے۔ اور چونکہ مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب خلافت راشدہ جنتری کے بانی اور مدیر اعلیٰ بھی ہیں اور وہ خلافت راشدہ جنتری کی اشاعت بھی کرتے ہیں۔ بیرون ملک بھی بھیجتے ہیں اور ان کے اس مضمون سے کئی ناواقف قارئین گمراہ ہو سکتے ہیں اس لئے اس کا جواب دینا ضروری ہے۔

مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب تو "حق چار یار" کی اصطلاح ہی کے خلاف ہیں۔ اور ہم خلافتِ راشدہ اور حق چار یارؓ کا ڈنکا بجاتے ہیں

اور حق تعالےٰ کی نصرت سے "حق چار یار" کے اعلانِ حق کی گونج نہ صرف پاکستان بلکہ بیرون ملک میں بھی پھیل رہی ہے ہمیں اس میں کسی سے ذاتی رنجش نہیں ہے۔ بلکہ اس عقیدہ حق کے پیش نظر مخالفین کے غلط نظریات کا قلع قمع کرنا ہم اپنا شرعی فریضہ سمجھتے ہیں۔ حق تعالےٰ ہمیشہ اس کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

کیا خلافتِ راشدہ کا تعلق عقائد سے نہیں ہے؟

خلافتِ راشدہ جنتری کے زیر بحث مضمون میں لکھتے ہیں :۔ خلافت وسلطنت کا تعلق عقائد کے ساتھ نہیں بلکہ اس کا شمار فروعات میں ہوتا ہے۔ چنانچہ قاضی صاحب کے ممدوح حضرت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی مقاصد خلافت کے تحت لکھتے ہیں :۔

اور چونکہ خلیفہ کا تقرر مقصود بالذات نہیں اسی وجہ سے اہلِ سنت مسئلہ خلافت کو فروعات میں شمار کرتے ہیں لیکن بسا اوقات بعض فروعات ایسے ضروری ہو جاتے ہیں کہ ان کا اہتمام اصولی چیزوں سے بھی بڑھ جاتا ہے" بحوالہ تحفہ خلافت ص۷۹)

الجواب (۱) اگر خلافتِ راشدہ کا تعلق عقیدے سے نہیں ہے تو پھر خلافتِ راشدہ جنتری شائع کرنے کا کیا مقصد ہے۔ اور مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب فاروقی خلفائے راشدین سے متعارف کرنے کا جو کارنامہ انجام دے رہے ہیں اس کی کیا ضرورت ہے۔ اور اگر خلافتِ راشدہ کا عقیدے سے کوئی تعلق نہیں ہے تو وہ آیت استخلاف سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافتِ راشدہ ثابت کرنے کی کیوں لاحاصل سعی کر رہے ہیں اور وہ بھی آیت کا غلط ترجمہ کر کے۔

(۲) یہی تو شیعہ علماء کہتے ہیں کہ جب اہل سنت کے نزدیک خلافت کا مسئلہ فروعات میں سے ہے تو پھر خلفائے راشدین کی خلافت کے اثبات پر کیوں زور دیتے ہیں۔ اور جو ان کے مخالفین ہیں ان کو کیوں مطعون کرتے ہیں۔ حالانکہ فروعی مسائل میں اختلاف کی گنجائش ہوتی ہے۔ تو پھر اس سنی شیعہ نزاع میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کو خلیفہ اول تسلیم کرانے پر کیوں زور دیا جاتا ہے تو فرمایئے فاروقی صاحب کے پاس اس کا کیا جواب ہے؟ انہوں نے تو شیعوں کی مشکل خود حل کر دی ہے۔ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔

(۳) مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب کو سمجھنا چاہیئے کہ مطلق خلافت اسلامیہ کا مسئلہ اہلِ السنت والجماعت کے ہاں فروعات میں سے ہے اور کسی خلیفہ اسلام کے لئے من جانب اللہ کسی نامزدگی کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفائے راشدین کی خلافتِ راشدہ کو ماننا عقائد سے تعلق رکھتا ہے کیوں کہ ان کی خلافت راشدہ موعودہ بطور اقتضاء النص قرآن مجید کی آیت استخلاف اور آیت تمکین سے ثابت ہے، اور حق تعالےٰ نے آیت استخلاف کے آخر میں اعلان کر دیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے موعودہ خلفائے راشدین کی خلافت کا جو انکار کریں گے اور جو اس کی ناشکری کریں گے وہ اللہ تعالےٰ کے نافرمان ہوں گے چنانچہ فرمایا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ :۔ اور جو کوئی ناشکری کرے گا اس کے پیچھے سو وہی لوگ ہیں نافرمان" (ترجمہ حضرت شیخ الهند مولانا محمود الحسن اسیر مالٹا) (۲) اور جو شخص بعد اس کے ناشکری کرے گا تو یہ لوگ نافرمان ہیں" (ترجمہ حضرت مولانا تھانویؒ) (۳) حضرت شاہ عبدالقادر صاحب محدث دہلوی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں :۔

:۔ یہ چار وں خلیفوں سے ہوا پہلے خلیفوں سے اور زیادہ۔ پھر جو کوئی اس نعمت کی ناشکری کرے ان کو بے حکم فرمایا، جو کوئی ان کی خلافت کا منکر ہوا۔ اس کا حال سمجھا گیا" (موضح القرآن)

(۴) امام اہل سنت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنویؒ شیعوں کے اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں :۔ کبھی کہہ دیتے ہیں کہ خلافت تو سُنیوں کے ہاں فروعات میں ہے یعنی تینوں خلیفوں کی خلافت کو ماننا خود سُنیوں کے نزدیک کچھ ضروری نہیں ہے۔ حالانکہ خلافت کے فروعات میں سے ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ ضروری نہیں ہے بلکہ یہ مطلب ہے کہ وہ توحید و رسالت کی طرح مقصود

اصلی نہیں ہے۔ پھر یہ بحث تو مطلق خلافت کی ہے۔ تینوں خلیفوں کی خلافت کا ماننا تو ان کی ذاتی خصوصیات کی وجہ سے اشد ضروریات میں ہے۔ جیسا کہ حضرت شیخ ولی اللہ محدث دہلوی ازالۃ الخفاء کے دیباچہ میں فرماتے ہیں کہ :۔

خلافت ایں بزرگواراں اصلے است از اصول دین الخ (خلافت ان بزرگوں کی اصل ہے اصول دین سے الخ۔

(ماہنامہ النجم لکھنؤ ۲۱ جمادی الثانیہ ۱۳۴۷ھ۔ تفسیر آیات ملک طالوت) امام اہل سنت کا یہ تفسیری مضمون "مجموعہ تفاسیر بنام تحفۂ اہل سنت" (ناشر مکتبہ امدادیہ ملتان) میں بھی شائع ہو چکا ہے۔

بہ سلسلہ تحفظ خلافتِ راشدہ کا کیا مطلب ہے

جنتری میں لکھتے ہیں :۔ اس وقت یہ بتانا مقصود ہے کہ موصوف خود بھی حضرت معاویہؓ کا ذکر خلافت راشدہ کے تحت فرما چکے ہیں قاضی صاحب نے "بشارت الدارین" نامی کتاب میں اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلوی کے حوالے سے حضرت معاویہؓ کو خلیفہ راشد لکھا ہے (ص ۲۰۴) ۱۹۸۴ء میں قاضی صاحب نے مولوی مہر حسین شاہ بخاری کی کھلی چٹھی کے جواب میں "دفاع حضرت معاویہؓ" کے نام سے ایک کتاب تصنیف فرمائی جس کے سرورق پر لکھا ہے :۔ "بسلسلہ تحفظ خلافت راشدہ" اس کے جواب میں مولوی مہر حسین شاہ بخاری نے ۱۹۸۵ء میں "الاجابۃ الکافیہ فی رد دفاع معاویہؓ" تحریر کی، شاہ صاحب کی مذکورہ کتاب کے ص۵ پر لکھتے ہیں :۔ قاضی صاحب نواصب کی پیروی کرتے ہیں" چنانچہ قاضی مظہر حسین صاحب نے بھی دفاع معاویہ نامی کتاب کے ٹائیٹل پر لکھا ہے کہ :۔ بسلسلہ تحفظ عقیدہ خلافت راشدہ" گویا قاضی صاحب بھی نواصب کی طرح حضرت امیر معاویہؓ کو خلیفہ راشد تسلیم کرتے ہیں، اب قاضی صاحب سے بصد ادب گزارش ہے کہ وہ حق چار یار کے بجائے حق پنج یار کو نعرہ بنالیں الخ۔ (ص۵)

(الجواب) (۱) میری کتاب "بشارت الدارین" (ردشیعہ میں ماتم مروجہ کے موضوع پر ایک ضخیم کتاب ہے جو ایک شیعہ مصنف کی کتاب "فلاح الکونین" کے جواب میں لکھی گئی ہے۔ اس میں مسئلہ یزید کے متعلق دیوبندی اور بریلوی علماء کی عبارات پیش کی ہیں۔ اور اسی سلسلے میں بعنوان :۔ مقام امیر معاویہؓ مولانا بریلوی کے قلم سے" میں نے لکھا ہے کہ یزید کے بارے میں اہل سنت کے مندرجہ اقوال پیش کر دیئے گئے ہیں لیکن یزید فاسق ہو یا کافر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یزید کے والد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر زبان طعن دراز کی جائے، چنانچہ بریلوی علماء کے مقتداء و پیشوا مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی سے حضرت معاویہؓ کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا الخ

(ص ۲۰۳ اور ص ۲۰۴) پر میں نے لکھا ہے کہ :۔ کسی نے سوال کیا کہ خلافت راشدہ کس کس کی خلافت تھی تو حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی نے فرمایا کہ :۔

ابوبکر صدیقؓ۔ عمر فاروقؓ۔ عثمان غنیؓ۔ مولیٰ علیؓ۔ امام حسنؓ۔ امیر معاویہؓ۔ عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی خلافت راشدہ تھی، اور اب سیدنا امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت راشدہ ہوگی" (خلفائے راشدین اور امیر معاویہؓ ص ۲۲ ناشر دارالاشاعت اہل سنت ۵/۱۲ پکی بازار بنارس کینٹ)

میں نے اس میں مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی کا موقف پیش کیا ہے نہ کہ اپنا۔ پھر انہوں نے اس میں سات خلفائے راشدین کے نام لکھے ہیں، جن میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ اور حضرت امام مہدی بھی ہیں۔ تو کیا مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب ان کو بھی حضرت امیر معاویہ کی طرح قرآن کے موعودہ خلفائے راشدین تسلیم کرتے ہیں یا کیا مولانا بریلوی مرحوم کا مطلب یہ ہے کہ یہ بھی قرآن کے موعودہ خلفاء ہیں۔ ہرگز نہیں۔ اگر زیر بحث مضمون میں فاروقی صاحب کی طرف سے مولانا بریلوی کی پوری

پوری عبارت درج کر دی جاتی تو حقیقتِ حال واضح ہو جاتی، فاروقی صاحب کو کیا معلوم نہیں کہ اصل زیرِ بحث مسئلہ تو یہ ہے کہ کیا حضرت امیر معاویہؓ خلفائے اربعہ کی طرح قرآن کے موعودہ خلیفہ ہیں یا نہیں۔ اور بریلوی علماء بھی حضرت امیر معاویہؓ کو قرآن کا موعودہ خلیفہ نہیں قرار دیتے۔ چنانچہ مولانا امجد علی رضوی اپنی کتاب "بہارِ شریعت حصہ اول صفحہ ۵۹ پر بضمن عقیدہ لکھتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلیفہ برحق و امام مطلق حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ پھر حضرت عمر فاروقؓ پھر حضرت عثمان غنیؓ پھر حضرت مولا علی پھر چھ مہینے کے لئے حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہوئے۔ ان حضرات کو خلفائے راشدین اور ان کی خلافت کو خلافتِ راشدہ کہتے ہیں کہ انہوں نے حضور کی سچی نیابت کا پورا حق ادا فرمایا (۲) صفحہ ۶۱ پر لکھتے ہیں کہ (عقیدہ منہاج نبوت پر خلافت حقہ راشدہ تیس سال رہی کہ سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چھ مہینے پر ختم ہوگئی۔ پھر امیر المومنین عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کی خلافت راشدہ ہوئی اور آخر زمانہ میں حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہونگے، امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اول ملوک اسلام ہیں ——

امیر معاویہ کی بادشاہی اگرچہ سلطنت ہے مگر کس کی محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سلطنت ہے —— (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے) امام حسن کی نسبت فرمایا —— میرا یہ بیٹا سید ہے میں امید فرماتا ہوں کہ اللہ عزوجل اس کے باعث دو بڑے گروہ اسلام میں صلح کرا دے —— تو امیر معاویہؓ پر فسق وغیرہ کا طعن کرنے والا حقیقتاً حضرت امام حسن مجتبیٰ بلکہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بلکہ حضرت عزّوجلّ وعلیٰ پر طعن کرتا ہے"۔

فرمایئے مولانا امجد علی صاحب بریلوی نے تیس سالہ حدیث کی بنا پر (جس کو مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب موضوع قرار دیتے ہیں) حضرت امیر معاویہؓ کو ملوک میں شامل کر دیا۔

(۳) بہارِ شریعت حصہ اول صفحہ ۶۱ پر لکھتے ہیں :۔ (عقیدہ) امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجتہد تھے۔ ان کا مجتہد ہونا حضرت سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث صحیح بخاری میں بیان فرمایا ہے مجتہد سے صواب و خطا دونوں صادر ہوتے ہیں الخ

بہرحال دیوبندی ہوں یا بریلوی علماء کوئی بھی حضرت معاویہؓ کو قرآن کا موعودہ خلیفہ راشد قرار نہیں دیتا۔ البتہ حدیث ثلثون سنۃ کے تحت بعض حضرات حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو خلفائے راشدین میں شامل کر لیتے ہیں۔

(۴) باقی رہا مولوی مہر حسین شاہ صاحب بخاری کا اعتراض جس کا جنتری میں سہارا لیا گیا ہے تو وہ اعتراض ہی جاہلانہ ہے میری کتاب "دفاع حضرت معاویہؓ" کے سرورق پر "بہ سلسلہ تحفظ خلافت راشدہ" کے الفاظ سے یہ کیونکر لازم آتا ہے کہ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو قرآن کا موعودہ خلیفہ راشد تسلیم کرتا ہوں، حقیقت یہ ہے کہ قرآن کی موعودہ خلافت راشدہ کی مفصل بحث میں نے اپنی کتاب "خارجی فتنہ حصہ اول" میں لکھی ہے جس میں آیت استخلاف اور آیت تمکین کا مصداق صرف خلفائے اربعہ کو ثابت کیا گیا ہے اور اس کی تائید میں مفسرین و محدثین کی عبارات پیش کی گئی ہیں۔ الحمد للہ یہ کتاب بہت مقبول ہوئی۔ چنانچہ ماہنامہ "بینات" کراچی جنوری ۱۹۸۴ء میں حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی نے اس کی تائید میں مفصل مضمون لکھا۔ اور فرمایا کہ "بلاشبہ ان دونوں مسئلوں میں جناب مصنف نے اہل حق کے مسلک کی ٹھیک ٹھیک ترجمانی کی ہے"۔

علاوہ ازیں ماہنامہ البلاغ کراچی۔ الحق اکوڑہ خٹک۔ ضیائے حرم لاہور۔ الفجر ملتان۔ ہفت روزہ لولاک فیصل آباد وغیرہ میں بھی تائیدی تبصرے لکھے گئے۔ اور علماء کے یہ تبصرے کتابی صورت میں بھی شائع ہو چکے ہیں، خارجی فتنہ حصہ اول میں مولانا لعل شاہ صاحب بخاری کی ضخیم کتاب "استخلاف یزید" پر بھی میں نے کڑی تنقید کی تھی جس میں کئی عبارتیں ایسی تھیں جن میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی تنقیص و توہین پائی جاتی تھی اس کے جواب میں مولوی مہر حسین شاہ نے میرے نام کھلی چٹھی شائع کی تھی

جس کا جواب "دفاع حضرت معاویہؓ" میں دیا گیا، پھر اس کے جواب میں مولوی مہر حسین شاہ صاحب نے "الاجابۃ الثانیہ" لکھی چونکہ خارجی فتنہ حصّہ اول میں قرآن کی موعودہ خلافت راشدہ کی بحث تھی۔ اور خلفائے اربعہ (چار یار) کی خلافت کو آیت استخلاف اور آیت تمکین کا مصداق ہونا ثابت کیا گیا تھا۔ اور جمہور اہل سنت کے مطابق مشاجرات صحابہ کے سلسلہ میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے موقف کو صواب پر اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے موقف کو خطائے اجتہادی پر مبنی قرار دیا گیا تھا اور اس بات کی تصریح کر دی تھی کہ اجتہادی اختلاف میں حق و باطل کا تقابل نہیں ہوتا بلکہ یہ اختلاف حق کے دائرہ میں ہی ہوتا ہے۔ اور حسب حدیث بخاری مجتہد مصیب کو دو اجر اور مجتہد مخطی کو ایک اجر ملتا ہے اس لئے حضرت امیر معاویہ کی طرف اجتہادی خطا کی نسبت کرنے میں کسی طرح کی کوئی تنقیص و توہین لازم نہیں آتی۔

چونکہ یہ بحث مسئلہ خلافت راشدہ" کے ضمن میں ہی آگئی تھی اور اس کی ضرورت بھی تھی تاکہ قارئین کرام جمہور اہل سنت کے مسلک اعتدال سے واقف ہوکر افراط و تفریط کے فتنوں سے محفوظ ہو جائیں اور یہی سلامتی کی راہ ہے۔ لیکن مولوی مہر حسین شاہ صاحب کو حضرت معاویہؓ کے متعلق مسلک اعتدال پسند نہ آیا اور انہوں نے میرے نام کھلی چھٹی" شائع کر دی چونکہ مسئلہ اہم تھا اس لئے اس کے جواب میں کتاب :۔ "دفاع حضرت معاویہؓ" شائع کی گئی اور الحمد للہ اس کتاب کی بعض ان لوگوں نے بھی قدر کی جو افراط و تفریط کی طرف مائل ہو چکے تھے۔ بہرحال چونکہ موعودہ خلافت راشدہ کے ضمن میں ہی مشاجرات صحابہ اور حضرت امیر معاویہؓ کے موقف کی بحث آگئی تھی اور اس مسئلہ کا تعلق اس سلسلہ سے تھا اس لئے "دفاع حضرت معاویہؓ" کے سرورق پر بہ سلسلہ تحفظ عقیدہ خلافت راشدہ" کی عبارت لکھی گئی علمی طور پر تو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ جب خارجی فتنہ حصّہ اول میں ثابت کر دیا گیا ہے کہ قرآن کے موعودہ خلفائے راشدین صرف چار ہیں بوجہ مہاجرین اولین ہونے کے اور حضرت امام حسن اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما دونوں بوجہ مہاجرین میں نہ ہونے کے قرآن کے موعودہ خلفائے راشدین میں شمار نہیں ہو سکتے تو پھر یہ اعتراض انتہائی جہل و تعصب پر مبنی ہے کہ سرورق کی مذکورہ عبارت سے حضرت امیر معاویہؓ کا خلیفہ راشد ہونا لازم آتا ہے مولوی مہر حسین شاہ صاحب پہلے سنی حنفی دیوبندی کہلاتے تھے میری کتاب خارجی فتنہ حصّہ اول کے بعد انہوں نے بغض حضرت معاویہؓ کا اظہار کر دیا۔ اور اب سنا ہے کہ وہ شیعہ مذہب اختیار کر چکے ہیں اور ایران کی زیارت بھی کر آئے ہیں۔ **واللہ اعلم**

میں نے خارجی فتنہ حصّہ اول اور کشف خارجیت میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو قطعی جنتی خلیفہ راشد تسلیم کیا ہے اور ان کے موقف کو دلائل سے حق و صواب پر مبنی ثابت کیا ہے، لیکن پھر بھی وہ بندہ کو بغض علی اور بغض حسن کا مرتکب قرار دے رہے ہیں، چنانچہ وہ لکھتے ہیں :۔ (۱) دفاع معاویہؓ نامی کتاب میں جا بجا قاضی صاحب کا بغض اہل بیت نظر آتا ہے اور وہ اس بیماری کو چھپانے کی بہت کوشش کرتے ہیں مگر پھر بھی دل کے ہاتھوں مجبور ہیں"۔ (صـ۵۱ـ)

(۲) ایک عنوان قائم کیا ہے" قاضی صاحب کا بغض علیؓ (صـ۵۳ـ)

(۳) ایک عنوان ہے :۔ قاضی صاحب کا بغض امام حسنؓ۔ (صـ۵۶ـ)

اب ان کا کیا جواب دیا جائے۔ ع ــ جواب جاہل باشد خموشی۔ اس کے برعکس مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب مجھ سے اس لئے خفا ہیں کہ میں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلفائے اربعہ کی طرح آیت استخلاف اور آیت تمکین کا مصداق کیوں قرار نہیں دیا۔ اور موعودہ خلافت راشدہ کو چار یار پر کیوں منحصر کیا ہے۔ اس غصہ کی وجہ سے وہ بھی مجھ پر توہین صحابہ کی پھبتی کہتے

ہیں اور مجھ کو مخالفت صحابہ کا مرتکب قرار دیتے ہیں۔ جیسا کہ جنتری کے زیر بحث مضمون صہ۸۹ پر لکھا گیا ہے کہ:۔ احترام صحابیت ان کے رگ احساس میں سرایت کئے ہوتے نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو قاضی صاحب کے قلم سے اصحاب رسولؐ کے بارے ہیں اہانت آمیز کلمات کبھی نہ نکلتے"۔ (جنتری صہ۸۹)

خدا جانے کس خوردبین سے مولوی ضیاء الرحمٰن یا مولوی الطاف الرحمٰن صاحب نے اہانت آمیز الفاظ دیکھ لئے ہیں حالانکہ اہل حق کو تو ایسی باتیں نظر نہیں آتیں۔ واللہ الھادی۔

کیا لفظ یار توہین آمیز ہے

جنتری صہ۶۸ پر لکھتے ہیں:۔ قاضی صاحب خارجی فتنہ حصہ اول صہ۵۳۶ پر لکھتے ہیں چار یار سے وہی چار خلفائے راشدین مراد ہیں جن کو قرآنی وعدہ کے تحت اللہ تعالیٰ نے خلافت راشدہ عطا فرمائی ہے۔ بات تو وہی ہوئی کہ ہر صحابی یار نبیؐ ہوسکتا ہے۔ خلافت کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی یار ہونے کیلئے خلافت شرط ہے یہ خواہ مخواہ کی زبردستی ہے اور لفظ یار کا استعمال سوئے ادب ہونے کے ساتھ ساتھ اصحاب رسول کے شایان شان بھی نہیں ہے۔ اگر خلافت کی وجہ سے یار نبی کہا جاسکتا ہے تو پھر چار یار کی اصطلاح بالکل غلط ہے کیونکہ خلفاء صحابہ کی تعداد چار نہیں۔ کیا چار یار کی اصطلاح بھی منصوص ہے۔ موصوف چار یار کی تائید میں حوالہ جات مفتی اعظم سے لیکر دین اکبری یا آئین اکبری تک پیش کر دیتے ہیں۔ قاضی صاحب اگر حافظ شیرازی کا شعر بھی نقل کر دیتے تو ان کی مزید تائید ہو جاتی کیونکہ وہ بھی امامی ہیں اور قاضی صاحب بھی صورتاً امامت کا اقرار کر جاتے ہیں کیونکہ انہوں نے زیر بحث کتابچہ کے صہ۱۴۱ پر حضرت حسنؓ کے نام کے ساتھ امام کا لفظ استعمال کیا ہے ؎

بہ دشمناں مبیں حافظ تو لا کن — نجات خویش طلب کن بحق ہشت و چہار

نجات خویش طلب کن بجاں ہشت و چہار۔ قاضی صاحب کی معلومات کے لئے عرض ہے کہ چار یار کی اصطلاح تو اورنگ زیب عالمگیر کے وزیر نعمت خان عالی نے بھی استعمال کی تھی اسے بھی اپنی تائید میں پیش فرما دیں۔

تفریح الشیعہ حصہ اول مطبوعہ امامیہ کتب خانہ لاہور صہ۴۳ پر ایک لطیفہ لکھا ہوا ہے ——— اس لطیفے کی صداقت کی بحث نہیں تاہم اس سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ عالمگیر کا وزیر نعمت خان نامی ایک غالی شیعہ تھا۔ عالمگیر نے ایک دن نعمت خان عالی سے پوچھا۔ کیا تم شیعہ ہو یا کہ سنی ہو۔ نعمت خان نے جواب دیا۔ بارہا گفتم بنوا ئے شہریار۔ چار یارم چار یارم چار یار۔ جواب سے صاف ظاہر ہے کہ نعمت خان عالی نے اپنے بارہ امامی شیعہ ہونے کا جرأت سے اعلان کر دیا اور چار یار کو تین بار دہرا کر بارہ امام پورے کر لئے۔ قاضی صاحب بھی تین بار چار یار کا نعرہ لگواتے ہیں الخ

الجواب

(۱) مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب کی جہالت کا اندازہ لگائیں کہ وہ لفظ یار کو سوئے ادب قرار دیتے ہیں اور طرفہ یہ ہے کہ انہوں نے خود بھی یاران نبی کے الفاظ لکھے ہیں۔ چنانچہ اپنی کتاب "سیدنا معاویہؓ" صہ۳۱ پر لکھتے ہیں:۔ اصحاب رسول کا مقام و مرتبہ ملاحظہ ہو کہ محدثین و مفسرین اور ائمہ سلف ادنیٰ تامل کے بغیر ان تمام روایات کو غلط اور اختراع قرار دیتے رہے ہیں جن سے کسی طرح بھی یاران نبی کے خلاف برائی کا شبہ ظاہر ہوتا ہے مگر ساری امت کے علماء اصحاب رسولؐ کو مجروح ہونے نہیں دیتے"۔ مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب نے اپنی یہ کتاب مجھ کو بتاریخ ۱۳ اپریل ۱۹۸۳ء ہدیۃً بھیجی ہے، اور اس پر اپنے قلم سے یہ الفاظ لکھے ہیں:۔

ہدیہ برائے حضرت قاضی مظہر حسین صاحب من مؤلف ضیاء الرحمٰن فاروقی 83-4-13" فرمائیے ۱۹۸۳ء میں تو

یاران نبیؐ کے الفاظ مدح صحابہ پر محمول تھے اور اب ۱۹۸۹ء میں لفظ یار کا استعمال سوئے ادب بن گیا اور صحابہ کرام کے شایان شان نہ رہا۔ این چہ بوالعجبیست ہمارا سوال ہے کہ کیا مولوی صاحب موصوف نے بعد میں یاران رسولؐ کے الفاظ لکھنے سے دلی توبہ کرلی ہے ۔ ع ۔ بے ادب محروم گشت از فضل رب۔ کیا لفظ یار میں ان کو اس لئے تو بے ادبی نظر نہیں آرہی کہ خدام نے ملک میں "حق چار یارؓ" کی گونج پیدا کردی ہے جو ان کے لئے ناقابل برداشت ہے۔

(۲) اگر فاروقی صاحب موصوف کو یار کا معنی معلوم نہیں تو اب سمجھ لیں۔ (۱) فیروز اللغات اردو میں ہے :۔ یار۔ دوست مددگار۔ پیارا۔ چہیتا۔ ساتھی۔ رفیق۔ معشوق۔ محبوب۔ جمع یاران۔ (۲) غیاث اللغات فارسی میں ہے :۔ یار۔ مددگار۔ مخفف یارا کہ بمعنی طاقت است۔ (ب) یار غار۔ کنایہ از یار صادق۔ چراکہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام وقتیکہ از مکہ بارادۂ ہجرت برآمدند براہ درمیان غارے سہ روز متواری بودند۔ حضرت صدیقؓ ہمراہ بودند ازیں جہت یار غار کنایہ از یار صادق است (۳) مشہور شاعر اور ادیب مولانا ظفر علی خان مرحوم کا یہ شعر بہت مشہور ہے ؎

ہیں کرنیں ایک ہی مشعل کی بوبکرؓ و عمرؓ۔ عثمانؓ و علیؓ ۔ ہم مرتبہ ہیں یاران نبی کچھ فرق نہیں ان چاروں میں

گو اس شعر سے یہ غلط فہمی ہوتی ہے کہ چار یار کا مرتبہ برابر ہے اس لئے بعض بزرگوں نے اس کی یوں اصلاح کی ہے۔

ع ۔ ہم مسلک ہیں یاران نبی ہے فرق مگر ان چاروں میں۔

اور ممکن ہے شاعر نے شرف صحابیت کی وجہ سے "ہم مرتبہ" کہہ دیا ہو۔ واللہ اعلم

صاحب بمعنی یار

صاحب عربی لفظ ہے اور یار فارسی۔ اور صاحب بمعنی یار ہی ہے۔ چنانچہ غیاث اللغات فارسی میں ہے صاحب بمعنی وزیر و یار۔

آیت غار

سورۃ التوبہ۔ رکوع ۶۔ آیت ۴۰ میں ہے۔ ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا۔ جب وہ دونو تھے غار میں۔ جب وہ کہہ رہا تھا اپنے رفیق سے ۔ تو غم نہ کھا۔ بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے (ترجمہ حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ) (۲) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فارسی ترجمہ قرآن میں لکھتے ہیں :۔ "آنگاہ کہ ایں دو کس در غار بودند آنگاہ کہ می گفت یار خود را۔ اندوہ مخور ہر آئینہ خدا با ما است"۔ اس کے حاشیہ پر حضرت دہلویؒ لکھتے ہیں :۔ یعنی ابوبکر صدیق را" امام المحدثین حضرت شاہ ولی اللہ محدث تو قرآن کے لفظ صاحب کا ترجمہ یار لکھتے ہیں۔ اور حضرت صدیق اکبرؓ کی وجہ سے ہی یار غار کا محاورہ مشہور ہو گیا ہے لیکن لفظ یار کو مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب بے ادبی اور گستاخی قرار دیتے ہیں کاش کہ وہ حق چار یار کی مخالفت میں اتنے آگے نہ بڑھتے اور یار غار کے محاورے کو ہی ملحوظ رکھتے۔ ع نگاہ اپنی اپنی پسند اپنی اپنی۔

(۳) سورۃ یٰسین کی آیت :۔ اِذْ اَرْسَلْنَا اِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوْهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ (جب بھیجے ہم نے ان کی طرف دو تو ان کو جھٹلایا۔ پھر ہم نے زور دیا تیسرے سے۔ (ترجمہ شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ) اس آیت کے حاشیہ پر حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ لکھتے ہیں۔ یہ شہر تھا انطاکیہ۔ حضرت عیسیٰؑ کے دو یار وہاں پہنچے شہر والوں نے ٹال دیا۔ پھر تیسرے یار بھی پہنچے۔ یہ تیسرے بڑے یار تھے (موضح القرآن)

حضرت شاہ عبدالقادرؒ محدث دہلوی کا ترجمہ قرآن الہامی ترجمہ سمجھا جاتا ہے اور آپ کے حواشی بنام موضح القرآن تحقیق حق پر مبنی ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے تو فارسی میں صاحب کا ترجمہ یار لکھا تھا۔ لیکن ان کے خلف رشید حضرت شاہ عبدالقادر

نے اُردو میں یار کا لفظ استعمال کیا ہے اور وُہ بھی حضرت عیسٰی علیہ السلام کے حواریوں (اصحاب) کے بارے میں اور کتنی تعظیم کے ساتھ لکھا۔ یہ تیسرے بڑے یار تھے، کیا مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب یا مولوی الطاف الرحمٰن صاحب کے لئے اس میں کوئی عبرت کا سبق نہیں ہے؟

چار یار (حضرت نانوتویؒ) حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ بانی دار العلوم دیوبند سورۃ النور کی آیت استخلاف کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:— اس سے ثابت ہوا کہ تسلط اہل اسلام اور تمکین دین پسندیدہ اور ازالہ خوف اور تبدیلی امن جو کچھ تھا سب کا سب اصل میں انہی چار یار کیلئے تھا" (ہدایۃ الشیعہ طبع قدیم ص۵۶ اور طبع جدید ص۵۷) حضرت نانوتوی قدس سرہ نے چار یار کے الفاظ بھی لکھے اور پھر آیت استخلاف کا مصداق بھی صرف انہی چار یار کو قرار دیا۔ لیکن مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب جو اب تک دیوبندیت کی نسبت سے چل رہے ہیں ان کو لفظ یار میں سوءِ ادب نظر آتا ہے اور پھر وُہ آیت استخلاف کا مصداق صرف ان چار یار کو تسلیم نہیں کرتے بلکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو بھی ان میں شامل کرتے ہیں۔ عبرت۔ عبرت۔ عبرت

مفتی اعظم سے استہزاء ہیں نے چار یار کی اصطلاح کی تائید میں مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی حسب ذیل عبارت خارجی فتنہ حصہ اوّل میں لکھی تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد تمام مسلمانوں کے اتفاق سے حضرت ابوبکر صدیق رضی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قائم مقام بنائے گئے اس لئے یہ خلیفہ اول ہیں ان کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ دوسرے خلیفہ ہوئے۔ ان کے بعد حضرت عثمان تیسرے خلیفہ ہوئے ان کے بعد حضرت علی چوتھے خلیفہ ہوئے۔ ان چاروں کو خلفائے اربعہ اور خلفائے راشدین اور چار یار کہتے ہیں۔ (تعلیم الاسلام حصہ سوم ص۱۰) حضرت مفتی اعظم کی یہ عبارت خارجی فتنہ حصہ اوّل ص۵۳۸ پر منقول ہے۔ چونکہ چار یار کی اصطلاح سے مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب کو بہت وحشت ہوتی ہے اس لئے بطور استہزاء لکھتے ہیں کہ:— موصوف چار یار کی تائید میں حوالہ جات مفتی اعظم سے لیکر دین اکبری یا آئین اکبری تک پیش کر دیتے ہیں الخ

انہوں نے ہوشیاری یہ کی ہے۔ کہ مفتی اعظم کا نام نہیں لکھا تاکہ ناواقف قارئین یہ سمجھیں کہ خدا جانے یہ کون مفتی اعظم ہیں۔

لطیفہ یا کثیفہ اس سلسلے میں صاحب جنتری نے اورنگ زیب عالمگیر کے وزیر نعمت خان عالی کا ایک لطیفہ لکھا ہے جسے میں نے حذف کر دیا ہے۔ اس کے بعد نعمت خان کا وُہ جواب نقل کیا ہے جو اس نے حضرت عالمگیر کے سوال کا دیا ہے کہ — چار بارم چار بارم چار یار" گویا تین بار چار یار کہہ کر اس نے اپنے بارہ اماموں کی طرف اشارہ کر دیا ہے؛ پھر یہ نکتہ سنجی کرتے ہیں کہ:— قاضی صاحب بھی تین بار چار یار کا نعرہ لگواتے ہیں۔ یہ فاروقی صاحب کا لطیفہ نہیں کثیفہ ہے۔ ان کو کیسے معلوم ہوا کہ ہم حق چار یار کا نعرہ تین بار ہی لگواتے ہیں شاید کہیں ان کی تقریر میں کسی نے تین بار حق چار یار کا نعرہ لگایا ہو اور وہی آواز ان کے کانوں میں گونج رہی ہو، حق چار یار سے اتنے پریشان تو شاید شیعہ اور خارجی بھی نہ ہوتے ہونگے جتنا مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب ہوئے ہیں (۲) مذکورہ لطیفہ سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ اورنگزیب عالمگیر کے زمانہ میں بھی اہل سنت میں چار یار کی اصطلاح رائج تھی اسی لئے تو نعمت خان نے چار یارم کا لفظ بھی استعمال کیا تاکہ اسے چار یار کا مخالف نہ سمجھا جائے۔

امامیہ ہونے کی پھبتی اسی پریشانی کے عالم میں لکھتے ہیں کہ:— قاضی صاحب بھی صورتاً امامت کا اقرار کر جاتے ہیں۔ کیونکہ انہوں نے زیر بحث کتابچہ ص۱۴ پر حضرت حسن رضی کے نام کے ساتھ امام کا لفظ استعمال کیا ہے

الجواب اگر امام حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ امام کا لفظ استعمال کرنے سے کوئی شخص فرقہ امامیہ (یعنی اثنا عشری شیعہ میں شمار

ہو سکتا ہے تو پھر تو ان کے نزدیک حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی بھی اثنا عشری شیعہ ہو گئے کیونکہ انہوں نے بھی لکھا ہے حضرت امام حسن اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کو جو خلافت ملی ہے تو وہ خلافت نہیں جو وعدہ کے سبب ملی ہے الخ حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کے نام کے ساتھ امام کا لفظ تو قریباً تمام اکابر اہل سنت لکھتے ہیں۔ تو فاروقی صاحب کے نزدیک پھر یہ سب اکابر محققین شیعہ امامیہ یا ان سے متاثر ہو گئے۔ حضرت نانوتوی نے یہ بھی تصریح فرما دی کہ حضرت امام حسن اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کو جو خلافت ملی ہے وہ قرآنی وعدہ خلافت کے مطابق نہیں ملی لیکن مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب حضرت نانوتوی کی تحقیق ماننے کے لئے کب تیار ہوتے ہیں۔

(۲) لفظ امام کے استعمال کا جرم تو خود مولوی صاحب موصوف نے بھی کیا ہے، چنانچہ اسی خلافت راشدہ جنتری ۱۹۸۹ء صفحہ ۱۶ پر لکھتے ہیں امام علم وفضل۔ مُشیر شیخین امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ امام وحدت اسلامی امیر المومنین سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ لیجئے۔ اب خود فاروقی صاحب بھی لفظ امام کے استعمال سے فرقہ امامیہ میں شامل ہو گئے ع لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا۔ اسی جنتری کے صفحہ ۱ پر لکھتے ہیں:۔ فاتح عرب وعجم کاتب وحی محسن اسلام امیر المومنین سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ" فرمایئے حضرت امیر معاویہؓ جزیرہ عرب کے کس علاقہ کے فاتح ہیں؟ حالانکہ جزیرۂ عرب تو خود دورِ رسالت میں مفتوح ہو گیا تھا۔ اور دورِ فاروقی میں ساڑھے بائیس لاکھ مربع میل سے زیادہ عجمی کفار کا علاقہ فتح کر لیا گیا تھا۔

(ب) حضرت امیر معاویہؓ کو محسن اسلام قرار دینے کا کیا مطلب ہے۔ کیا اسلام پر بھی کسی کا احسان ہے۔ حالانکہ سب پر اسلام کا احسان ہے۔ جہالت کی حالت تو یہ ہے۔ مگر قرآن کی موعودہ خلافتِ راشدہ پر رائے زنی کی جسارت کر رہے ہیں۔

ایک اور جہالت وغباوت

مجھ پر تو توہین صحابہ کا بے بنیاد الزام لگاتے ہیں لیکن خود یہ لکھ رہے ہیں کہ:۔ یقیناً بعض صحابہ سے نامناسب باتیں ظہور پذیر ہوئیں۔ ان سے اغلاط اور مشاجرات رونما ہوئے۔ ہاں وہ معصوم نہیں مگر وہ محفوظ ضرور ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ان کی مسامحتیں اور بعض کوتاہیاں قرآن کی صراحت کے بعد بالکل معاف ہو گئی ہیں۔ ان کے ذمے کوئی گناہ باقی نہیں ہے۔ ان کے مشاجرات میں انہیں نیک نیتی اور غلط فہمی پر محمول کیا جائیگا۔ حضرت ابوبکر سے لیکر حضرت وحشی بن حرب تک کوئی صحابی بددیانت یا خود غرض نہیں۔ بلکہ تمام صحابہ محفوظ عن الخطا اور نیک نیت۔ صاحب عدالت یعنی حق وانصاف پر قائم تھے"۔ (سیدنا معاویہؓ صفحہ ۲۷) یہاں فاروقی صاحب نے خود بعض صحابہ سے غلطیوں۔ کوتاہیوں۔ مسامحتوں اور جھگڑوں (مراد جنگ جمل وصفین) کا ارتکاب مان لیا ہے۔ اور یہ بھی لکھ دیا ہے کہ:۔ ان کے ذمے کوئی گناہ باقی نہیں ہے" معلوم ہوا کہ بعض سے گناہ کا ارتکاب تو ہوا ہے لیکن حق تعالیٰ نے معاف فرما دیا۔ چنانچہ حضرت ماعز رضی اللہ تعالیٰ کا واقعہ حدیث میں مذکور ہے۔ اس لئے اب کسی صحابی پر کوئی زبان طعن دراز نہیں کر سکتا۔ کیونکہ ہر صحابی کی موت کامل الایمان ہونے کی حالت میں ہوئی ہے اور سب جنتی ہیں چنانچہ میں نے اپنی کتاب دفاع حضرت معاویہؓ میں لکھا ہے کہ:۔ حضرت مجدد الف ثانی۔ امام ابن حزمؒ (متوفی ۴۵۶ھ) کے حوالہ سے لکھتے ہیں۔ الصحابۃ کلھم من اھل الجنۃ (تمام صحابہ قطعاً جنتی ہیں" (رسالہ رد الروافض صفحہ ۱۴ نیز الفصل فی الملل والنحل ج ۴ صفحہ ۱۴۸) بہر حال جو شخص حضرت امیر معاویہؓ کو صحابی مانتا ہے۔ اس آیت کے تحت (یعنی يَوْمَ لَا يُخْزِي اللَّهُ النَّبِيَّ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ) اس کا یہی عقیدہ ہونا چاہیئے کہ حضرت معاویہؓ بھی سیدھے جنت میں جائیں گے اور دوزخ کی آگ ان کو چھو بھی نہیں سکتی"۔ (صفحہ ۱۷۸)

(۲) مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب کا یہ لکھنا کہ :- "تمام صحابہ محفوظ عن الخطا ہیں" ان کی کم فہمی پر مبنی ہے جب وہ خود بعض صحابہ کرام سے غلطیاں ۔ مسامحتیں ۔ کوتاہیاں اور مشاجرات بلکہ گناہ تک کا ہو جانا مان رہے ہیں تو پھر تمام صحابہ محفوظ عن الخطا کیسے ہو گئے ۔ کیا وہ محفوظ عن الخطا کا معنیٰ بھی نہیں سمجھتے ۔ اس کا معنیٰ تو یہ ہے کہ وہ خطا کرنے سے محفوظ ہیں ان سے خطا نہیں ہوتی ۔ حالانکہ خود بعض صحابہ سے اغلاط (غلطیاں) وغیرہ مان چکے ہیں ۔ یہ عقیدہ تو شیعہ امامیہ کا ہے کہ وہ بارہ اماموں کو محفوظ عن الخطا مانتے ہیں ۔ فاروقی صاحب کسی سُنی عالم سے معصوم اور محفوظ کا مفہوم سمجھ لیں تو کئی فتنوں سے بچ جائیں گے ۔

ایک عجیب بہتان

جنتری کے زیر بحث مضمون کے صفحہ ۸۵ پر میرے متعلق لکھتے ہیں :- موصوف اپنی کتاب "دفاع حضرت معاویہؓ" صفحہ ۲ پر حضرات حکمین (حضرت موسیٰ اشعریؓ اور حضرت عمرو بن العاصؓ) کے بارے میں لکھتے ہیں کہ :- یہ دو تو فیصلے آیت استخلاف کیخلاف ہیں بلکہ ان کو معزول کرنا ہرگز ہرگز جائز نہیں تھا بلکہ گناہ تھا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ خلیفہ کو معزول کرنا یقیناً سخت نافرمانی ہے ۔ خارجی فتنہ صفحہ ۲۵۲ پر ضلا وضل من ابتعهما کے تحت لکھتے ہیں :- ان ثالثوں کے گمراہ ہونے سے یہ مراد ہے کہ انہوں نے اپنے اجتہاد میں خطا کی ہے اور ان کی پیروی کرنے والے گمراہ ہونگے سے مراد یہ ہے کہ یہ خطا بہت مفاسد کا موجب بن گئی جن میں سے ایک یہ ہے کہ خلافت مہاجرین اولین میں سے نکل کر دوسرے قریش کی طرف چلی گئی" قاضی صاحب کے مطالعہ کی داد دینی چاہیئے کہ انہوں نے حضرت علیؓ کو معزول کرتے ہوئے خلافت کو دوسرے قریش کی طرف منتقل کر دیا ۔ حالانکہ ایسی صلح حضرت حسنؓ کے بعد ہوئی ہے اور حضرت علیؓ اپنی شہادت تک خلافت کے منصب پر فائز رہے) بہرحال حضرات حکمین کے متعلق مذکورہ کلمات سخت توہین پر مبنی ہیں ۔ صحابہ کرام سے بشری طور پر بھول چوک تو تسلیم کی جا سکتی ہے لیکن جو شخص بھی انہیں خطا پر اصرار کرنے والا تسلیم کرتا ہے اور دوسروں سے منوانا چاہتا ہے اور مذکورہ توہین آمیز کلمات استعمال کرتا ہے تو اس کی عرق میں بدعت و رفض کے جراثیم سرایت کئے ہوئے ہیں ۔ اگر کسی جیسی روایت کو تسلیم کر کے حکمین کے بارے میں ضال اور مُضل کا تبرا کیا جا سکتا ہے تو پھر ایسی ہی ایک اور روایت کی بنا پر نعوذ باللہ حضرت علیؓ کی بیعت خلافت کو بیعت ضلالت بھی کہا جا سکتا ہے ۔ قاضی صاحب اس انتہا پسندی کی تائید نہ متقدمین کے ہاں ملتی ہے نہ متاخرین کے ہاں ۔ قاضی صاحب اپنے دعویٰ میں اس قدر آگے بڑھ گئے ہیں کہ احترام صحابہ کے متعلق آیات قرآنی کا مقابلہ کرنے پر اتر آئے ۔ اب صدارتی آرڈیننس ۸ ۔ ۲۹۸ پر عمل درآمد اور توبہ کے سوا کوئی دروازہ کھلا ہوا نہیں ۔ عذر گناہ بدتر از گناہ ۔ قاضی صاحب حضرات حکمین پر مجلس پڑھنے کے بعد لکھتے ہیں کہ ۔ یہاں نافرمانی ۔ گناہ وغیرہ سے مراد صورتاً ہے نہ کہ حقیقتاً ۔ قاضی صاحب کو چاہیئے تھا کہ وہ اعلانیہ توبہ کرتے اور رجوع نامہ کو شائع کرتے تاکہ ان کے بھولے بھالے عقیدت مند گمراہانہ عقائد سے محفوظ ہو جاتے قاضی صاحب نے ضلا وضل من ابتعهما کا وضعی فقرہ حضرات حکمین پر چسپ کیا حالانکہ وہ خود حقیقتاً اس کا مصداق تھے ۔ قاضی صاحب آپ صورتاً اور حقیقتاً کے خودساختہ چکر سے نکل کر علمی دنیا میں تشریف لائیں الخ (صفحہ ۸۶)

الجواب (۱) کتاب خارجی فتنہ حصہ اول ۔ مولانا محمد اسحٰق صاحب سندیلوی (کراچی) کے نظریات کے جواب میں لکھی گئی ہے جس کی علمائے حق نے تائید کی ہے ۔ اور علماء کے تبصرے کتابی صورت میں بھی شائع ہو چکے ہیں ۔ مولوی ضیاء الرحمٰن فاروقی ہوں یا مولوی لطافت الرحمٰن ایبٹ آبادی نے یہاں جو کچھ لکھا ہے وہ صرف ان کے ذاتی غیظ و غضب کا ابال ہے

جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ خارجی فتنہ حصہ اول میں حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کو قرآن کا چوتھا موعودہ خلیفہ راشد ثابت کرنے کے سلسلے میں حکمین یعنی حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کے فیصلہ پر بھی تبصرہ کیا گیا ہے۔ اور حضرات حکمین کے متعلق ضلا و ضل من اتبعہما کے الفاظ میرے نہیں ہیں بلکہ حدیث نبوی کے ہیں اور وہ حدیث بھی امام المحدثین حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے نقل فرمائی ہے اور ان الفاظ کی توجیہہ بھی خود حضرت شاہ صاحب نے کر دی ہے۔ لیکن مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب کی فن کاری قابل داد ہے کہ انہوں نے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کا اپنے مضمون میں ذکر تک ہی نہیں کیا۔ بلکہ وہ عبارت میری طرف منسوب کر کے تبرابازی شروع کر دی۔ تاکہ ناواقف قارئین یہ سمجھیں کہ میں نے حضرات صحابہ کرام کی کتنی توہین کی ہے کہ مجھ پر صحابہ آرڈیننس بھی نافذ ہو سکتا ہے اب بغیر توبہ خلاصی ناممکن ہے۔

(۲) میں نے بعنوان "حکمین خطا کریں گے" خارجی فتنہ حصہ اوّل ص۴۵۶ پر یہ لکھا تھا کہ: حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کی ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

:۔ باز از واقعہ تحکیم اخبار فرمود۔ فی الخصائص اخرج البیھقی عن علیؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان بنی اسرائیل اختلفوا فلم یزل اختلافھم فیما بینھم حتی بعثوا حکمین فضلا واضلا وان ھذہ الامۃ مختلفۃ فلا یزال اختلافھم بینھم حتی یبعثوا حکمین ضلا وضل من اتبعھما۔ مراد از ضلا آنست کہ خطا کردہ اند در اجتہاد خود ومراد از ضل من اتبعھما آنست کہ ایں خطا موجب مفاسدہ کثیرہ گشت الخ (ازالۃ الخفاء فارسی جلد دوم ص۲۷۶ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور)

ترجمہ:۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واقعہ تحکیم کی خبر دی۔ خصائص میں ہے کہ بیہقی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل میں اختلاف پیدا ہوا جو بڑھتا رہا حتیٰ کہ انہوں نے حکمین (ثالث) مقرر کئے تو انہوں نے غلط فیصلہ کیا اور دوسروں کو بھی غلطی پر ڈالا اور اس امت میں بھی اختلاف پیدا ہوگا ان کا اختلاف بھی مزید بڑھے گا۔ حتیٰ کہ وہ حکمین کو مقرر کریں گے جو غلطی کریں گے اور جو ان کی پیروی کریں گے وہ بھی غلط راہ پر چلیں گے۔ ان ثالثوں کے گمراہ ہونے سے یہ مراد ہے کہ انہوں نے اپنے اجتہاد میں خطا کی ہے اور ان کی پیروی کرنے والے گمراہ ہوں گے سے مراد یہ ہے کہ یہ خطا بہت سے مفاسد کا موجب بن گئی جن میں سے ایک یہ ہے کہ خلافت مہاجرین اولین میں سے نکل کر دوسرے فریق کی طرف چلی گئی اور ایک یہ ہے کہ خوارج پیدا ہوئے جنہوں نے یہ قول اختیار کیا کہ اللہ کے دین میں تحکیم (کسی کو ثالث مقرر کرنا) صحیح نہیں ہے الخ (ص۴۵۷)

یہاں خارجی فتنہ حصہ اول کی ساری منقولہ عبارت درج کر دی ہے اب کوئی پڑھا لکھا آدمی از روئے دیانت فیصلہ کرے کہ اس میں بندہ نے صحابہ کرام کے بارے میں کونسے توہین آمیز کلمات لکھے ہیں جن کو بنیاد بنا کر عنتری والے تبرائی لہجہ اختیار کر رہے ہیں۔ رافضی مصنفین بھی اگر فاروقی صاحب کی بہتان تراشیاں دیکھیں تو شرمندہ ہو جائیں۔۔۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث نے جب ضلا وضل من اتبعھما کا مطلب خود واضح فرما دیا کہ حکمین اس معاملہ میں اجتہادی خطا کر بیٹھے۔ اور خود فاروقی صاحب نے بعض صحابہ کرام کے بارے میں تصریح کر دی ہے کہ:۔ ان سے اغلاط اور مشاجرات رونما ہوئے"۔ اغلاط جمع ہے غلطی کی۔ کیا خطا اور غلطی میں کوئی فرق ہے۔ اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث کی فارسی عبارت

کے ترجمہ میں بھی یہ لکھا ہے :- جو غلطی کرینگے' یہاں اگر غلطی کا لفظ تبرا ہے تو اغلاط تو مجموعہ تبرا ہے ۔ جنتری کے مضمون میں یہ بھی لکھا ہے کہ :- قاضی صاحب نے ضلا و اضلا من اتبعهما کا وضعی فقرہ حضرات حکمین پر چسپت کر دیا ۔ الخ امام المحدثین ایک ایک حدیث سے استدلال کر رہے ہیں لیکن جو لوگ راشد اور بار کا معنی بھی نہیں سمجھتے اور نہ وہ معصوم اور محفوظ کی اصطلاح سے واقف ہیں وہ حدیث کے الفاظ کو وضعی (من گھڑت) قرار دے رہے ہیں ۔ یہ تو منکرین حدیث کا وطیرہ ہے کہ جو حدیث نبوی پسند نہ آئی اس کو من گھڑت قرار دیتے ہیں ۔

(۲) حضرت شاہ ولی اللہ محدث کی عبارت نقل کرنے سے پہلے حکمین کی بحث میں بندہ نے یہ لکھا ہے کہ :: جہاں تک حضرت علی المرتضیٰ رفع تنازع کے لئے رواداری کر سکتے تھے آپ نے فرمائی چنانچہ حکمین کا تقرر تسلیم کر لیا اور یہ بھی اس لئے کہ آپ فریق ثانی یعنی حضرت معاویہ رضی کو حقیقتاً باغی قرار نہیں دیتے تھے (بوجہ ان کے اجتہادی اختلاف کے) لیکن جب حکمین نے آپ کو معزول کر دیا تو چونکہ یہ فیصلہ آیت استخلاف کے خلاف تھا اس لئے آپ اس کو قبول نہیں کر سکتے تھے ۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ۔ لا طاعة لمخلوق فی معصية الخالق (جس کام میں خالق کی نافرمانی لازم آتی ہو اس میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں ہے) حضرت علی رضی کو معزول کرنا ہرگز ہرگز جائز نہیں تھا بلکہ گناہ تھا ۔ سندیلوی صاحب اگر آیت استخلاف پر ایمان رکھیں تو ماننا پڑیگا کہ :- حسب امر بصورت وعدہ اللہ تعالیٰ نے حضرت علی رضی کو خلیفہ مقرر فرمایا تھا اس لئے اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ خلیفہ کو معزول کرنا یقیناً سخت نافرمانی ہے اور اگر حضرت علی المرتضیٰ حکمین کا فیصلہ منظور فرماتے تو یہ بھی آیت کے تقاضا کے خلاف ہوتا ۔۔۔ اگر بالفرض حضرت علی رضی معزول ہو جاتے تو آج ہم حضرت علی المرتضیٰ کو اللہ تعالیٰ کا مقرر کردہ چوتھا موعود خلیفہ نہیں قرار دے سکتے تھے اس صورت میں روافض کے لئے خلفائے ثلٰثہ کے انکار کا راستہ کھل سکتا تھا اور وہ کہہ سکتے تھے کہ جس طرح حضرت علی رضی کو وعدۂ خداوندی کے باوجود معزول کرنا صحیح ہے اسی طرح خلفائے ثلاثہ کا انتخاب بھی باوجود وعدۂ خداوندی کے صحیح نہ تھا اور وہ خلافت راشدہ پر فائز ہونے کے اہل نہ تھے کیا سندیلوی صاحب کے پاس از روئے علم و دیانت اس کا کوئی جواب ہے ۔ (ص۴۵۶)

مولانا محمد اسحٰق صاحب سندیلوی چونکہ حکمین کے فیصلہ کو تسلیم کرتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی معزولی کو جائز قرار دیتے ہیں اس لئے میں نے ان کے جواب میں یہ لکھا تھا ، اور چونکہ وہ اپنے ایک مکتوب میں حضرت ابوبکر صدیق رضی کو آیت استخلاف کا مصداق قرار دیتے ہوئے لکھ چکے ہیں کہ :- وعدۂ استخلاف اور حق تعالیٰ شانہ کی جانب اس کے انتساب کا مطلب یہ ہے کہ موعود لھم جو خلافت قائم کرینگے وہ صحیح ہو گی ۔ اس بارے میں ان سے غلطی نہیں ہو سکتی اس لئے کہ حق تعالیٰ اس کی صحت اور حقانیت کے کفیل اور ضامن ہیں ۔ اگر یہ نہ ہوتا تو اسے اپنی جانب منسوب کیوں فرماتے ۔ (۴) یہ آیت خلافت صدیقی کے لئے نص ہے جس کا اقتضاء یہ ہے کہ آں محترم کو خلیفہ منتخب کرنا رضائے الٰہی اور حکم الٰہی کے مطابق تھا الخ (ملاحظہ ہو خارجی فتنہ حصہ اول ص۴۴۸)

مولانا سندیلوی چونکہ حضرت علی المرتضیٰ کو بھی آیت استخلاف کا مصداق مانتے ہیں اس لئے الزاماً میں نے ان کو منقولہ بالا عبارت میں یہ جواب دیا تھا کہ :- اس صورت میں روافض کے لئے خلفائے ثلٰثہ کے انکار کا راستہ کھل جائیگا الخ اگر مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب کے پاس اس کا کوئی جواب ہے تو پیش کریں ۔ ہاں اگر آپ حضرت علی المرتضیٰ کو آیت استخلاف

کا مصداق نہ قرار دیں تو پھر آپ کے لئے یہ گنجائش نکل سکتی ہے کہ حکمین کی طرف سے حضرت علیؓ کو معزول کرنا صحیح تھا۔ اور اگر آپ یہ مانتے ہیں کہ خلفائے ثلثہ کے بعد حضرت علیؓ المرتضیٰ قرآن کے چوتھے موعودہ خلیفہ راشد تھے۔ تو پھر ان کو معزول کرنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کے تحت جو بھی خلیفہ ہو اس کی مخالفت اور اس کو منصب خلافت سے معزول کرنے کا فیصلہ کرنا نافرمانی اور گناہ ہی ہو گا۔ لیکن یہ معاملہ چونکہ صحابہ کرام کے مابین ہے اور حکمین نے چونکہ اپنے اجتہاد کی بناء پر یہ فیصلہ کیا ہے اس لئے اس کو صورۃً نافرمانی ہی کہیں گے نہ کہ حقیقتاً اور حدیث نبوی ضلا وضل من اتبعھما کو اس لئے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اجتہادی خطا پر ہی محمول کیا۔ اور میں نے بھی تو یہی لکھا ہے ۔۔۔ حضرت امیر معاویہ ہوں یا حکمین یعنی حضرت ابو موسیٰ اشعری اور حضرت عمرو بن العاص یا دوسرے صحابہ۔ ان کیلئے یہ اجتہادی مسئلہ تھا کیوں کہ اس وقت یہ کسی کو معلوم نہ تھا کہ آیت استخلاف اور آیت تمکین کا مصداق حضرت علی المرتضیٰ ہیں رضی اللہ عنہم اجمعین۔ چنانچہ بندہ نے خارجی فتنہ حصہ اوّل ص ۵۲۲ پر بھی لکھ دیا ہے کہ :۔ یہ صحیح ہے کہ صحابہ کرام آپس میں اس قسم کے اختلاف کا حق رکھتے تھے لیکن یہ اس بنا پر تھا کہ اس وقت تو قطعی طور پر یہ معلوم نہ تھا کہ حضرت علیؓ ہی قرآن کے خلیفہ راشد ہیںؓ علاوہ ازیں حضرت معاویہؓ وغیرہ صحابہ کرام کی طرف سے دفاع کرتے ہوئے میں نے لکھا تھا کہ :۔ حضرت علی کا موعودہ خلیفہ راشد ہونا قرآن اور حدیث سے ثابت ہے لیکن دور صحابہ میں یہ نصوص صحابہ کرام کے پیش نظر نہ تھیں کیونکہ آیت و حدیث میں خلفائے اربعہ کے نام نہیں تھے۔ اس وقت صحابہ کرام نے اجتہاد کی بناء پر اپنا اپنا موقف اختیار کر لیا اور وہ اس میں معذور تھے۔ بحیثیت شرف صحابیت ہم حضرت معاویہؓ کے خلوص میں شبہ نہیں کر سکتے۔ البتہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ آپ سے اجتہادی خطا کا صدور ہو گیا تھا۔ اور اس میں نہ کوئی بے ادبی ہے نہ تنقیص شان کیونکہ اجتہادی خطا پر بھی از روئے حدیث بخاری ایک گونہ ثواب ملتا ہے تو کار ثواب پر ملامت کیونکر کی جا سکتی ہے۔ الخ (خارجی فتنہ حصہ اوّل ص ۵۳۴)

فرمایئے اگر حضرت معاویہؓ کو اس وقت یقین ہو جاتا تو کیا پھر بھی وہ حضرت علی المرتضیٰ کے معزول ہونے کا مطالبہ کر سکتے تھے۔ ہرگز نہیں۔ وہ معذور تھے۔ لیکن اب جب ہمیں یہ یقین حاصل ہے اور حضرت علیؓ کو خلیفہ راشد تسلیم کرنا ہمارے لئے عقیدے کی حیثیت رکھتا ہے۔ اسی بنا پر امام غزالیؒ خلفائے اربعہ کو بالترتیب امام حق ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں الخ (دفاع حضرت معاویہؓ ص ۲۵، ۲۶) مولوی ضیاء الرحمٰن فاروقی یا مولوی الطاف الرحمٰن ایبٹ آبادی۔ اگر عبارت النص اور اقتضاء النص کا فرق سمجھتے ہیں پھر تو ان کے لئے اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں لیکن اگر وہ اتنا بھی نہیں سمجھتے تو اس قسم کے علمی مباحث میں ان کے لئے دخل اندازی نہ کرنے میں ہی بھلا ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ نے بھی حکمین کے فیصلہ پر نکیر فرمائی

(۱) مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب خود بھی یہ تسلیم کرتے ہیں کہ :۔ دومۃ الجندل (اذرح) کانفرنس کے فیصلے سے حضرت علیؓ کو اختلاف ہوا۔ اور آپ شام پر دوبارہ لشکر کشی کی تیاری کرنے لگے ادھر حضرت معاویہؓ بھی اپنی فوجوں کو ان علاقوں میں کھینچ لئے جہاں طرفداران عثمانؓ موجود تھے۔ اور سبائیوں کے ہاتھوں اذیتیں اٹھا چکے تھے الخ (سیدنا معاویہؓ ص ۶۹)

(۲) فیصلہ تحکیم کے سلسلے میں امام ابن اثیر متوفی ۶۳۰ھ نے حضرت علی المرتضیٰ کے خطبہ کے یہ الفاظ نقل کئے ہیں :۔ انّ ھذین الرجلین الذین اخترتموھا حکمین قد نبذا حکم القرآن وراء ظھورھما الخ

یعنی ان دو مردوں نے کہ جن کو تم نے حکم منتخب کیا ہے قرآن کے حکم کو پس پشت ڈال دیا ہے الخ (تاریخ کامل جلد ۳ صفحہ ۲۳۳)

جہالت در جہالت

جنتری ۱۹۸۹ء صفحہ ۲۲ پر لکھتے ہیں :- بقول قاضی صاحب۔ پانچ خلفاء میں کوئی جنگ نہیں ہوئی۔ کیا حضرت حسن رض نے جنگ صفین میں حصہ نہ لیا تو کیا یہ ان کا حضرت معاویہ رض کے ساتھ باہمی قتال نہیں ہے پھر حضرت حسن رض اس فلسفے کے تحت کیسے خلیفہ راشد ہو گئے۔ اگر یہ کہا جائے کہ حضرت حسن نے تو حضرت علی رض کے دور میں ان سے جنگ کی تھی۔ تو کیا حضرت معاویہ رض نے اپنے دور خلافت میں حضرت علی رض سے قتال کیا تھا۔ حالانکہ حضرت معاویہ کا دور خلافت حضرت علی رض کی شہادت کے چھ ماہ بعد شروع ہوتا ہے۔ اور حضرت علی رض کے دور میں حضرت معاویہ رض تو خلیفہ تھے ہی نہیں اس لئے حضرت معاویہ رض کا آیت و حدیث کا مصداق ہونا یا نہ ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ لہذا قاضی صاحب کے بیان کردہ فلسفہ کے تحت باہمی قتال کی بنا پر حضرت علی رض خلفائے راشدین سے خارج ہو جاتے ہیں (العیاذ باللہ)

قاضی صاحب لکھتے ہیں کہ ان پانچ خلفاء میں کبھی کوئی جنگ نہیں ہوئی اور یہ حضرات رُحَمَاءُ بَیْنَھُمْ کا مکمل طور پر مصداق تھے اور آیت و حدیث کا یہی تقاضا تھا کہ ان میں باہمی جنگ و قتال نہ ہونے پائے۔ یہ تبرے کی قسم ہے کیوں کہ اہل السنت والجماعت نے صحابہ کے باہمی جنگ و قتال کو مشاجرات صحابہ سے تعبیر کیا ہے اور مشاجرات صحابہ رُحَمَاءُ بَیْنَھُمْ کے خلاف نہیں ہیں لیکن قاضی صاحب نے اس کو رُحَمَاءُ بَیْنَھُمْ کے خلاف قرار دے دیا۔ اور سزا کے طور پر حضرت معاویہ رض کو خلفائے راشدین سے خارج کر دیا۔ اس فلسفے کے تحت حضرت معاویہ رض اگر حضرت علی رض سے جنگ نہ کرتے تو خلیفہ راشد بن سکتے تھے۔ کہاں گیا قاضی صاحب کا آیت استخلاف پر ایمان اور کہاں گئی خلافت موعودہ اربعہ جبکہ قاضی صاحب نے دفاع حضرت معاویہ رض صفحہ ۱۳ پر لکھا ہے کہ مشاجرات صحابہ رُحَمَاءُ بَیْنَھُمْ کے خلاف نہیں۔ حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نے لکھا تھا کہ رُحَمَاءُ بَیْنَھُمْ اس قسم کے جنگ کے خلاف نہیں ہے الخ (مکتوبات شیخ الاسلام ج ۲ صفحہ ۳۴۶ مکتوب ۱۳۲)

الجواب

(۱) میں نے حدیث ثلثون سنۃ کے تحت لکھا تھا کہ ــــ اس تیس ۳۰ سالہ مدت خلافت میں قرآن کے چار موعودہ خلفائے راشدین کا زمانہ قریباً ساڑھے انتیس برس ہے اور باقی چھ ماہ کی خلافت موعودہ خلافت راشدہ کا تتمہ ہے ان پانچ خلفاء میں کبھی کوئی جنگ نہیں ہوئی اور یہ حضرات رُحَمَاءُ بَیْنَھُمْ کا مکمل طور پر مصداق تھے اور آیت استخلاف اور حدیث ثلثون سنۃ کا یہی تقاضا تھا کہ ان میں باہمی جنگ و قتال نہ ہونے پائے لیکن حضرت علی رض المرتضیٰ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما میں چونکہ باہمی جنگ و قتال ہوا ہے جس میں ہزاروں صحابہ کرام اور تابعین شہید ہوئے ہیں اس لئے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ آیت استخلاف اور حدیث ثلثون سنۃ کا مصداق نہ بن سکے اس میں آپ کی کوئی تنقیص نہیں پائی جاتی کیونکہ قرآن کے موعودہ خلیفہ راشد سے جنگ کرنے میں حضرت معاویہ رض سے جو غلطی ہوئی ہے وہ اہل السنت والجماعت کے عقیدہ کے تحت ایک اجتہادی خطا ہے اور حق کے دائرہ میں ہے الخ (عقیدہ خلافت راشدہ اور امامت) یہاں میں نے تو لکھا ہے کہ ان پانچ خلفاء میں کوئی جنگ نہیں ہوئی" لیکن اس کے جواب میں مولوی ضیاء الرحمٰن فاروقی یا مولوی الطاف الرحمٰن صاحب لکھتے ہیں کہ :- کیا حضرت حسن رض نے جنگ صفین میں حصہ نہیں لیا تو کیا یہ اُن کا حضرت معاویہ کیساتھ باہمی قتال نہیں ہے" قارئین فرمائیں کہ یہ جواب کتنی کم فہمی پر مبنی ہے میں نے تو یہ لکھا کہ پہلے پانچ خلفاء کی آپس میں جنگ نہیں ہوئی اور وہ لکھ رہے ہیں کہ حضرت حسن کی حضرت معاویہ کے ساتھ جنگ ہوئی ہے۔ یہ بیچارے میری اردو عبارت بھی نہیں سمجھتے اور نہ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ خود کیا لکھ رہے ہیں۔

(۲) میں نے لکھا ہے کہ یہ حضرات رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ کا مکمل طور پر مصداق تھے" جس کا مطلب یہ ہے کہ ان میں باہمی کسی قسم کی کوئی جنگ ہی نہیں ہوئی کہ جس کی وجہ سے یہ کہا جا سکے کہ ان میں باہمی عداوت تھی۔ لیکن حضرت معاویہؓ اور حضرت علی المرتضیٰؓ کے مابین تو جنگ ہوئی ہے جس سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ ان میں باہمی عداوت تھی۔ اور شیعہ اسی بنا پر حضرت معاویہؓ کو مطعون کرتے ہیں۔ تو اس کے جواب میں بندہ نے شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ کا مکتوب پیش کیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ گو جنگ ہوئی ہے لیکن اس کا منشا باہمی عداوت نہیں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جنگ میں ہمیں بحیثیت ان کے جلیل القدر صحابی ہونے کے تاویل و توجیہہ کی ضرورت پڑتی ہے۔ لیکن چاروں خلفائے راشدین اور حضرت حسن رضی اللہ عنہم کے مابین سرے سے کوئی باہمی جنگ ہی نہیں ہوئی اس لئے وہاں کسی اعتراض کی گنجائش ہی نہیں اور نہ کسی تاویل و توجیہہ کی ضرورت ہے۔ اسی لئے حقیقت کے اظہار کیلئے میں نے یہ الفاظ لکھے تھے کہ :- یہ حضرات رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ کا مکمل طور پر مصداق تھے" لیکن وہ مکمل کے لفظ کا مفہوم بھی نہ سمجھ سکے اور اس کو بھی تبرّا میں شمار کر دیا۔ ہر ذی عقل و ہوش آدمی یہ بات سمجھ سکتا ہے کہ جب کبھی دو فریقوں میں جنگ ہوتی ہے تو لوگ اس کو ان کی باہمی عداوت پر ہی محمول کرتے ہیں اور یہ بات کہ ان میں باہمی کوئی عداوت نہ تھی کون تسلیم کر سکتا ہے" فریقین میں باہمی عداوت نہ ہونے کی وجہ تلاش کرنا تو بہت مشکل ہوتا ہے اہل السنت والجماعت نے شرف صحابیت کے پیش نظر یہ عقیدہ رکھا ہے کہ فریقین نے باہمی عداوت سے بالا ہو کر حضرت عثمان ذوالنورین کے قصاص کے سلسلے میں اپنی اپنی اجتہادی رائے قائم کی ہے جس میں حضرت علی المرتضیٰ کا اجتہاد صحیح تھا اور حضرت امیر معاویہؓ سے اپنے اجتہاد میں غلطی ہو گئی،

---

(۳) جنتری والوں کا یہ لکھنا کہ :- یہ تبرّے کی قسم ہے۔ کیونکہ اہل السنت والجماعت نے صحابہ کی باہمی جنگ و قتال کو مشاجرات صحابہ سے تعبیر کیا ہے" بہت تعجب خیز ہے کیونکہ وہ خود بھی" صحابہ کی باہمی جنگ و قتال لکھ رہے ہیں" اگر ان سے کوئی سوال کرے کہ کیا صحابہ کرام کے مابین جنگ ہوئی ہے جس میں فریقین کے ہزاروں افراد شہید ہوئے ہیں تو کیا یہ جواب دیں گے کہ نہیں جی باہمی جنگ و قتال تو نہیں ہوئی البتہ مشاجرات ہوئے ہیں" برین عقل و دانش بباید گریست۔

(۴) میں نے یہ لکھا ہے کہ قرآن کے موعودہ خلفائے راشدین میں جنگ نہیں ہوئی اور نہ جنگ ہو سکتی تھی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ قرآنی کے مطابق ان کو خلافت راشدہ کا منصب عطا فرمایا تھا۔ اللہ کے ارادہ میں یہی تھا کہ اس ترتیب کے مطابق ان خلفائے اربعہ کو خلافت دی جائے گی۔ تو پھر یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ جو حضرات قرآن کی موعودہ خلافت راشدہ کا مصداق تھے وہ آپس میں ہی جنگ و قتال کرتے رہیں۔ ان میں باہمی جنگ و قتال کی تو نوبت ہی نہیں آ سکتی۔ کیونکہ اپنے وقت پر جو خلیفہ بنے گا دوسرے حضرات اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اس کی خلافت سے راضی اور مطمئن ہو جائیں گے اور حدیث ثلثون سنۃ کے تحت حضرت امام حسن کی خلافت خلافت راشدہ کا تتمہ ہے اس لئے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی اور پہلے چار قرآن کے موعودہ خلفائے راشدین کی بھی باہمی جنگ نہیں ہو سکتی۔ لیکن مولوی ضیاء الرحمن صاحب چونکہ حضرت امیر معاویہؓ کو بھی آیت استخلاف کا مصداق قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ ان کی قرآن کے جو خلیفہ راشد حضرت علی المرتضیٰ سے جنگ ہوئی ہے اس لئے وہ آیت استخلاف اور آیت تمکین کا مصداق نہیں قرار دیئے جا سکتے اگر اللہ کے ارادے میں قرآنی وعدہ کے مطابق وہ بھی خلیفہ راشد ہوتے تو اللہ تعالیٰ ان کے مابین بھی جنگ نہ ہونے دیتے۔ تاکہ قرآن کی موعودہ خلافت راشدہ پر کوئی جرح نہ کر سکے۔ ورنہ قرآن کے موعودہ خلفاء اور غیر موعودہ خلفاء میں کیا فرق باقی رہ جاتا ہے۔

(۵) جنتری کے مضمون میں یہ لکھنا کہ :۔ حضرت معاویہؓ کا دورِ خلافت حضرت علیؓ کی شہادت کے چھ ماہ بعد شروع ہوتا ہے

ان کی تاریخ سے ناواقفیت یا نجاہل عارفانہ پر مبنی ہے کیوں کہ حکمین کے فیصلہ کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت خلافت شروع ہو گئی تھی۔ چنانچہ تاریخ کامل ابن اثیر ج ۳ صفحہ ۳۵۴ پر ۳۸ھ کے واقعات میں لکھا ہے کہ :۔

وكان اهل الشام ينتظرون بعد صفين امر الحكمين فلما تفرقا بايع اهل الشام معاوية بالخلافة ولم يزدد الا قوة (جنگ صفین کے بعد اہل شام حکمین کے فیصلہ کا انتظار کر رہے تھے جب وہ دونو متفرق ہو گئے تو اہل شام نے حضرت معاویہؓ کی خلافت کی بیعت کر لی اور آپ کی قوت میں اضافہ ہو گیا۔

(۲) طبقات ابن سعد مترجم جلد ۳ صفحہ ۲۱۵ پر لکھا ہے کہ :۔ عمرو بن العاص نے ابو موسیٰ اشعری کو آگے کیا انہوں نے گفتگو کی اور علیؓ کو معزول کر دیا۔ عمرو بن العاص نے گفتگو کی۔ انہوں نے معاویہؓ کو بر قرار رکھا اور ان سے بیعت کر لی"

(۲) تاریخ طبری مترجم حصہ سوم صفحہ ۳۹۹ پر لکھا ہے کہ :۔ فیصلہ کے بعد (حضرت) عمروؓ اور شامی (حضرت) معاویہؓ کے پاس واپس چلے گئے اور ان لوگوں نے (حضرت) معاویہؓ کو خلافت سونپ دی"۔

(۳) مورخ ابن خلدون لکھتے ہیں :۔ امیر المومنین حضرت علیؓ کی شہادت کا حال امیر معاویہؓ کو معلوم ہوا تو انہوں نے اپنی خلافت کی بیعت اہل شام سے لی اور اسی روز امیر المومنین کا خطاب اختیار کیا۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ (حضرت) معاویہؓ نے بعد فیصلہ حکمین اپنی خلافت کی بیعت لی تھی (تاریخ ابن خلدون مترجم حصہ اول صفحہ ۵۵۵)

(۴) مولانا اکبر شاہ خان صاحب نجیب آبادی لکھتے ہیں کہ :۔ شامی لوگ (حضرت) عمرو بن العاص کے ہمراہ خوشی خوشی دمشق کو جا رہے تھے اور انہوں نے حضرت امیر معاویہؓ کو امیر المومنین اور خلیفۃ المسلمین کہنا شروع کر دیا تھا۔ دمشق میں پہنچ کر شامیوں نے امیر معاویہؓ کو کامیابی کی خوشخبری سنائی اور ان کے ہاتھ پر سب نے بیعت کی (تاریخ اسلام حصہ اول صفحہ ۵۴۶)

(۵) حافظ ابن حجر مکی متوفی ۹۷۴ھ حضرت معاویہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ :۔ واقعہ تحکیم کے بعد اپنے کو خلافت کے ساتھ نامزد کیا" (تنویر الایمان ترجمہ تطہیر الجنان صفحہ ۲۵ بحوالہ النجم لکھنؤ ۲۱ رمضان ۱۳۴۹ھ)

بہر حال اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ حکمین کے فیصلہ کے بعد حضرت امیر معاویہؓ نے بیعت خلافت شروع کر دی تھی۔ اور یہی وجہ ہے کہ فقہا کے درمیان یہ مسئلہ زیر بحث آیا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فیصلوں کا کیا حکم ہے۔ ۳۸ھ سے لیکر حضرت علیؓ کی شہادت (رمضان ۴۰ھ) تک حضرت امیر معاویہ اپنی قلمرو میں قریباً تین سال تک خلیفہ رہے۔ اگر مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب حضرت علی المرتضیٰ کو واقعی قرآن کا سچا موعودہ خلیفہ راشد مانتے ہیں۔ تو ان کے دور خلافت میں حضرت امیر معاویہؓ کی خلافت کو وہ کیسی خلافت مانینگے آیا ان کی خلافت بھی مثل حضرت علیؓ کے قرآن کی موعودہ خلافت تھی یا وہ اس کے علاوہ غیر موعودہ خلافت تھی۔

نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن۔

صورتاً و حقیقتاً کی بحث

جنتری کے زیر بحث مضمون صفحہ ۸۶ پر جو لکھا ہے کہ :۔ قاضی صاحب آپ صورتاً اور حقیقتاً کے خود ساختہ چکر سے نکل کر علمی دنیا میں تشریف لائیں الخ یہ ان کی مزید ڈبل جہالت ہے۔ بھلا جو لوگ راشد اور مرشد کا فرق نہیں سمجھتے اور محفوظ عن الخطا کا مفہوم بھی ان کو معلوم نہیں وہ صورتاً اور حقیقتاً کی علمی بحث کے کیونکر اہل ہو سکتے ہیں۔

لیکن بعض ناواقف قارئین کی غلط فہمی دُور کرنے کے لئے یہاں ہم مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب سے پوچھتے ہیں کہ قرآن کے چوتھے خلیفہ راشد حضرت علی المرتضیٰ سے حضرت امیر معاویہؓ نے جو جنگ لڑی تھی اور جس میں فریقین کے ہزاروں افراد مقتول ہو گئے تھے کیا اس جنگ کو آپ حقیقتاً جنگ سمجھتے ہیں۔ یا صورتاً۔ اگر آپ حقیقتاً جنگ سمجھتے ہیں تو فریقین کے متعلق آپ حسب ذیل آیت قرآنی کی روشنی میں کیا حکم لگائیں گے:۔

وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا ○ سورۃ النساء آیت ۹۳۔ اور جو شخص کسی مسلمان کو قصداً قتل کر ڈالے تو اس کی سزا جہنم ہے کہ ہمیشہ ہمیشہ اس میں رہیگا اور اس پر اللہ تعالیٰ غضبناک ہونگے اور اس کو اپنی رحمت (خاصہ) سے دُور کر دیں گے اور اس کے لئے بڑی سزا (دوزخ) کا سامان کریں گے" (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

اگر آپ جنگ صفین کے فریقین کو مومن مانتے ہیں تو جو شخص کسی مومن کو عمداً قتل کرے اس کی سزا تو از روئے قرآن جہنم ہے۔ فرمایئے آپ ان فریقین کے بارے میں قرآن کا یہ حکم مانتے ہیں یا ایک فریق کے بارے میں اگر دوسری صورت ہے تو فرمائیں کہ فریقین میں سے کونسا فریق آپ کے نزدیک پہلے مومن تھا۔ پھر قرآن کی مذکورہ وعید کا مصداق بن گیا۔ (۲) حضرت علی المرتضیٰ کو آپ موعودہ خلیفہ راشد ماننے کے بعد آپ سے جنگ کرنے والوں کو باغی قرار دیتے ہیں یا نہیں اگر باغی قرار نہیں دیتے تو کیوں، حالانکہ قرآن نے مومنین کی باہمی جنگ میں ایک فریق کو باغی قرار دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا۔

وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا فَإِنْ بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَىٰ فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّىٰ تَفِيءَ إِلَىٰ أَمْرِ اللَّهِ۔ (سورۃ الحجرات ع ۱۔ آیت ۹۔ اور اگر مسلمانوں میں دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان اصلاح کر دو۔ پھر اگر ان میں کا ایک گروہ دُوسرے پر زیادتی کرے (اور لڑائی بند نہ کرے) تو اس گروہ سے لڑو جو زیادتی کرتا ہے۔ یہاں تک کہ وُہ خدا کے حکم کی طرف رجوع ہو جاوے" (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

اگر آپ حضرت امیر معاویہؓ کو باغی قرار دیتے ہیں تو کیا وُہ آپ کے نزدیک حقیقتاً باغی ہیں یا صورتاً۔ اگر وُہ حقیقتاً باغی ہیں تو ان کا راشد ہونا کیونکر قابل تسلیم ہوگا۔ اگر صورتاً باغی ہیں بوجہ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ کے تو پھر آپ نے ہمارا مُوقف مان لیا اور اگر آپ حضرت امیر معاویہؓ کو باغی نہیں مانتے تو پھر حضرت علی المرتضیٰ کو باغی ماننا پڑیگا اس صورت میں آپ ان کو قرآن کا چوتھا خلیفہ راشد کس طرح تسلیم کریں گے؟

(۳) قرآن مجید میں حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق فرمایا وَعَصَىٰ آدَمُ رَبَّهُ فَغَوَىٰ (سورۃ طٰہٰ آیت ۱۲۱) اس کا آپ ترجمہ کریں۔ عصیٰ عصیان سے ہے جس کا معنی نافرمانی۔ بغاوت۔ عدول حکمی ہے۔ اور غوی غوایت سے ہے جس کا معنی گمراہ ہونا گمراہ کرنا وغیرہ ہے۔ (المعجم الاعظم) آپ حضرت آدم علیہ السلام کو حقیقتاً عاصی اور غاوی مانتے ہیں یا نہیں۔ اگر مانتے ہیں تو حضرت آدم علیہ السلام معصوم نہ رہے۔ اور اگر حقیقتاً نہیں مانتے تو یہ نافرمانی اور غوایت صورتاً ہی ہوگی۔ اور یہی تو ہم نے توجیہہ پیش کی ہے پھر اس پر طعنہ زنی کیوں کرتے ہیں۔

(۴) قرآن مجید میں حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرمایا۔ وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ۔ اس کا آپ ترجمہ بتائیں قرآن مجید کی سورۃ فاتحہ میں فرمایا کہ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین۔ یہاں ضالین کا لفظ کافروں کے لئے استعمال ہوا ہے تو رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق آپ ضال کا اطلاق کیوں کر کریں گے۔

(۵) سورۃ التحریم میں فرمایا۔ یاایہا النبی لِمَ تُحَرِّمُ مَا اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ۔ اے میرے نبی اللہ نے آپ پر جو چیز حلال کی ہے آپ اس کو کیوں حرام قرار دیتے ہیں۔ فرمائیے۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہد کھانے کو حقیقتاً حرام قرار دیا تھا یا صورتاً۔ اگر پہلی صورت آپ تسلیم کرتے ہیں تو آپ کس زمرہ میں شامل ہوں گے۔ اور اگر آپ صورتاً حرام ہونا تسلیم کرتے ہیں۔ تو پھر یہی موقف تو ہمارا ہے جس پر آپ تبرا بازی کی مشق کر رہے ہیں۔

(۶) ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نے قرآن کے الفاظ ذنب۔ ضال۔ عصیان اور غوایت وغیرہ کو حقیقت پر محمول کر کے انبیائے کرام علیہم السلام کے بارے میں ایسی عبارتیں لکھی تھیں جن سے عقیدۂ عصمت انبیاء مجروح ہوتا تھا جس کے ابطال میں شیخ الاسلام حضرت مولانا السید حسین احمد مدنیؒ سابق شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند نے کتاب "مودودی دستور اور عقائد کی حقیقت" تصنیف فرمائی پھر اس کے جواب میں مفتی محمد یوسف صاحب مودودی نے ایک کتاب بنام: ۔ مولانا مودودی پر اعتراضات کا علمی جائزہ" شائع کی۔ اس کے جواب میں میری کتاب "علمی محاسبہ" شائع ہوئی جس میں مسئلہ عصمت انبیاء اور مسئلہ معیار حق پر مفصل و مدلل بحث کی گئی ہے۔ اور اسی میں حقیقتاً اور صورتاً کا مطلب بھی واضح کیا گیا ہے۔

(۷) حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے سورۃ الفتح کی آیت لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ کے ترجمہ میں لکھا ہے: ۔ تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کی اگلی پچھلی (صوری) خطائیں معاف کر دے" (تفسیر بیان القرآن) حضرت تھانوی کے نزدیک بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خطائیں صورتاً ہیں نہ کہ حقیقتاً (۲) میں نے "دفاع حضرت معاویہؓ" ص۴۸ پر بعنوان: ۔ معصیت صورتاً و حقیقتاً" لکھا ہے کہ: ۔ عصمت انبیاء کی بحث میں مودودی صاحب کو جواب دیتے ہوئے حضرت مدنی تحریر فرماتے ہیں کہ: ۔ اسی طرح عصمت ان (یعنی انبیاء کی) دائمی ہے کسی وقت ان سے جدا نہیں ہوتی جن امور کو مودودی صاحب لغزشیں شمار کرتے ہوئے عصمت کا اٹھ جانا سمجھتے ہیں یہ ان کی غلطی ہے یہ امور معصیت ہی نہیں صرف صورتاً معصیت ہیں ـــــ جس طرح خطا اور قتل عمد صورتاً ایک ہی جیسے ہیں مگر حقیقت میں دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے الخ (مودودی دستور اور عقائد کی حقیقت ص۵۴) (۸) حضرت مولانا رشید احمد محدث گنگوہی فرماتے ہیں جو امر بخطاء اجتہادی سرزد ہوتا ہے بصورت معصیت ہوتا ہے نہ خود معصیت۔

فرمائیے۔ جب انبیائے کرام علیہم السلام کے لئے محققین اہل سنت صورتاً اور حقیقتاً کا فرق واضح کرتے ہوئے ان کی عصمت کو ثابت کرتے ہیں تو اگر صحابہ کرام کیلئے بھی صورتاً اور حقیقتاً کا فرق ظاہر کر دیا جائے تو کیا اس کو توہین صحابہ کا جرم تصور کیا جائے گا یا ان کی طرف سے علمی طور پر یہ ایک دفاع کی صورت ہوگی۔ صورت و حقیقت کی بحث تو علمی دائرہ میں ہے لیکن مولوی ضیاء الرحمٰن فاروقی جہل و غباوت کی دلدل میں ایسے پھنسے ہیں کہ نکلنے کا نام ہی نہیں لیتے۔ اگر وہ حضرت امیر معاویہؓ کی حضرت علی المرتضیٰ کے ساتھ جنگ کو صورتاً جنگ اور بغاوت کا نام دینے سے پریشان ہوتے ہیں تو پھر ان کے لئے ایک ہی راستہ ہے کہ وہ العیاذ باللہ حقیقتاً باغی سمجھ لیں۔ یہ ہیں حضرت معاویہؓ کے نادان حامی جو اپنی جہالت سے روافض کو اعتراض کا موقع دیتے ہیں۔ واللہ الھادی۔

کیا جناب مروان صحابی ہیں

میں نے اپنے مضمون "عقیدہ خلافت راشدہ اور امامت" میں یہ لکھا تھا کہ: خلفاء صحابہ سات ہیں نہ کہ چھ۔ مولوی ضیاء الرحمٰن فاروقی اپنی خلافت راشدہ جنتری کے ٹائٹل پر صرف چھ خلفاء صحابہ کے نام لکھتے ہیں حالانکہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ بھی صحابی اور خلیفہ ہیں۔" اس کے جواب میں جنتری ۱۹۸۹ء کے زیر بحث مضمون میں لکھتے کہ: ۔ قاضی صاحب بحث چھ یا سات خلفاء سے نہیں ہے بلکہ

زیر بحث مسئلہ صرف یہ ہے کہ کیا خلافتِ راشدۃ اربعہ تک محدود ہے ۔ــــ قاضی صاحب آپ کا یہ دعویٰ بھی صحیح نہیں کہ خلفاء صحابہ سات ہیں بلکہ خلفاء صحابہ کی تعداد آٹھ ہے ان میں سیدنا مروان بھی شامل ہیں وہ حضرت عبداللہ بن زبیر کے ہم عمر ہیں بلکہ بعض روایات کے مطابق ان سے عمر میں بڑے ہیں ۔ حافظ ابنِ حجرؒ لکھتے ہیں ۔ لَہٗ رویۃ (بدرالساری) یعنی امیر مروان نے نبی علیہ السلام کو دیکھا تھا ۔ وکان مروان قد لحق النبی صلی اللہ علیہ وسلم (تاریخ خمیس ج ۲ ص ۳۰۳) یعنی امیر مروان نے نبی علیہ السلام سے ملاقات کی ــــ علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں ھو صحابی عند طائفۃ کثیرۃ یعنی کثیر جماعت کے نزدیک وہ صحابی ہیں ۔ علامہ ظفر احمد عثمانی "براءۃ عثمان" ص ۳۸ پر لکھتے ہیں ۔ حافظ ابن حجرؒ نے تہذیب التہذیب میں ان کو رجال بخاری اور سنن اربعہ کے رواۃ میں شمار کیا ہے اور صحابہ میں ان کا شمار قسم ثانی میں یعنی ان صحابہ میں کیا ہے جنہوں نے نبی کریم کو دیکھا ہے ۔ مگر سماع ثابت نہیں ــــ بہرحال ان کے صحابی ہونے میں اختلاف نہیں ہے ۔ اگر صرف رویت کو صحابیت کے لئے کافی سمجھا جائے اور یہی جمہور کا قول ہے تو اب لوگوں کے اقوال پر التفات نہ کیا جائے گا جو ان میں کلام کرتے ہیں ۔ فان الصحابۃ کلھم عدول ۔ بیشک تمام صحابہ عادل یعنی سچے دیندار اور قابل اعتماد ہیں ۔"

الجوابُ

جناب مروان کے صحابی ہونے میں اختلاف ہے اور صحابی ہونے کے لئے جو حضرات رویت کو کافی سمجھتے ہیں یہ بھی جمہور کا قول نہیں بلکہ ایک جماعت کا قول ہے چنانچہ (۱) حافظ ابن حجر عسقلانیؒ لکھتے ہیں :۔ واطلق جماعۃ ان من رای النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فھو صحابی (الاصابۃ جلد اول ص ۷) :۔ اور ایک جماعت کے نزدیک وہ مسلمان صحابی ہے جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیا ۔

(۲) حافظ ابن حجر عسقلانی نے جن حضرات کو قسم ثانی میں شمار کیا ہے ان کے متعلق لکھتے ہیں کہ جو بچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں پیدا ہوئے ہیں غالباً ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا جاتا تھا ۔ تو جناب مروان بھی چونکہ ۲ھ وغیرہ میں پیدا ہوئے ہیں اس لئے احتمال ہے کہ ان کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا ہوگا (مقدمۃ الاصابۃ ص ۵) لیکن اس سے یقیناً یہ نہیں کہا جا سکتا کہ جناب مروان کو یہ نعمت نصیب ہوئی ہو ۔

(۳) خود حافظ ابن حجر عسقلانی مروان کے ترجمہ میں لکھتے ہیں :۔ قال البخاری لم یر النبی صلی اللہ علیہ وسلم" (تہذیب التہذیب جلد ۱۰ ص ۹۲) :۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ مروان نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا ــ "

(۴) امام ذہبیؒ متوفی ۷۴۸ھ لکھتے ہیں :ــ قال البخاری لم یر النبی صلی اللہ علیہ وسلم قلت روی عن بسرۃ وعن عثمان ۔ ولہ اعمال موبقۃ نسال اللہ السلامۃ رمی طلحۃ بسھم وفعل ما فعل (میزان الاعتدال جلد ۴ ص ۸۹) :ــ امام بخاری نے کہا کہ مروان نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا ۔ میں کہتا ہوں کہ انہوں نے حضرت بسرۃ اور حضرت عثمان سے روایت کی ہے اور ان کے اعمال مہلک ہیں ہم اللہ سے ان سے سلامتی مانگتے ہیں اور انہوں نے کیا جو کچھ کیا ۔" جب امام بخاری فرماتے ہیں کہ مروان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رویت نصیب نہیں ہوئی اور امام ذہبی فرماتے ہیں کہ ان کے اعمال مہلک تھے وغیرہ ۔ تو اب یہ کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ جناب مروان کے صحابی ہونے میں اختلاف نہیں ہے اور ان کا صحابی ہونا متفق علیہ ہے ۔

(۵) حافظ ابن حجر مکی متوفی ۹۷۴ھ لکھتے ہیں :۔ شیخ الاسلام نے لکھا ہے کہ اکابر تابعین اور فقہائے تابعین نے

جو حضرت معاویہؓ سے روایت کی ہے ان میں مروان بن حکم بھی ہے الخ (تنویر الایمان ترجمہ تطہیر الجنان ص۴۳ انجم لکھنؤ ۲۱ رمضان المبارک ۱۳۴۹ھ)

اگر جناب مروان کی صحابیت میں اختلاف نہ ہوتا تو ابن سعد طبقات میں ان کو تابعین میں کیوں شمار کرتے (ملاحظہ ہو طبقات ابن سعد جلد پنجم) اور یہاں یہ بھی ملحوظ رہے کہ جناب مروان کی مدت خلافت صرف ۹ ماہ اور چند دن ہے۔

(۵) امام سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:- امام ذہبی کا بیان ہے کہ مروان کو خلیفہ نہ کہا جائے، کیونکہ وہ باغی تھا۔ اور اس نے عبداللہ بن زبیرؓ پر خروج کیا تھا اور اس کی بغاوت ہی کی وجہ سے اس کا ولی عہد مقرر کرنا بھی درست اور جائز نہیں۔ البتہ عبداللہ بن زبیرؓ کی شہادت کے بعد عبدالملک (ابن مروان) کی خلافت درست ہوسکتی ہے (تاریخ الخلفاء مترجم ص۲۴۳)۔ حضرت عبداللہ بن زبیر یقیناً جلیل القدر صحابی ہیں۔ آپ کے دور خلافت میں جناب مروان کا خلیفہ بننا کیونکر جائز ہو سکتا ہے۔ حضرت امیر معاویہؓ کے لئے تو قصاص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی وجہ سے ایک معذوری تھی اور حکمین کے فیصلہ کے بعد ان کے لئے کچھ اجتہادی بات ہوسکتی تھی۔ لیکن جناب مروان کے لئے تو حضرت ابن زبیرؓ کے مقابلہ میں خلافت کا دعویٰ کرنا کسی شرعی عذر پر مبنی نہ تھا۔

(۶) صاحب مشکوٰۃ المصابیح الشیخ ولی الدین رحمۃ اللہ علیہ مروان کے ترجمہ میں لکھتے ہیں۔ وُلِدَ علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم قیل سنة اثنتین من الهجرة وقیل عام الخندق وقیل غیر ذلك فلم یرَ النبی صلی الله علیه وسلم لان النبی صلی الله علیه وسلم نفاه الی الطائف فلم یزل بها حتی ولی عثمانؓ فرده الی المدینة فقدمها وابنه معه الخ (اکمال فی اسماء الرجال):- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ۲ھ میں پیدا ہوئے اور بعض کے نزدیک جنگ خندق کے سال پیدا ہوئے۔ مگر انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے والد حکم کو طائف کی طرف نکال دیا تھا۔ پھر وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بننے تک وہاں ہی رہے پھر حضرت عثمان نے ان کو مدینہ میں واپس بلا لیا اور حکم مدینہ میں آئے اور ان کے ساتھ ان کا بیٹا (یعنی مروان) بھی تھا"

(۷) حافظ ابن کثیر محدث متوفی ۷۷۴ھ جناب مروانؒ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:- هُوَ صحابی عند طائفة کثیرة لانه وُلِدَ فِی حَیَاةِ النبی صَلَّی الله عَلَیْهِ وَسَلَّمَ (البدایه والنهایه ج ۸ ص۲۵۷):- کثیر جماعت کے نزدیک وہ صحابی ہیں کیونکہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں پیدا ہوئے ہیں"۔ لیکن اس کے بعد حافظ ابن کثیر یہ بھی لکھتے ہیں:- وَذکره ابن سعد فی الطبقة الاولی من التابعین:- اور ابن سعد نے ان کا ذکر تابعین کے طبقہ اولیٰ میں کیا ہے۔

(۸) امام ابن عبدالبر متوفی ۴۶۳ھ مروان کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:- ولم یره لانه خرج الی الطائف طفلا لا یعقل وذلك ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کان قد نفا اباه الحکم الیها فلم یزل بها حتیٰ ولی عثمان رضی الله عنه فرده عثمان فقدم المدینة هو وولده فی خلافة عثمانؓ الخ (الاستیعاب حاشیة الاصابة جلد ۳)

:- اور مروان نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے والد کو طائف کی طرف

نکال دیا تھا اور اس وقت مروان چھوٹے بچے تھے جو شعور نہیں رکھتے۔ اور حضرت عثمانؓ کے خلیفہ ہونے تک وہ طائف میں ہی رہے پھر حضرت عثمان نے ان کے والد حکم کو مدینہ واپس بلا لیا اور حضرت عثمان کے دور خلافت میں مروان اپنے والد کیساتھ مدینہ آئے۔"

(۹) حافظ ابن حجر عسقلانی الاصابہ قسم ثانی میں جناب مروان کے ترجمہ میں بھی لکھتے ہیں :۔ لکن لم ار من جزم بصحبته فکانه لم یکن حینئذٍ ممیزاً ومن بعد الفتح اخرج ابوه الی الطائف وهو معه فلم یثبت له ازید من الرؤیة" لیکن مجھے معلوم نہیں کہ کسی نے یقین کے ساتھ کہا ہو کہ ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت حاصل ہے گویا کہ وہ اس وقت سن تمیز و شعور کو نہیں پہنچے تھے اور فتح مکہ کے بعد ان کے والد کو طائف کی طرف نکال دیا تھا اور وہ (یعنی مروان) اس کے ساتھ تھے۔ اور اس سے زیادہ کوئی بات ثابت نہیں ہوئی کہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رویت حاصل ہے۔ اس کے بعد لکھتے ہیں :۔ وانکر بعضهم ان یکون له رؤیة ومنهم البخاری :۔ اور ان میں سے بعض نے ان کی روایت کا بھی انکار کیا ہے جن میں سے ایک امام بخاری ہیں الخ

(۱۰) رئیس المحدثین حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ متوفی ۱۲۳۹ھ ۱۸۲۴ء لکھتے ہیں :۔ ہاں بخاری میں مروان سے البتہ روایت آئی ہے باوجودیکہ وہ نواصب میں سے تھا۔ بلکہ اس بدبخت گروہ کا سرغنہ اور سربراہ تھا لیکن اس روایت میں بھی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی روایت کا مدار امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ پر رکھا ہے اور ان ہی پر روایت کو ختم کیا ہے۔ اگر امام ہی مروان سے خود روایت کریں تو پھر امام بخاری کو اس سے بچنے اور احتراز کرنے کا کب حق ہے اس کے باوجود امام بخاری نے تنہا مروان سے کسی بھی جگہ روایت نہیں کی بلکہ مسعود بن مخرمہ یا دوسرے کو اس کے ساتھ لائے ہیں اور یہ بات پہلے ہم لکھ چکے ہیں کہ اگر کوئی منافق یا بدعتی نقل حدیث میں اہل حق کے ساتھ موافق ہو تو اس کی روایت لینے میں کوئی قباحت نہیں اور پھر بخاری میں اس کی صرف دو روائتیں ہیں الخ

(تحفہ اثنا عشریہ اردو ص۳۹۰ ناشر دارالاشاعت مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی ۱)

خلاصہ کلام جناب مروان کے متعلق جب امام بخاری۔ حافظ ابن حجر عسقلانی۔ امام ابن عبدالبر۔ امام سیوطی۔ امام ذہبی حافظ ابن حجر مکی، شیخ ولی الدین مؤلف مشکوٰۃ اور ابن سعد وغیرہ محدثین و مؤرخین یہ وضاحت کرتے ہیں کہ ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رویت نصیب نہیں ہوئی۔ اور وہ صحابی نہیں ہیں۔ اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی تو ان کو نواصب کا سرغنہ قرار دیتے ہیں تو پھر یہ بات کیونکر قابل تسلیم ہو سکتی ہے کہ ان کے صحابی ہونے میں اختلاف نہیں ہے اور جب ان کا صحابی ہونا متفق علیہ ہی نہیں تو سات متفق علیہ صحابہ خلفاء کے ساتھ ان کو کیونکر شامل کر سکتے ہیں اب مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب پر لازم ہے کہ وہ خلافت راشدہ جنتری کے ٹائیٹل پر چھ خلفاء صحابہ کے نام کے ساتھ حضرت عبداللہ بن زبیر کا نام بھی لکھ دیا کریں ورنہ یہ سمجھا جائے گا کہ محمود احمد عباسی کی طرح آپ بھی حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے متعلق دل میں کدورت رکھتے ہیں۔

کیا حضرت معاویہؓ آیت استخلاف کا مصداق ہیں

جنتری کے زیر بحث مضمون میں لکھتے ہیں کہ قاضی صاحب کے پاس صرف دو دلیلیں ہیں (۱) آیت استخلاف (۲) حدیث الخلافة بعدی ثلثون سنة" ان دونوں دلائل کا تجزیہ پیش خدمت ہے۔ جہاں تک آیت استخلاف کا تعلق ہے اس میں بیان کردہ اوصاف سے متصف اصحاب پیغمبر کی خلافت راشدہ اس کا اولین مصداق ہے لیکن چونکہ

قرآن مجید ھُدًی لِّلنَّاسِ ہے اس لئے کوئی وجہ نہیں کہ اس عموم کو خصوص میں تبدیل کر کے یہ دعوی کیا جائے کہ آیت میں بیان کردہ وعدہ خلافت نبی کریم کے بعد صرف تیس برس کے لئے تھا۔ علامہ محمد العربی اپنی کتاب "اتحاف ذوی النجابۃ بما فی القرآن والسنۃ من فضائل الصحابۃ" مطبوعہ قاہرہ صفحہ پر لکھتے ہیں۔ الوعد بالاستخلاف فی الارض فی ھذہ الآیۃ عام عند المحققین۔ یعنی اس آیت میں استخلاف فی الارض کا وعدہ محققین کے نزدیک عام ہے۔

قاضی صاحب زیر تبصرہ کتابچہ صفحہ ۱۲ پر لکھتے ہیں مِنکُم سے ثابت ہوا کہ خلیفہ بنانے کا وعدہ ان مومنین صالحین سے ہے جو اس آیت کے نزول کے وقت موجود تھے اور اس وقت امیر معاویہؓ اسلام میں داخل نہیں ہوئے تھے۔ کیونکہ آیت استخلاف سورۃ النور کی ہے اور یہ سورۃ غزوۂ بنی المصطلق کے بعد نازل ہوئی اور اس میں اختلاف ہے کہ یہ غزوہ ۵ھ میں ہوا یا چھ ہجری کے نصف آخر میں۔ اور ظاہر ہے حضرت امیر معاویہؓ اس کے بعد اسلام لائے۔ لہٰذا حضرت امیر معاویہؓ اس آیت استخلاف کا مصداق نہیں بن سکتے"۔ بقول قاضی صاحب سورۃ النور کا نزول ۵ھ کے آخر میں یا ۶ھ اوائل میں ہے کیا یہ ضروری ہے کہ کسی سورۃ کی تمام آیات ایک ساتھ ہی نازل ہوتی ہوں۔ بہرحال اب یہ دیکھنا ہے کہ حضرت معاویہؓ کب اسلام لائے اور کیا وہ آیت استخلاف کے مصداق بنتے ہیں یا کہ نہ۔ امام اہل سنت مولانا عبدالشکور لکھنوی لکھتے ہیں معاویہ بن ابی سفیان قریشی اموی صلح حدیبیہ کے سال اسلام لائے اور ان کے والد فتح مکہ میں مسلمان ہوئے (ازالۃ الخفاج اول صفحہ ۳۴۲ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔ مفتی احمد یار خان صاحب گجراتی اپنی کتاب "امیر معاویہؓ" صفحہ ۳۸ پر لکھتے ہیں:- صحیح یہ ہے کہ امیر معاویہؓ خاص صلح حدیبیہ کے دن اسلام لائے۔ امیر معاویہؓ کے صلح حدیبیہ کے دن ایمان لانے کی دلیل وہ حدیث ہے جو امام احمد نے امام باقر بن امام زین العابدین بن امام حسینؓ سے روایت فرمایا کہ امام باقر سے عبداللہ بن عباس نے فرمایا اور ان سے امیر معاویہؓ نے فرمایا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام سے فارغ ہوتے وقت حضور کے سر مبارک کے بال کاٹے مروہ پہاڑ کے پاس۔ نیز وہ حدیث بھی دلیل ہے جو بخاری شریف میں بروایت طاؤس عبداللہ بن عباس سے ہے کہ آپ کی یہ حجامت کرنے والے امیر معاویہؓ ہیں اور ظاہر یہ ہے کہ یہ حجامت عمرۂ قضا میں واقع ہوئی جو صلح حدیبیہ سے ایک سال بعد ۷ھ میں ہوا۔ کیونکہ حجۃ الوداع میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قران کیا اور قارن مروہ پر حجامت نہیں کراتے بلکہ منیٰ میں دسویں ذی الحجہ کو کراتے ہیں۔

نیز آپ نے حجۃ الوداع میں بال نہیں کٹوائے تھے بلکہ سر منڈایا تھا۔ ابو طلحہ نے حجامت کی تھی تو لامحالہ امیر معاویہؓ کا آپ کے سر مبارک کے بال تراشنا عمرۂ قضا میں فتح مکہ سے پہلے ہوا۔ معلوم ہوا کہ امیر معاویہؓ فتح مکہ سے پہلے ایمان لاچکے تھے ہمارے مورخین علماء بالخصوص قاضی صاحب کا اس پر بس نہیں چل رہا ہے کہ امیر معاویہؓ کی پوزیشن کو کس طرح گرایا جائے کبھی تو یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ وہ فتح مکہ کے بعد ایمان لائے کبھی ایمان کا قبل از فتح اقرار کیا جاتا ہے۔ لیکن کتمان ایمان کا الزام قائم کر دیا جاتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ جب امیر معاویہؓ نے عمرۃ القضاء میں مروہ کے مقام پر آپ کے بال تراشے تو اخفاء ایمان کہاں باقی رہ گیا۔ گویا ان کا ایمان سانپ کے منہ میں چھچھوندر کی مثل بن گیا نہ اگلتے بنتی ہے نہ نگلتے بنتی ہے۔ اسی لئے سمجھدار افراد نے اتنا کہہ کر جان چھڑالی کہ اسلم قبل الفتح۔ اس کے بعد آخر میں لکھتے ہیں کہ اس بحث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت معاویہؓ آیت استخلاف کے مصداق تھے اور آیت مذکورہ کے بیان کردہ اوصاف کے حامل تھے یہ اس صورت میں ہے کہ قاضی صاحب کا یہ دعوی تسلیم کیا جائے کہ سورۃ النور غزوۂ بنی المصطلق کے

کے بعد نازل ہوئی۔ اور یہ غزوہ ۶ھ کے نصف آخر میں پیش آیا۔ جبکہ قاضی صاحب کا سورۃ النور کے متعلق یہ دعویٰ بھی محل نظر ہے کہ سورۃ النور ۹ھ کے شروع میں نازل ہوئی نہ کہ ۶ھ میں علمائے تفسیر نے مکی اور مدنی سورتوں کی جو ترتیب باعتبار نزول کے دی ہے۔ اس کے مطابق مکی سورتوں کی تعداد ۸۳ ہے اور مدنی سورتوں کی تعداد ۳۱ ہے ان کی ترتیب نزولی میں بھی کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اس ترتیب کے مطابق سورۃ النور کے نزول کا نمبر (مدنی سورتوں میں) ۱۹ ہے جبکہ ۱۸ پر سورۃ اذا جاء نصر اللہ اور ۲۰ پر الحج ہے۔ (ماخوذ از نظرات فی القرآن للشیخ محمد الغزالی طبع دوم مصر ۱۳۸۲ھ) علامہ جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب الاتقان میں بیہقی کی دلائل نبوت کے حوالے سے حضرت عکرمہ کی تحقیق اور حضرت عبداللہ بن عباس کی یہی تحقیق نقل کی ہے۔ الاتقان فی علوم القرآن اردو ترجمہ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی ج ۱ ص ۱۹/۲)

بہرحال اس تفصیل سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔ ایک تو یہ کہ مدنی سورتوں کے نزول کے اعتبار سے سورۃ النور کا نمبر ۱۹ ہے اور یہ سورۃ اذا جاء نصر اللہ نمبر ۱۸ کے بعد اور سورۃ الحج نمبر ۲۰ سے پہلے نازل ہوئی تھی اور اس پر پوری امت کا اتفاق ہے کہ حج ۹ھ میں فرض ہوا ہے اور فتح مکہ ۸ھ میں ہوا۔ اذا جاء نصر اللہ کا نزول متفقہ طور پر فتح مکہ کے بعد ہوا ہے بلکہ بخاری کی ایک روایت سے تو اس پر روشنی پڑتی ہے کہ سورۃ اذا جاء نصر اللہ کا نزول ۹ھ ہی کا ہے (صحیح بخاری تفسیر اذا جاء نصر اللہ) اور سورۃ النور تو اذا جاء نصر اللہ کے بعد نازل ہوئی ہے لہٰذا اس کا نزول ۹ھ میں ہی ہو سکتا ہے الخ

الجواب

زیر بحث مضمون میں کئی مباحث ہیں (۱) حضرت معاویہؓ کب اسلام لائے (۲) کیا حضرت معاویہؓ مہاجرین میں ہیں (۳) سورہ النور کس سال نازل ہوئی (۴) کیا حضرت معاویہؓ آیت استخلاف کا مصداق نہیں

جنتری والوں کا دعویٰ ہے کہ :- سورۃ النور کا نزول ۹ھ ہی میں ہو سکتا ہے" لیکن ان کا یہ دعویٰ غلط ہے، شیخ محمد الغزالی کی کتاب "النظرات فی قرآن" تو ہمارے پاس نہیں ہے اور اتقان میں ترتیب نزول کے متعلق جو بحث لکھی ہے اس میں مختلف اقوال لکھے ہیں جن میں شدید اختلاف پایا جاتا ہے۔ (۱) ایک ترتیب یہ ہے نمبر (۱) سورۃ البقرہ۔ نمبر ۱۶۔ اذا جاء نصر اللہ نمبر ۱۷۔ سورۃ الحج۔ اور آخری نمبر ۲۷ میں سورۃ البرآءت یعنی سورۃ التوبہ ہے۔ اس میں سورۃ النور کا نام نہیں ہے جو غالباً سہو کتابت ہے (الاتقان طبع مصر ص۱۱)

(۲) دوسری ترتیب کتاب فضائل قرآن کے حوالہ سے یہ لکھی ہے :- نمبر (۱) سورۃ البقرہ۔ نمبر (۷) سورۃ الحج۔ نمبر (۸) سورۃ النور اور نمبر (۲۵) اذا جاء نصر اللہ۔ (۳) اور تیسری ترتیب یہ لکھی ہے :-

نمبر (۱) سورۃ البقرہ۔ نمبر (۸) سورۃ الحج۔ نمبر (۹) سورۃ النور۔ اور آخری نمبر (۲۵) اذا جاء نصر اللہ (ایضاً اتقان ص۱۱) (۴) اور چوتھی ترتیب یہ لکھی ہے :- نمبر (۱) سورۃ البقرہ۔ نمبر (۸) سورۃ النور۔ نمبر (۹) سورۃ الحج اور نمبر (۷) اذا جاء نصر اللہ۔ لیکن اس ترتیب کے بارے میں لکھتے ہیں کہ :- یہ ترتیب محل نظر ہے۔

پہلی ترتیب میں سورۃ الحج نمبر ۱۷ پر ہے۔ اور اذا جاء نصر اللہ نمبر ۱۶ پر ہے۔ اور دوسری ترتیب میں۔ سورۃ الحج نمبر ۷ اور سورۃ النور نمبر ۸ پر ہے۔ اور اذا جاء نصر اللہ ۲۵۔ اور تیسری ترتیب میں سورۃ الحج نمبر ۸ اور سورۃ النور نمبر ۹ پر ہے۔ اور چوتھی ترتیب میں سورۃ النور نمبر ۸ اور سورۃ الحج نمبر ۹ پر ہے۔ لہٰذا جنتری کے مضمون میں یہ لکھنا کہ :- ان کی ترتیب نزولی میں

بھی کوئی اختلاف نہیں ۔ بالکل غلط ہے ۔ علامہ مولانا محمد تقی عثمانی لکھتے ہیں :۔ جزوی طور پر بعض سورتوں یا آیتوں کے بارے میں تو یہ علم ہو جاتا ہے کہ ان کی ترتیب کیا تھی ۔ لیکن پورے قرآن کی ترتیب نزول یقین کے ساتھ بیان نہیں کی جا سکتی الخ (علوم القرآن ص۶۹) اور ان کا یہ لکھنا بھی بالکل غلط ہے کہ :۔ سورۃ النور تو اذا جآء نصر اللہ کے بھی بعد نازل ہوئی ہے ۔ کیونکہ اوپر اتقان کے حوالہ سے جو ترتیب لکھی گئی ہے ۔ اس میں نمبر ۱۶ اذا جآء نصر اللہ ہے اور نمبر ۱ سورۃ الحج اور ایک ترتیب میں سورۃ النور نمبر ۸ ۔ اور نمبر ۵ ۲ ۔ اذا جآء نصر اللہ ہے ۔۔۔ اور پھر تیسری ترتیب میں سورۃ النور نمبر ۸ اور اذا جآء نصر اللہ نمبر ۲۵ ہے ۔ علاوہ ازیں ان کا یہ لکھنا بھی صحیح نہیں کہ ۔ اس پر ساری امت کا اتفاق ہے کہ حج ۵ھ میں فرض ہوا ہے ۔ کیونکہ اس میں بھی اختلاف ہے اور جمہور کا قول یہ ہے کہ حج ۶ھ میں فرض ہوا ہے ۔ چنانچہ شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلویؒ ۶ھ کے واقعات میں لکھتے ہیں کہ :۔ ہجرت کے چھٹے سال میں بقول جمہور حج اسلام فرض ہوا ۔ اور عطاء کی ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ حج اسلام کی فرضیت نویں سال میں ہے جمہور علماء کی دلیل یہ ہے کہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے فرمایا واتموا الحج والعمرۃ للہ (اور تم اللہ کے لئے حج اور عمرے کو پورا کرو) اس آیت کا نزول چھٹے سال میں ہے اور فرماتے ہیں کہ اتمام حج سے مراد اس کے مبادیات کو سرانجام دینا ہے ۔ اس کی تائید علقمہ ، مسروق اور ابراہیم نخعی جو اجلہ تابعین میں سے ہیں کی قراءت بلفظ اقیموا کرتی ہے اور طبرانی نے باسانید صحیحہ اس روایت کو بیان کیا ہے الخ (مدارج النبوۃ مترجم جلد ۲ ص۳۲۲)

(۲) غزوہ خندق ذیقعدہ ۵ھ میں ہوا ہے ۔ اس کے متصل غزوۂ بنی قریظہ ہے ۔ امام قسطلانیؒ غزوۂ قریظہ کے واقعات میں لکھتے ہیں کہ ۔ حافظ مغلطائی وغیرہ نے کہا ہے کہ اس سن میں حج فرض کیا گیا ۔ اور کہا گیا ہے کہ ہجرت کے چھٹے سن میں حج فرض کیا گیا ۔ اکثر علماء نے اس کو صحیح کہا ہے ۔ یہ قول جمہور علماء کا ہے ۔ اور کہا گیا ہے کہ ہجرت کے سن سات میں حج فرض ہوا ہے اور کہا گیا ہے کہ آٹھ میں حج فرض کیا گیا ہے ۔ علماء کی ایک جماعت نے اس کو ترجیح دی ہے ۔ (ترجمہ مواہب اللدنیہ ص۲۶۴)

ثابت ہوا کہ جمہور کے نزدیک ۶ھ میں حج فرض ہوا ہے اور امام قسطلانیؒ نے تو یہاں ۹ھ میں فرضیت حج کا قول لکھا ہی نہیں لیکن جنتری والے کس دیدہ دلیری سے لکھ رہے ہیں کہ :۔ اس پر پوری امت کا اتفاق ہے کہ حج ۹ھ میں فرض ہوا ہے ۔ اتنا بڑا جھوٹ ۔۔۔ العیاذ باللہ ،،

سورۃ النور کا نزول

جنتری میں لکھتے ہیں کہ :۔ بقول قاضی صاحب ۔ سورۃ النور کا نزول ۶ھ کے آخر میں یا ۷ھ کے اوائل میں ممکن ہے ،،

(الجواب)

میں نے ۷ھ کا تو لکھا ہی نہیں ۔ بلکہ میں نے تو یہ لکھا ہے کہ :۔ یہ آیت استخلاف سورۃ النور کی ہے اور یہ سورۃ غزوۂ بنی المصطلق کے بعد نازل ہوئی ہے جبکہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ افک پیش آیا تھا ۔ اور اس میں اختلاف ہے کہ یہ غزوہ ۵ھ میں ہوا تھا یا ۶ھ کے نصف آخر میں الخ تو کیا مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب فاروقی کے نزدیک ۶ھ کا نصف آخر ۷ھ میں داخل ہو جاتا ہے ۔ سورۃ النور میں چونکہ واقعہ افک کے سلسلہ میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ کی برأت کے لئے متعدد آیات نازل ہوئی ہیں اور اس سورۃ میں پردے کے احکام بھی ہیں اس لئے علامہ شبلی نعمانی ۵ھ کے واقعات میں لکھتے ہیں کہ :۔ اس سال کی تاریخ مذہبی میں سب سے اہم واقعات عورتوں کے متعلق متعدد اصلاحی احکام کا نزول ہے ۔ (سیرت النبی حصہ اول ص۴۴۵)

(۲) قاضی محمد سلیمان صاحب منصور پوری آیت استخلاف کے متعلق لکھتے ہیں کہ :- آیت کا نزول ۵ھ میں ہوا ہے۔ کیونکہ اس سورۃ النور میں واقعہ افک بھی درج ہے جو اتفاق علمائے سیر ۵ھ کا واقعہ ہے۔ اس لئے معلوم ہوا کہ اس وعدہ میں وہ لوگ شامل ہیں جو ۵ھ سے پہلے ایمان لائے ہوئے تھے۔ اسی لئے آمنوا اور عملوا ماضی کے صیغے استعمال کئے گئے ہیں اس وعدہ کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اگر کوئی ایسا شخص جس کا اسلام یا ولادت نزول آیت ہذا کے بعد ہوئی امروہ خلافت راشدہ (جس کا تقرر بارگاہ الٰہی سے ہوا ہے) کا دعویٰ کرے تو اس کا دعویٰ صحیح نہ ہوگا" (رحمۃ للعالمین جلد ۳ ص ۲۹۶)

فرمایئے سورۃ النور ۵ھ میں نازل ہوئی ہے۔ اور اگر ۶ھ کے نصف آخر میں نازل ہوئی ہے تو بھی بہر حال اس سورۃ کا نزول صلح حدیبیہ سے پہلے کا ہے، اور یہ قول کسی کا بھی نہیں ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ صلح حدیبیہ سے پہلے اسلام لائے تھے۔ تو پھر حضرت امیر معاویہؓ آیت استخلاف کا مصداق کس طرح بن سکتے ہیں۔ جس کیلئے مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب وغیرہ خون پسینہ ایک کر رہے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ کسی مفسر نے بھی حضرت امیر معاویہؓ کو آیت استخلاف کا مصداق نہیں قرار دیا۔ اگر کوئی ثبوت ہے تو پیش فرمائیں اور قاضی محمد سلیمان صاحب منصور پوری بھی یہی لکھ رہے ہیں اور آیت استخلاف کا مصداق خلفائے اربعہ ہی کو قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ قرآنی پیش گوئیوں کے سلسلہ میں پہلی پیش گوئی کے تحت لکھتے ہیں۔ پہلی پیشگوئی خلافت راشدہ کے متعلق جس میں خلافت راشدہ کے متعلق علامات بھی واضح طور پر بیان فرمائی گئی ہیں اور یہ ایک پیشگوئی دراصل چھ پیشگوئیوں کا مجموعہ ہے الخ۔ اسی سلسلے میں لکھتے ہیں۔

:- اب مومنین صالحین امت محمدیہ کے ساتھ وعدہ ہوا تو بھی یہی فرمایا۔ لیستخلفنھم۔ یعنی اللہ ان کو خلیفہ بنائیگا اس سے ایک تو یہ ثابت ہو گیا کہ خلفائے راشدین کا نام قرآن مجید میں رکھا گیا ہے"۔ اور آخر میں قاضی صاحب موصوف لکھتے ہیں :- لہٰذا مسلمانوں کا یہ مذہب کہ خلافت راشدہ کے والی ابوبکر۔ عمر۔ عثمان و علی رضی اللہ عنہم چار مقدس ہستیاں ہیں یا بہ شمولیت امام حسن رضؓ پانچ ہیں بالکل صحیح ثابت ہے الخ (رحمۃ للعالمین جلد ۳ ص ۲۹۵ ص ۲۹۹)

بقول بعضے حضرت امام حسنؓ کو خلفائے راشدین میں کیوں شامل کیا گیا ہے اس کی بحث بعد میں آئیگی۔ ان شاء اللہ تعالےٰ مفسرین حضرات نے عموماً آیت استخلاف کا مصداق خلفائے اربعہ (چار یار) ہی کو قرار دیا ہے۔ چنانچہ خارجی فتنہ حصہ اول میں امام رازی امام قرطبی اور قاضی ابوبکر بن العربی کی عبارتیں میں نے نقل کر دی ہیں اور امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی نے آیت استخلاف کی مفصل بحث میں متعدد تفاسیر کی عبارتیں نقل کر دی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آیت استخلاف کا مصداق خلفائے اربعہ ہیں۔

حضرت معاویہؓ کب اسلام لائے

جنتری میں لکھتے ہیں :- امام اہل سنت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی لکھتے ہیں :- معاویہؓ بن ابی سفیان قریشی اموی صلح حدیبیہ کے سال اسلام لائے اور ان کے والد فتح مکہ میں مسلمان ہوئے" (ازالۃ الخفاء جلد اول ص ۴۲ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی) مفتی احمد یار خان صاحب گجراتی (بریلوی) اپنی کتاب امیر معاویہؓ ص ۳۸ پر لکھتے ہیں :- صحیح یہ ہے کہ امیر معاویہؓ خاص صلح حدیبیہ کے دن اسلام لائے الخ۔

الجواب

(۱) صلح حدیبیہ کے دن اسلام لانے کا قول مرجوح ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ تشریف نہیں لے جا سکے اور صلح حدیبیہ کے بعد واپس مدینہ تشریف لے آئے ان حالات میں حضرت معاویہؓ کا مکہ میں اسلام لانے کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ اگر ان کو اس موقعہ پر ایمان کی دولت نصیب ہوئی بھی ہے تو سورۃ النور تو اس سے پہلے نازل ہو چکی تھی جس میں نزول آیت کے وقت کے مومنین

صالحین کو خلافت دینے کا وعدہ ہے علاوہ ازیں حضرت معاویہؓ ان حالات میں اسلام کا اظہار کر ہی نہیں سکتے تھے اور اگر کرتے تو ان کے والد ابو سفیان ان کو طرح طرح کی ایذائیں دیتے حالانکہ اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے اگر حدیبیہ کے بعد اور فتح مکہ سے پہلے آپ نے اسلام قبول کیا ہے تو اس کا اظہار نہیں کیا جیسا کہ بعض محدثین کا قول ہے اور صحیح اور مشہور قول یہی ہے کہ آپ فتح مکہ کے موقع پر اسلام لائے ہیں۔ واللہ اعلم۔

(۲) عمرۃ القضاء ذی قعدہ ۷ھ میں ہوا ہے۔ اس کے متعلق بعض نے لکھا ہے کہ اس موقعہ پر حضرت معاویہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بال تراشے تھے۔ لیکن امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ حضرت معاویہؓ نے اس عمرۃ القضاء میں نہیں بلکہ عمرہ جعرانہ میں بال تراشے ہیں جو فتح مکہ کے بعد ہوا ہے چنانچہ لکھتے ہیں :۔ فلا یجوز حمل تقصیر معاویۃ علی حجۃ الوداع ولا یصح حملہ ایضاً علی عمرۃ القضاء الواقعۃ سنۃ سبع من الھجرۃ لان معاویۃ لم یکن یومئذ مسلما انما اسلم یوم الفتح سنۃ ثمان ھذا ھو الصحیح المشھور" (نووی شرح مسلم جلد اول باب العمرہ ص۴۰۶) :۔ یہ کہنا جائز نہیں ہے کہ حضرت معاویہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بال حجۃ الوداع میں تراشے تھے اور نہ ہی یہ صحیح ہے کہ انہوں نے عمرۃ القضاء میں بال تراشے تھے جو ۷ھ میں ہوا۔ کیونکہ حضرت معاویہؓ اس وقت مسلمان نہ تھے۔ وہ ۸ھ میں فتح مکہ کے دن اسلام لائے تھے اور یہی صحیح اور مشہور ہے"۔ گو حافظ ابن حجر مکی نے تطہیر الجنان میں یہ لکھا ہے کہ عمرۃ القضاء ۷ھ میں حضرت معاویہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بال تراشے تھے لیکن اس قول کے مطابق بھی حضرت معاویہؓ آیت استخلاف کا مصداق نہیں بن سکتے کیونکہ سورۃ النور تقریباً اس سے دو سال پہلے نازل ہو چکی تھی۔

(۳) حافظ ابن حجر عسقلانی حضرت معاویہؓ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں :۔ أسلم یوم الفتح وقیل قبل ذلک (تہذیب التہذیب جلد ۱۰ ص۲۰۷) :۔ آپ فتح مکہ کے دن اسلام لائے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے پہلے اسلام لائے تھے۔ (ب) حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں :۔ وحکی الواقدی انہ اسلم بعد الحدیبیۃ وکتم اسلامہ حتی اظھرہ عام الفتح وانہ کان فی عمرۃ القضاء مسلما الخ (الاصابۃ جلد ۳ ص۴۳۳) :۔ اور واقدی نے یہ بیان کیا ہے کہ آپ حدیبیہ کے بعد اسلام لائے اور اپنا اسلام چھپایا حتی کہ آپ نے فتح مکہ کے دن اپنا اسلام ظاہر کیا اور آپ عمرۃ القضاء (۷ھ) میں مسلمان تھے"۔

(۴) امام ابن عبد البر حضرت معاویہ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں :۔ کان ھو وابوہ واخوہ من مسلمۃ الفتح وقد روی عن معاویۃ انہ قال اسلمت یوم القضیۃ ولقیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم مسلماً۔ قال ابو عمر معاویۃ وابوہ من المؤلفۃ قلوبھم (الاستیعاب ص۳۹۵ حاشیۃ الاصابۃ) :۔ حضرت معاویہؓ آپ کے والد اور بھائی فتح مکہ کے دن اسلام لانے والوں میں سے ہیں۔ اور حضرت معاویہؓ سے یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں عمرۃ القضاء ۷ھ میں اسلام لایا تھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسلمان ہونے کی حالت میں زیارت کی تھی۔ اور ابو عمر (امام ابن عبد البر) فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہؓ اور آپ کے والد (حضرت ابو سفیان) مؤلفۃ القلوب میں سے ہیں"

(۵) نواب صدیق حسن خان صاحب بھوپالی (جو اہل حدیث کے پیشوا ہیں) غزوۂ احد کے سلسلہ میں لکھتے ہیں :۔

وسرگروہ مشرکان دریں غزوہ ابوسفیان پدر معاویہ بود و اسلام ایں ہر دو در فتح مکہ است۔

(حضرت) معاویہؓ کے والد (حضرت) ابو سفیانؓ تھے۔ اور یہ دو تو فتح مکہ کے دن اسلام لائے۔

(۹) مولانا عبدالعزیز صاحب فرہاروی (جنہوں نے حضرت معاویہؓ کے دفاع میں کتاب :- الناهيه عن مطاعن امیرالمومنین معاویہؓ لکھی ہے) اپنی مشہور کتاب النبراس شرح شرح العقائد میں حضرت معاویہؓ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں۔

اسلم یوم فتح مكة و قال بعضهم اسلم قبله ولكن كتم اسلامه خوفا من ابیه (ص۳۵۵) آپ فتح مکہ کے دن اسلام لائے اور بعض کہتے ہیں کہ اس سے پہلے اسلام لائے لیکن آپ نے اپنے والد کے خوف سے اپنا اسلام چھپائے رکھا۔

(۷) حافظ ابن حجر محدث مکی مصنف الصواعق المحرقہ نے ارشاد ہمایوں کی درخواست پر حضرت امیر معاویہؓ کے فضائل میں ایک کتاب تطہیر الجنان تصنیف کی ہے اور امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی نے تنویر الایمان کے نام سے اس کا ترجمہ لکھا ہے۔ اس کتاب میں حافظ ابن حجرؒ مکی حضرت معاویہؓ کے اسلام لانے کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:-

اگر کہا جائے کہ انہوں نے جو اپنا اسلام چھپایا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ ہجرت نہیں کی یہی خود بڑا نقص ہے تو میں جواب دوں گا کہ یہ بہ حالت میں نقص نہیں ہے اس لئے کہ خود حضرت عباسؓ عم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا تھا۔ بدر میں اسلام لے آئے تھے مگر اپنے اسلام کو فتح مکہ تک پوشیدہ رکھا۔ اگر یہ نقص ہے تو حضرت عباسؓ کے لئے بدرجہ اولی نقص ہونا چاہیئے کیونکہ انہوں نے تقریبا چھ سال تک اپنا اسلام چھپایا۔ اور حضرت معاویہؓ نے تو تقریبا ایک ہی سال چھپایا۔ مگر کسی نے اس بات کو حضرت عباسؓ کے لئے نقص نہیں سمجھا کیونکہ وہ معذور تھے اسی طرح حضرت معاویہؓ نے جو چھپایا تو وہ بھی معذور تھے۔ اور ہجرت تو اس وقت واجب ہوتی ہے جب کوئی معذور نہ ہو، اور ایک معذوری یہ بھی ہوسکتی ہے کہ وجوب ہجرت کا علم نہ ہو، اور یہ بھی ایک روایت ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ کی والدہ نے حضرت امیر معاویہؓ سے کہا تھا کہ اگر تم ہجرت کر کے جاؤ گے تو ہم تمہارا نفقہ بند کر دیں گے۔ یہ معذوری تو بالکل ظاہر ہے بس اگر کوئی کہے کہ واقدی کا یہ بیان کہ حضرت معاویہؓ قبل فتح کے اسلام لائے تھے اس حدیث کے مخالف ہے جو حضرت سعد بن ابی وقاص سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ ایام حج میں عمرہ ہم نے کیا ہے اور اس وقت معاویہؓ کافر تھے تو اس کا جواب ہم یہ دیں گے کہ کوئی مخالفت نہیں ہے کیونکہ جب مان لیا گیا کہ حضرت معاویہؓ نے اپنا اسلام پوشیدہ رکھا تھا تو ممکن ہے کہ حضرت سعد ان لوگوں میں ہوں جو حضرت معاویہؓ کے اسلام سے بے خبر تھے لہذا وہ اپنے علم کے موافق اور ظاہر حال کے موافق حضرت معاویہؓ کو اس وقت تک کافر سمجھتے تھے۔ باقی رہا فتح مکہ میں ان کا اسلام لانا اس میں کسی کا اختلاف نہیں اور اس دن بالاتفاق ان کے والدین اور ان کے بھائی یزیدؓ بھی اسلام لائے تھے۔ (ص۱۱)

جو محققین اہل سنت حضرت معاویہؓ کے دفاع میں مستقل کتابیں لکھنے والے ہیں وہ بھی یہ لکھتے ہیں کہ حضرت معاویہؓ نے ایک سال یا کم و بیش اسلام چھپائے رکھا تھا تو پھر جنتری میں یہ لکھنا محض طعنہ زنی ہے کہ:- جب امیر معاویہؓ نے عمرۃ القضاء میں مروہ کے مقام پر آپ کے بال تراشے تو انکا ایمان کہاں باقی رہ گیا گویا آپ کا ایمان سانپ کے منہ میں چھچھوندر کی مثل بن گیا الخ حالانکہ امام نووی نے فرمایا ہے کہ صحیح اور مشہور یہ ہے کہ فتح مکہ کے بعد عمرہ جعرانہ میں حضرت معاویہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بال تراشے تھے اور اس کے علاوہ عجیب بات یہ ہے کہ خود مولوی ضیاء الرحمن صاحب لکھ چکے ہیں کہ مشہور مورخ محمد بن سعد طبقات میں رقمطراز ہیں:- حضرت معاویہؓ فرمایا کرتے تھے میں عمرۃ القضاء سے پہلے ہی اسلام لے آیا تھا مگر مدینہ جانے سے ڈرتا تھا کیونکہ میری والدہ اس کے خلاف تھیں تاہم ظاہری طور پر فتح مکہ کے موقع پر آپ نے اپنے والد کے ہمراہ اسلام لانے کا اعلان کیا۔ الخ (سیدنا معاویہؓ ص۳۵)

ہم الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا۔

کیا حضرت معاویہ رضؓ مہاجرین میں ہیں

جنتری کے زیر بحث مضمون میں یہ کوشش کی گئی ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضؓ کو مہاجرین صحابہ میں شامل کر کے ان کو آیت استخلاف اور آیت تمکین کا مصداق قرار دیا جا سکے۔ اس کے لئے انہوں نے تلبیس اور غلط بیانی سے کام لیا اور سورۃ النور کا نزول فتح مکہ ۸ھ کے بعد قرار دیا۔ اور سورۃ الحج کا نزول ۹ھ میں بتایا۔ گذشتہ بحث میں ہم نے ان کی علمی خیانتوں اور جہالتوں کا پردہ چاک کر دیا ہے اسی سلسلے میں وہ لکھتے ہیں :۔

قاضی صاحب ۔ یہ بھی جناب کے علم میں ہوگا کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت کی اجازت نہیں رہی تھی۔ اب امیر معاویہ رضؓ مدینہ آ کر جو آباد ہوئے وہ کس حیثیت سے آباد ہوئے۔ جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضؓ کے علاوہ کسی کو ہجرت کی اجازت نہ دی تھی ظاہر ہے کہ شیعہ مؤرخین نے انہیں ہجرت سے محروم رکھنے اور مؤلفۃ القلوب میں داخل کرنے کے لئے مختلف کہانیاں وضع کیں۔ اس لحاظ سے بھی اس پر غور کیجئے کہ کسی محدث۔ کسی مفسر اور کسی مؤرخ نے انہیں مستضعفین میں شمار نہیں کیا۔ پھر یہ دو رنگی کیسی ہے۔ اہل علم پر واضح ہے کہ نبی کریم نے مہاجرین اور انصار کے درمیان مؤاخات قائم فرمایا تھا۔ چنانچہ قاضی محمد سلمان صاحب منصور پوری مرحوم نے رحمۃ للعالمین ج ۳ ص ۳۶۲ پر مؤاخاتِ مدینہ کا ایک نقشہ پیش کیا ہے۔ اس فہرست میں چوبیسویں نمبر پر حضرت معاویہ رضؓ کا ذکر ہے کہ انصار میں سے ان کے دینی بھائی حتات بن بشر ہیں الخ (ص ۴۳)

الجواب

ان کا یہ لکھنا بھی غلط ہے کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت کی اجازت نہیں رہی تھی۔ اس کا کوئی حوالہ تو پیش کرنا چاہیئے تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت واجب نہیں رہی تھی۔ چنانچہ (۱) حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری حدیث لا ھجرۃ بعد الفتح کے تحت لکھتے ہیں :۔ لم یبق حکم وجوب الھجرۃ من مکۃ لانہ صار دار الاسلام ودخل الناس فی دین اللہ افواجًا فسقط فرض الھجرۃ " (بذل المجہود شرح ابی داؤد ج ۴ ۔ کتاب الجہاد) :۔ مکہ سے ہجرت کے وجوب کا حکم باقی نہ رہا۔ کیونکہ مکہ دار الاسلام بن گیا۔ اور لوگ فوج در فوج اللہ کے دین میں داخل ہو گئے اور ہجرت کی فرضیت ساقط ہو گئی ۔

(۲) حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں :۔ فلا تجب الھجرۃ من بلد قد فتحہ المسلمون (فتح الباری جلد ۶ کتاب الجہاد ص ۱۳۲) :۔ جس شہر کو مسلمان فتح کریں اس سے ہجرت واجب نہیں ہوتی ۔ ابن حجر نے یہاں تین حدیثیں پیش کی ہیں۔ تیسری حدیث حضرت عائشہ سے یہ پیش کی ہے :۔ انقطعت الھجرۃ منذ فتح اللہ علی نبیہ مکۃ " جب سے اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ مکہ فتح کرایا ہے ہجرت منقطع (ختم) ہو گئی "۔

(۳) حافظ ابن حجر مکی (جو حضرت معاویہ رضؓ کا خصوصیت سے دفاع کرنے والے ہیں) بھی حضرت معاویہ رضؓ کے ہجرت نہ کرنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :۔ ہجرت تو اس وقت واجب ہوتی ہے جب کوئی معذور نہ ہو۔ اور ایک معذوری یہ بھی ہو سکتی ہے کہ وجوب ہجرت کا علم نہ ہو۔ اور یہ بھی ایک روایت ہے کہ حضرت معاویہ رضؓ کی والدہ نے حضرت معاویہ رضؓ سے کہا تھا کہ اگر تم ہجرت کر کے جاؤ گے تو ہم تمہارا نفقہ بند کر دیں گے ۔ یہ معذوری تو بالکل ظاہر ہے الخ (تنویر الایمان ترجمہ تطہیر الجنان ص ۱۱)

علاوہ ازیں حافظ ابن حجر مکی لکھتے ہیں کہ :۔ اگر کہا جائے کہ بعض محدثین نے حضرت معاویہ رضؓ کے حالات میں لکھا ہے کہ حضرت معاویہ رضؓ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حنین میں شریک تھے اور آپ نے ان کو ہوازن کی غنیمت سے سو اونٹ اور چالیس اوقیہ سونا دیا اور یہ اور ان کے والد دونوں مؤلفۃ القلوب سے تھے ۔۔۔۔ تو جواب اس کا یہ ہے کہ اس سے کوئی مخالفت لازم نہیں آتی کیونکہ جس نے ان کو مؤلفۃ القلوب میں شمار کیا ہے اس نے صرف اس بنا پر ان کو مؤلفۃ القلوب میں شمار کیا ہے

کہ یہ فتح مکہ کے دن اسلام لائے جیسا کہ حضرت سعد کو گمان تھا الخ (ایضاً ص۱۱) اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ بعض محدثین نے حضرت معاویہؓ کو مؤلفۃ القلوب میں شمار کیا ہے۔

(۴) قاضی محمد سلیمان صاحب منصور پوری کا جو حوالہ رحمۃ للعالمین جلد ثالث سے پیش کیا گیا ہے کہ انہوں نے حضرت معاویہؓ کو مہاجرین کی فہرست میں پیش کیا ہے اور سلسلہ مؤاخات میں ان کے بھائی ایک انصاری صحابی حضرت حتات تھے۔ تو یہ بھی ان کیلئے مفید نہیں ہے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ میں بھی صحابہ کرام کے مابین مؤاخات قائم کیا تھا۔ چنانچہ قاضی صاحب موصوف لکھتے ہیں :۔ مؤاخات پر عمل مکہ میں بھی ہوا۔ اور مدینہ میں بھی۔ مواخات مکہ میں مکی اصحاب کی سلسلہ بندی مقصود تھی نصرت علی الحق اور مواسات مطلوب تھی اور مؤاخات مدینہ میں مکی و مدنی اصحاب میں وحدت اسلامی کا پیدا کرنا مقصود تھا الخ (ایضاً رحمۃ للعالمین ص۳۶۲) اس کے بعد مؤاخات مکہ کے تحت صحابہ کرام کے نام لکھے ہیں۔ اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت علی المرتضیٰ کا نام لکھا ہے۔ علاوہ ازیں علامہ علی بن برہان الدین حلبیؒ (متوفی ۱۰۴۴ھ) نے مؤاخات مدینہ کے ذکر میں لکھا ہے:۔

:۔ وآخی بین جعفر بن ابی طالب وھو غائب بالحبشۃ وبین معاذ بن جبل الخ (سیرت حلبیہ جلد ۲ ص۲۹۳)

:۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جعفر بن ابی طالب اور حضرت معاذ بن جبل کے مابین مؤاخات قائم کی حالانکہ ابھی تک وہ حبشہ میں تھے۔" تو اگر حضرت معاویہؓ کے مدینہ منورہ آنے سے پہلے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حضرت حتات کا بھائی تجویز کر دیا ہو۔ تو اس سے حضرت معاویہؓ کا بالفعل مہاجر ہونا تو ثابت نہیں ہوتا۔ امام حلبیؒ نے حضرت معاویہؓ اور حضرت حتات کی مؤاخات پر بھی بحث کی ہے لیکن بخوف طوالت بہاں ہم اس کو نظر انداز کرتے ہیں

(۵) ابن سعد نے طبقات میں ان مہاجرین صحابہ کی ایک طویل فہرست پیش کی ہے جو فتح مکہ سے پہلے اسلام لائے ہیں اور ص۳۳ سے لیکر ص۱۰۵ تک تقریباً ۱۶۵ صحابہ کے نام لکھے ہیں لیکن ان میں حضرت معاویہؓ کا نام نہیں ہے۔

(۶) مفسرین نے سورۃ الحج کی آیت تمکین کا مصداق صرف خلفائے اربعہ (چار یار) کو ہی قرار دیا ہے ۔۔۔ اگر حضرت معاویہؓ بھی مہاجرین میں شامل ہوتے تو کوئی مفسر تو آیت تمکین کا مصداق حضرت معاویہؓ کو قرار دیدیتے، کیا مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب فاروقی یہ سمجھتے ہیں کہ یہ سارے مفسرین شیعی پروپیگنڈے سے متاثر تھے اور دل میں حضرت معاویہؓ سے کوئی تکدر و عناد رکھتے تھے۔

(۷) حقیقت یہ ہے کہ ہجرت کی کئی قسمیں ہیں۔ اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے اس پر مفصل بحث کی ہے چنانچہ مہاجرین اولین کے خصوصی شرف اور ان کی افضلیت کی بحث میں لکھتے ہیں :۔ المختصر یہ بات کہ مہاجرین اولین میں سے ہونا (شریعت) اسلام میں ایک بہت بڑی بزرگی ہے اور خلافت میں اس کی حاجت ہے بہت سے دلائل سے ثابت ہے ۔۔۔ چنانچہ صدیق اکبرؓ کی خلافت کے منعقد ہونے کے بیان میں ان دلائل کا ذکر کیا گیا ہے۔ قرشیت اور اولیت ہجرت میں باہم عموم و خصوص من وجہ کی نسبت ہے۔ صدیق اکبرؓ اور ان کے مثل دوسرے حضرات (خصوصاً باقی تین خلفاء) مادہ اجتماع تھے (یعنی یہ چاروں قریشی بھی تھے اور مہاجرین اولین میں بھی تھے۔" خادم اہل سنت غفرلہ) لہٰذا انصار کو ان دونوں صفتوں کے ذریعہ سے روک دیا گیا اور حضرت مرتضیٰ اور حضرت معاویہؓ کے مناظرہ میں صرف یہی صفت مدار فرق ٹھہری (کیونکہ دوسری صفت قرشیت کی مشترک تھی) اس مقام ہی پر ایک بہت عمدہ بحث ہے (کہ آیا ہجرت تا قیامت باقی ہے یا کسی زمانہ خاص کیلئے تھی) قول صحیح یہ ہے کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت باقی نہیں رہی ۔۔۔ اور بخاری نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا اب یا

(فرمایا کہ) بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہجرت باقی نہیں رہی اور نیز بخاری نے مجاہد سے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ فرماتے تھے کہ فتح کے بعد ہجرت باقی نہیں رہی (ہجرت اس زمانے میں تھی جب) مومن اپنا دین بچا کر اللہ اور رسولؐ کی طرف بھاگتا تھا اس خوف سے کہ کہیں فتنہ میں مبتلا نہ ہو جائے۔ مگر اب اللہ نے اسلام کو غالب کر دیا ہے۔ مومن جہاں چاہے اپنے پروردگار کی عبادت کر سکتا ہے، لہٰذا اب ہجرت نہیں رہی) مگر جہاد اور نیت نیک کا ثواب باقی رہ گیا ہے (ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہجرت فتح مکہ سے ختم ہو گئی الخ (ازالۃ الخفاء مترجم جلد اول۔ فصل چہارم۔ احادیث خلافت ص۴۱۶)

اسی سلسلہ میں حضرت شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں ــــــ حضرت وائلؓ بن حجر سے حضرت معاویہؓ نے کہا کہ آپ ہماری مدد سے کیوں باز رہے حالانکہ حضرت عثمانؓ نے آپ کو اپنا معتمد اور داماد بنایا تھا۔ (وائلؓ بن حجر کہتے ہیں) میں نے جواب دیا کہ وجہ یہ تھی کہ آپ نے ایسے شخص سے قتال کیا جو آپ سے زیادہ حضرت عثمانؓ کا حقدار تھا۔ حضرت معاویہؓ نے کہا علیؓ کیونکر مجھ سے زیادہ عثمانؓ کے حقدار ہو سکتے ہیں۔ حالانکہ میں بہ نسبت ان کے عثمانؓ سے قریب النسب ہوں۔ میں نے جواب دیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؓ اور عثمانؓ کے درمیان مؤاخاۃ کرائی تھی (لہٰذا) علیؓ ان کے بھائی ہوئے اور آپ ان کے چچا کے بیٹے ہیں اور بھائی چچا کے بیٹے سے زیادہ حقدار ہوتا ہے۔ اور ایک وجہ میرے شریک نہ ہونے کی یہ بھی ہے کہ میں مہاجرین سے لڑنا نہیں چاہتا۔ حضرت معاویہؓ نے کہا کیا ہم لوگ مہاجر نہیں ہیں۔ میں نے جواب دیا اسی وجہ سے تو ہم آپ سے اور ان سے دونوں سے الگ رہے الخ (ایضاً ص۴۱۸) اس کے بعد حضرت شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں:- اور ابو یعلی نے حضرت معاویہؓ بن ابی سفیان سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ ہجرت اس وقت تک ختم نہ ہو گی جب تک کہ توبہ کا دروازہ بند نہ ہو ــــ ان دونوں مختلف حدیثوں میں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ ہجرت لغت میں اپنے وطن مالوف سے چلے جانے کو کہتے ہیں۔ مگر فرد کامل ہجرت کا یہ ہے کہ مسلمان بوقت غربت اسلام و غلبۂ کفار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کرے اس نیت سے کہ آپ کی ملازمت کا شرف حاصل اور کلمۂ الٰہی کے بلند کرنے میں آپ کے جھنڈے کے نیچے عمدہ عمدہ کوششیں عمل میں لائے اور غلبۂ کفار سے کہ جو ارکان اسلام کے قائم کرنے سے مانع تھا نجات پائے۔ ہجرت کے معنی حقیقی شرعی یہی فرد کامل ہیں جو عرف شرع میں بغیر کسی قرینہ کے (لفظ ہجرت سے) سمجھے جاتے ہیں یہ معنی ہجرت فتح مکہ سے ختم ہو گئے (جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ) بعد فتح کے ہجرت باقی نہیں رہی۔ اور دوسرے معنی ہجرت کے یہ ہیں کہ (مسلمان) اپنے وطن سے دینی فضائل حاصل کرنے کے لئے طلب علم کیلئے یا بزرگوں کی زیارت کیلئے یا فتنوں سے محفوظ رہنے کیلئے (کسی مقام پر) چلا جائے۔ ہجرت کی یہ قسم بھی نہایت عمدہ ہے گو باعتبار قسم اول کے کم رتبہ کی ہے۔

(ترجمہ شعر) آسمان عرش سے نیچا ہے۔ مگر خاک کے ٹیلے کے سامنے پھر بھی بلند ہے۔ ہجرت کی یہ قسم ختم نہیں ہوئی (نہ ہو گی) اور اس ہجرت میں اعلیٰ درجہ کی ہجرت یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں علم حاصل کرنے کے لئے اور آپ کے اخلاق حسنہ سیکھنے کے لئے اور جہاد کے سامان کے لئے حاضر ہو۔ حضرت معاویہؓ بن ابی سفیان کو ہجرت کے ان دونوں معانی میں فرق نہیں معلوم ہو سکا۔ اسی وجہ سے انہوں نے علی الاعلان کہہ دیا کہ ہجرت تا قیامت باقی ہے۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

(ایضاً ازالۃ الخفاء مترجم ص۴۱۹) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی اس مفصل

بحث سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن مہاجرین صحابہ کرام سے خلافت کا قرآن میں وعدہ فرمایا ہے اس سے مراد وہ مہاجرین اولین ہیں جن کو ہجرت حقیقی شرعی کا شرف حاصل ہوا ہے اور وہ خلفائے اربعہ ہی ہیں۔ خلافت راشدہ کے لئے دو وصف لازم ہیں ایک قریشی ہونا اور دوسرا مہاجرین اولین میں سے ہونا حضرت علی المرتضیٰ میں یہ دونوں وصف پائے جاتے تھے۔ لیکن حضرت معاویہؓ میں قریشیت کا وصف تو تھا لیکن ہجرت حقیقی شرعی سے وہ متصف نہ تھے اس لئے آیت استخلاف اور آیت تمکین کا مصداق نہ بن سکے۔ اور حضرت معاویہؓ نے جو یہ فرمایا کہ کیا ہم لوگ مہاجر نہیں ہیں" اس سے ان کا مطلب یہ تھا کہ وہ بھی اپنے وطن کو ترک کر کے مدینہ منورہ آ گئے ہیں۔ تو یہ ہجرت دوسرے درجہ کی تھی جو فتح مکہ کے بعد ہوئی۔ نہ کہ ہجرت حقیقی جو فتح مکہ سے پہلے تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ابن سعد نے بھی طبقات میں ان صحابہ کرام میں حضرت معاویہؓ کو شامل نہیں کیا جو فتح مکہ سے پہلے اسلام لائے تھے اور جس طرح دینی اخوت کے لئے مکہ معظمہ میں بھی صحابہ کرام کو منتخب کیا گیا اسی طرح فتح مکہ کے بعد آنے والوں کو بھی اسی مقصد کیلئے بعض انصار کا بھائی بنایا۔ مثلاً حضرت معاویہؓ اور حضرت حتات کی مؤاخاۃ۔

(۶) آیت تمکین (یعنی اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ) میں جن مہاجرین کے لئے حق تعالیٰ نے تمکین واقتدار دینے کا وعدہ فرمایا ہے ان کی یہ صفت پہلے بیان کر دی ہے کہ اَلَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ (سورۃ الحج ع۶) یعنی وہ لوگ جن کو اس بناء پر ان کے گھروں سے نکالا گیا تھا کہ انہوں نے ربنا اللہ کا کلمہ بلند کیا۔ اور حضرت معاویہؓ ان صحابہ میں سے نہیں ہیں اور مولوی ضیاء الرحمٰن خود اپنی کتاب" سیدنا معاویہؓ" میں یہ تسلیم کر چکے ہیں کہ حضرت معاویہؓ نے اسلام کا اظہار فتح مکہ پر کیا تھا جیسا کہ پہلے گزرا۔

اسی سلسلے میں حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہ آیت استخلاف کے الفاظ وَلَیُبَدِّلَنَّھُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِھِمْ اَمْنًا کی شرح میں فرماتے ہیں:۔ "الغرض خوف کفار مہاجرین اولین کو ہوا ہے۔ حضرت امام ہمام امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو کفار سے کیا اندیشہ تھا۔ حضرت امام ہمام رضی اللہ عنہ اس زمانہ تک لڑکے تھے امیر معاویہؓ جب تک مسلمان بھی نہیں ہوئے تھے۔" (ہدیۃ الشیعہ طبع جدید ص۶۸)

خلاصہ بحث

زیر بحث مضمون کا خلاصہ یہ ہے کہ آیت استخلاف سورۃ النور کی ہے اور سورۃ النور ۵ھ میں یا ۶ھ نصف آخر میں نازل ہوئی ہے صلح حدیبیہ سے پہلے۔ لہٰذا اگر حضرت معاویہؓ کا اسلام صلح حدیبیہ کے موقع پر بھی تسلیم کیا جائے تو بھی حضرت معاویہؓ اس آیت کا مصداق نہیں بن سکتے۔ (۲) حضرت امیر معاویہؓ کے متعلق اختلاف ہے کہ آیا فتح مکہ پر اسلام لائے ہیں یا اس سے پہلے۔ بقول امام نووی مشہور اور صحیح قول یہ ہے کہ آپ فتح مکہ پر اسلام لائے ہیں (۳) حضرت معاویہؓ مہاجرین اولین میں شامل نہیں۔ فتح مکہ سے پہلے آپ کی ہجرت کی کوئی واضح دلیل نہیں ہے اسی لئے ابن سعد نے فتح مکہ سے پہلے ایمان لانے والے صحابہ کرام کی فہرست میں انہیں شامل نہیں کیا۔ (۴) فتح مکہ کے بعد ان کی مدینہ شریف کی طرف جو ہجرت ہے۔ یہ دوسرے درجہ کی ہجرت ہے اس لئے آپ قرآن کے موعودہ خلفائے مہاجرین میں شمار نہیں ہو سکتے۔ چونکہ حضرت امیر معاویہ کا قبل از فتح مکہ اسلام لانا متفق علیہ نہیں ہے اور نہ ہی فتح مکہ سے پہلے آپ کی ہجرت متفق علیہ ہے اس لئے کسی مفسر نے بھی آپ کو آیت استخلاف اور آیت تمکین کا مصداق قرار نہیں دیا۔ اب مولوی ضیاء الرحمٰن فاروقی اور مولوی الطاف الرحمٰن ایبٹ آبادی کا حضرت معاویہ کو اپنی من گھڑت تاویلات کی بناء پر قرآن کے موعودہ خلفائے راشدین میں شامل کرنا تمام مفسرین اہل سنت کی مخالفت اور جمہور اہل سنت کے ایک تحقیقی مسلک کے خلاف انتہائی بے جا جسارت ہے۔

خلافتِ راشدہ اور محمود احمد عباسی

(۱) محمود احمد عباسی لکھتے ہیں:۔ خلافتِ اسلامیہ جیسا بیان ہوچکا ایک ایسی دنیوی حکومت ہوتی ہے جس کی بنیاد کتاب وسنت پر ہو۔ خلافت کا انحصار خلیفہ یا اس کے کارکنوں پر نہیں ہے بلکہ اس سے مراد وہ اجتماعی نظام ہے جسے غیر معصوم مسلمان کتاب وسنت کی بنیاد پر قائم کریں۔ اور یہ نظام جب قائم ہوگا اسے خلافت راشدہ ہی کہا جائے گا۔ کیونکہ رشد وہدایت کا منبع اللہ کی کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے نہ کسی شخص یا اشخاص کی ذات" (حقیقت خلافت و ملوکیت صلا)

(۲) جس حدیث کے تحت خلفاء کی سنت کا اتباع واجب ہوا وہاں نہ کسی کا نام ہے اور نہ ان کی تعداد۔ علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین:۔ تم پر میری سنت کا اتباع لازم ہے اور ان راست رو ہدایت یافتہ خلفاء کا جو میرے بعد ہوں گے، جن لوگوں نے راشدوں کی تعداد چار مقرر کر دی ہے وہ بے دلیل ہے بلکہ اسے بھی چوتھی صدی ہجری کی اختراع کہنا چاہیئے۔ کیونکہ یہ تمام نصوص صریحہ رثابتہ اور تعامل صحابہ کے خلاف ہے راشدون کی نہ کوئی تعداد معین ہے اور نہ اس سلسلے میں زمانہ کی کوئی تحدید ہے بلکہ اس امر کی صراحت ہے کہ یہ سلسلہ صدیوں تک رہے گا۔

اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کو فرمایا ہے اُولٰئِكَ هم الراشدون (یہی لوگ ہیں ہدایت یافتہ) لہٰذا جس نظام پر وہ مجتمع ہوئے اور اس سے راضی ہوگئے وہ ہی نظام حق ہے۔ اور اس سے ہٹ کر اور اسے باطل بتا کر جو صورت پیدا کرنے کی کوشش کی جائے گی وہ باطل ہوگی۔ (ایضاً صلا)

(۳) جس حکومت میں یہ شعبہ ہائے زندگی منظم ہوں وہ خلافت راشدہ و مرشدہ ہے۔ خلفاء اور ان کے کارکنوں کی کوتاہیاں اور فروگزاشتیں اس کی حیثیت کم نہیں کرتیں۔ لوگ کسی خلیفہ کی شخصی کمزوریوں کے سبب اس کی خلافت کو کوئی دوسرا نام دینا چاہتے ہیں وہ کج فہم ہیں اور اھل ھوی الخ ایضاً ص۱۲

(۴) عباسی صاحب بخاری ومسلم کی وہ حدیث پیش کرتے ہیں جس میں یہ بھی ہے کہ:۔ انہ لا نبی بعدی فیکون خلفاء فیکثرون (لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ البتہ خلفاء ہوں گے اور بہت ہوں گے"۔ اس حدیث کے تحت عباسی صاحب لکھتے ہیں:۔ گویا خلفاء کی تعداد دو چار کی نہیں ہے جیسا کہ اپنے آپ کو صحابہ کرام سے زیادہ عقل مند اور ان سے زیادہ دین کی سمجھ کا زعم رکھنے والے برخود غلط لوگوں کا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خلافت کا وعدہ کرتے وقت صرف تیس برس کیلئے وعدہ کیا تھا اور نہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ جیسا کہ وضعی حدیث میں کہا گیا ہے جس کی غلطی ہماری پہلی کتاب میں کھول دی گئی ہے۔ الخ (ایضاً حقیقت خلافت وملوکیت ص۱۵۷)

(۵) محمود احمد عباسی کی اس کاروائی کا مقصد یہ ہے کہ یزید کی حکومت کو بھی خلافت راشدہ قرار دیا جائے۔ اس لئے لکھتے ہیں:۔ وہ خلافت جو اجماع صحابہ اور ان کے بعد کسی عہد کے مسلمانوں کے اجماع سے قائم ہو وہ خلافت راشدہ ہے (ایضاً ص۱۳)

اسی سلسلے میں لکھتے ہیں:۔ یہی وجہ ہے کہ امیر المومنین یزید اول علیہ الرحمۃ والرضوان کے خلاف جب اہل مدینہ نے بغاوت کی تو شیخ الصحابہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اسے خدا و رسول سے غداری قرار دیا تھا۔

بخاری کتاب الفتن ج ۴ ص۲۳ طبع مصر) (ایضاً حقیقت خلافت وملوکیت ص۱۴)

عباسی صاحب کی تلبیسات کا مدلل ومکمل جواب خادم اہل سنت غفرلہ نے اپنی کتاب خارجی فتنہ حصۂ دوم (بحث فسق یزید) میں دیا ہے۔ وہاں ملاحظہ فرمائیں)

محمود احمد عباسی صاحب نے آیت استخلاف۔ آیت تمکین اور حدیث علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المہدیین کا جو مفہوم بیان کیا ہے وہ ان کا خانہ زاد ہے جس پر تفصیلی تبصرہ کی اس مضمون میں گنجائش نہیں ہے۔ یہاں یہ بتانا ہے کہ خلافت راشدہ جنتری والوں کے اور عباسی صاحب کے خلافت کے بارے میں نظریات کچھ ملتے جلتے ہیں اور انہوں نے غالباً عباسی تصانیف ہی سے استفادہ کیا ہے کیونکہ (۱) جنتری والے بھی حدیث ثلثون کو وضعی اور من گھڑت قرار دیتے ہیں (۲) جنتری والے بھی حدیث فیکثرون سے استدلال کرتے ہیں کہ خلفاء زیادہ ہونگے۔ چنانچہ لکھتے ہیں :۔ اس حدیث میں نبی کریم نے یکثرون کا لفظ استعمال فرما کر یہ واضح کیا کہ آپ کے بعد خلفاء ہونگے وہ دو چار نہیں بلکہ کثرت سے ہونگے۔ لہٰذا حدیث سفینہؓ روایت اور درایت کے اعتبار سے غیر صحیح بلکہ موضوع ہے الخ (جنتری صـ۸۱) (۳) عباسی صاحب بھی آیت اُولٰئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ پیش کرتے ہیں اور جنتری والے بھی۔ (۴) عباسی صاحب بھی آیت استخلاف کو عموم پر محمول کر کے قیامت تک خلفائے راشدین کا سلسلہ مانتے ہیں۔ اور جنتری والے بھی لکھتے ہیں :۔ جہاں تک آیت استخلاف کا تعلق ہے اس میں بیان کردہ اوصاف سے متصف اصحاب پیغمبر کی خلافت راشدہ اس کا اولین مصداق ہے۔ لیکن چونکہ قرآن مجید ھُدًی للنّاس ہے اس لئے کوئی وجہ نہیں کہ اس عموم کو خصوص میں تبدیل کر کے یہ دعویٰ کیا جائے کہ آیت میں بیان کردہ وعدۂ خلافت نبی کریمؐ کے بعد صرف تیس سال کیلئے تھا (جنتری صـ۷۲)

الجواب (۱) اگر آیت استخلاف کا وعدہ عام ہے تو پھر جنتری میں خلافت راشدہ کو پچاس سالہ دور تک کیوں خاص کیا جاتا ہے۔ چنانچہ خلافت راشدہ جنتری ۱۹۸۶ء صـ۳۱ بعنوان :۔ خلافت راشدہ کا پچاس سالہ دور" حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تک کا نقشہ پیش کیا گیا ہے اور اس کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے ۹ سالہ دورِ خلافت کو اس میں شامل نہیں کیا گیا۔ حالانکہ وہ بھی اُولٰئِكَ هُمُ الرّاشدون میں شامل ہیں۔ پھر خلافت راشدہ جنتری ۱۹۸۶ء میں مشہور حامی یزید شاہ بلیغ الدین صاحب آف کراچی کی حسب ذیل تقریظ درج کی گئی ہے کہ :۔ خلافت راشدہ کے دور کو حضرت معاویہؓ تک بڑھا کر حقیقی طور پر رافضیت کی رد کی گئی ہے۔ افسوس ہے کہ قرآن کریم نے تو تمام صحابہ کو راشدون کہا اور ہم دُنیا کے سب سے بڑے اسلامی حکمران اور صحابی امیر معاویہؓ کو ایک غلط پروپیگنڈہ کے باعث خلافت راشدہ میں شامل نہیں کرتے۔ آپ کی اس جرأت پر مبارکباد پیش کرتا ہوں (صـ۱۳)

(۲) اگر آیت استخلاف کا وعدہ عام ہے اور چار تک محدود نہیں تو پھر بارہ خلفاء والی حدیث کیوں پیش کی جاتی ہے چنانچہ جنتری صـ۷۹ پر لکھتے ہیں کہ :۔ حضرت سفینہؓ کی اس روایت کو ایک زبردست جھٹکا اس حدیث سے پہنچا ہے۔ جو بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور امام احمد نے حضرت جابر بن سمرہ سے بایں الفاظ نقل کیا ہے کہ اسلام اس وقت تک غالب رہے گا جب تک بارہ خلفاء نہ گزر جائیں :۔ علامہ ابن کثیر اس روایت کے بارہ میں لکھتے ہیں کہ اس حدیث کے معنی میں ۱۲ نیک اور صالح خلفاء کی بشارت مضمر ہے۔ جو حق کو قائم کریں گے اور لوگوں میں عدل و انصاف کرینگے الخ

الجواب فرمائیے کیا قیامت تک صرف بارہ ۱۲ خلفاء ہی ہونگے۔ ان میں سے پہلے چار خلفائے راشدین کا زمانہ خلافت تقریباً تیس ۳۰ سال، اس کے بعد صرف ۸ خلفائے اسلام سے ھُدًی للنّاس کا مقصد کیونکر پورا ہوگا۔ کیا ۱۲ کے اعداد کو عموم کہتے ہیں اور یہ بھی فرمائیے کہ حق چار تین مرتبہ کہہ کر تو آپ نے خدام کو اثنا عشریہ میں شامل کر لیا تھا۔ لیکن اب تو خود بارہ خلفاء کو مان کر صاف صاف امامیہ بن گئے" شیعہ امامیہ بھی بارہ خلفاء سے

بارہ امام ہی مراد لیتے ہیں۔

(۳) اگر بارہ خلفاء کی حدیث آپ کیلئے حجت ہے تو پھر عموم کا نظریہ تو غلط ہو جائے گا۔ اور اگر آپ کے نزدیک آیت استخلاف اپنے عموم پر ہے تو پھر ۱۲ خلفاء والی حدیث بھی وضعی ہو گی اور اگر خلفائے راشدین کثرت سے ہونگے تو پھر مہاجرین میں ہونے کی شرط تو فضول ہو گی۔ پھر آپ خواہ مخواہ حضرت معاویہؓ کو تاریخی حقائق کے خلاف مہاجرین صحابہ میں شامل کرنے کی کیوں کوشش کر رہے ہیں۔ (۴) آپ نے آیت استخلاف سے عموم تسلیم کر کے شیعہ موقف کو سہارا دیدیا ہے۔ کیونکہ وہ بھی یہی کہتے ہیں کہ آیت استخلاف میں مومنین صالحین کو خلافت دینے کا وعدہ ہے اور خلفائے ثلاثہ چونکہ مومنین صالحین میں سے نہیں ہیں اس لئے وہ اس آیت کا مصداق نہیں بن سکتے (العیاذ باللہ)

مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب اقتضاء النص کا مفہوم ہی نہیں سمجھتے اور اقتضاء النص نہ تسلیم کرنے کی وجہ سے ہی اہل تشیع کو خلفائے ثلاثہ کی موعودہ خلافت راشدہ کے انکار کی گنجائش مل جاتی ہے۔ اگر خلفائے اربعہ کی خلافت راشدہ کو قرآن کی موعودہ خلافت قرار دیا جائے تو اس کی دلیل اقتضاء النص ہی ہو گی۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالٰی نے آیت استخلاف میں ان مومنین صالحین سے وعدہ فرمایا ہے جو نزول آیت کے وقت ایمان لا چکے تھے پھر ان سے مراد بھی وہ مومنین صالحین ہیں جو مہاجرین اولین میں سے تھے نہ کہ انصار اور غیر مہاجرین صحابہ کرام۔ اور اس کا ثبوت سورۃ الحج کی آیت تمکین سے ملتا ہے۔ کیونکہ وہاں تمکین فی الارض کا وعدہ اَلَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ سے ہے۔ یعنی وہ مومنین جو ناحق اپنے گھروں سے نکالے گئے تھے۔ (اور انہیں کو مہاجرین اولین کہا جاتا ہے) آیت استخلاف ہو یا آیت تمکین۔ اس کا تقاضا ہے کہ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حق تعالٰی مہاجرین صحابہ میں سے خلیفہ بنائیں گے اور مہاجرین اولین صحابہ میں سے صرف چار صحابہ کو ہی منصب خلافت عطا ہوا ہے۔ اگر منکم کی تخصیص کو نہ تسلیم کیا جائے اور اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کو قیامت تک عام رکھا جائے تو اس کا یہ مطلب ہو گا کہ ہر زمانہ میں مومنین صالحین کو اللہ تعالٰی خلافت راشدہ عطا کریگا۔ اور ہر زمانہ میں مومنین صالحین تو ہوتے ہیں۔ اور ہر صدی پر مجددین بھی آتے ہیں لیکن کیا ان کو حکومت و خلافت ملی ہے۔ انگریزی دور استبداد میں بھی مومنین صالحین کی ایک کثیر تعداد موجود رہی لیکن ان کو خلافت نہ ملی۔ حضرت امیر المجاہدین حضرت سید احمد شہید اور مجاہد جلیل حضرت مولانا شاہ اسمٰعیل شہید کی جماعت مجاہدین بھی دور حاضر میں مومنین صالحین کی جماعت تھی لیکن وہ سکھوں کے مقابلے میں شہید ہو گئے اور خلافت راشدہ قائم نہ کر سکے۔ کیا پاک و ہند میں علمائے صالحین نہیں ہیں لیکن ان کو تمکین و اقتدار حاصل نہیں ہے تو سوال یہ ہے کہ اگر آیت استخلاف کا وعدہ تمام مومنین صالحین سے ہے تو یہ وعدہ کیوں پورا نہیں ہوا۔ کیا اللہ تعالٰی اپنا وعدہ پورا کرنے کی قدرت نہیں رکھتے۔ کیا مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب شیعوں کے عقیدہ بدا کے قائل ہو گئے ہیں؟ اگر آیت میں وعدہ عام ہے تو منکم کے لفظ کی کیا ضرورت تھی صرف الذین آمنوا و عملوا الصّٰلحٰت ہی کافی تھا۔

مناظرہ مکیریاں

شعبان ۱۳۳۹ھ میں بمقام مکیریاں ضلع ہوشیار پور امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنویؒ اور شیعہ مناظر مولوی احمد علی امرتسری ثم لاہوری آنجہانی کے مابین ایک عظیم الشان مناظرہ ہوا تھا جس میں امام اہل سنت نے حضرات خلفائے ثلاثہ کی خلافت راشدہ کے ثبوت میں آیت استخلاف سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ جو لوگ حضرات خلفائے ثلاثہ کو مومن نہیں مانتے وہ بتائیں کہ یہ آیت کیونکر سچی ہو سکتی ہے۔ کیونکہ آیت میں وعدہ صرف مومنین حاضرین سے ہے ورنہ لفظ منکم بیکار ہو جائے گی۔ یعنی اگر آیت کا وعدہ حاضرین و غائبین سب کو شامل کیا جائے اور قیامت تک مسلمان اس میں داخل کر دیئے

جائیں تو لفظ مِنکم بے فائدہ ہو جائے گا" اس کے جواب میں مرزا احمد علی نے یہی جواب دیا تھا۔ جو جنتری والے دے رہے ہیں اور قرآن سے اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کی دُوسری آیات پیش کی تھیں جن میں عموم ہے۔ مثلاً وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّاَجْرٌ عَظِیْمٌ ○ (المائدہ آیت ۹) :۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں سے جو ایمان لے آئے اور انہوں نے اچھے کام کئے وعدہ کیا ہے کہ ان کے لئے مغفرت اور ثواب عظیم ہے (ترجمہ حضرت تھانویؒ) وَمَنْ قَتَلَہٗ مِنْکُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ (المائدہ آیت ۹۵):۔ اور جو شخص تم میں اس کو جان بوجھ کر قتل کرے گا تو اس پر پاداش واجب ہو گی جو کہ مساوی ہو گی اس جانور کے جس کو اس نے قتل کیا ہے جس کا فیصلہ تم میں سے دو معتبر شخص کر دیں (ترجمہ حضرت تھانویؒ) تو اس کے جواب میں امام اہل سنت نے فرمایا تھا کہ آیت استخلاف میں حاضرین کی تخصیص کی وجہ میں بتلا چکا کہ لفظ مِنکم ہے اور کہیں بھی یہ لفظ ہو اور حاضرین کی تخصیص نہ لینے سے یہ لفظ بیکار ہو جاتی ہو تو یقیناً وہاں بھی حاضرین کی تخصیص ہو گی۔ مگر آیات احکام میں کہیں ایسا نہیں"

اسی سلسلہ میں امام اہل سنت نے شیعہ مناظر کو یہ بھی جواب دیا کہ :۔ آیت استخلاف میں آپ نے یہ بھی کہا کہ پہلے ایمان ثابت کیجئے۔ جناب من۔ آپ میری تقریر پر غور نہیں کرتے۔ میں کہہ چکا ہوں کہ حضرات اصحاب ثلاثہ کو مومن نہ ماننے سے اس آیت کا کوئی مصداق نہیں رہتا۔ اور معاذ اللہ آیت غلط ہو جاتی ہے۔ آپ پہلے اس آیت کا کوئی مصداق حاضرین وقت نزول میں تلا دیجئے اس کے بعد ایسا کہئے تو بجا ہے۔" (مناظرہ مجبریاں مطبوعہ لکھنؤ ص۲۰-۲۵)۔

اقتضاء النص کا مفہوم

امام اہل سنت رحمت اللہ علیہ نے بطور اقتضاء النص آیت استخلاف سے خلفائے ثلاثہ کی خلافت موعود ثابت کی ہے کیونکہ لفظ مِنکم سے ثابت ہوا کہ یہ وعدہ خلافت ان مومنین صالحین سے ہے جو نزول آیت کے وقت موجود تھے نہ کہ بعد میں ایمان لانے والوں کیلئے۔ (اور دُوسری آیت تمکین میں الذین ان مکنا ھم فی الارض کی پیشگوئی کے مصداق وہ صحابہ کرام ہیں جو اَلَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ میں شامل ہیں (یعنی جن کو گھروں سے ناحق نکالا گیا ہے) اور صحابہ کرام میں سے خلفائے ثلاثہ حاضرین مومنین اور مہاجرین اولین دونوں میں شامل ہیں۔ اگر ان کو آیت استخلاف اور آیت تمکین کے تقاضا کے تحت موعودہ خلفائے راشدین نہ تسلیم کیا جائے تو ان دونوں آیتوں میں وعدہ خداوندی صحیح قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اقتضاء النص بمنزلہ نامزدگی ہے۔ خلفائے اربعہ کی خلافت موعودہ کیلئے کسی اور دلیل کی ضرورت نہیں صرف یہ معلوم کرنا کافی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان کو حکومت ملی ہے اور کوئی کٹر سے کٹر مخالف بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ ان اصحاب اربعہ کو بالترتیب حکومت نہیں ملی۔ اور چونکہ وعدہ خداوندی حکومت وخلافت کا مومنین صالحین ہی کیلئے تھا اس لئے ثابت ہوا کہ ارادۂ خداوندی میں یہی تھا کہ ان اصحاب اربعہ کو ہی منصب خلافت عطا کیا جائے گا۔ اس لئے ان چار یار کی خلافت راشدہ موعودہ کا کوئی مومن بالقرآن انکار نہیں کر سکتا۔ برعکس اس کے اگر مِنکم اور الذین اخرجوا من دیارھم کو نظر انداز کر دیا جائے اور اس وعدہ خلافت کو عام رکھا جائے تو سب سے پہلے ان خلفاء کا مومنین صالحین ہونا ثابت کرنا پڑے گا۔ پھر اس کے بعد ان کو خلفائے راشدین تسلیم کیا جائے گا۔ اور خلفائے اربعہ کے بعد تو کسی خلیفہ کے بارے میں یہ ثابت کرنا مشکل ہو جائے گا کہ وہ مومنین صالحین میں سے تھے۔ مخالفین کیلئے بحث کا دروازہ کھل جائے گا۔ اور خلفاء صحابہ کے بعد تو اہل السنت والجماعت کیلئے تاریخی روایات و واقعات کے پیش نظر یہ فیصلہ کرنا بہت دشوار ہو گا کہ فلاں خلیفہ صالح تھا یا نہیں۔ مثلاً یزید جمہور اہل السنت والجماعت کے نزدیک فاسق تھا۔ لیکن عباسی پارٹی تاریخی واقعات کے تحت اس کو صالح اور راشد خلیفہ ثابت کرنے کی کوشش کرتی ہے

ان حالات میں قرآن کے قیامت تک کے موعودہ خلفائے راشدین کی کوئی معیاری حیثیت کس طرح منوائی جا سکے گی صاف اور بے غبار عقیدہ تو یہی ہو سکتا ہے کہ مہاجرین اولین میں سے جو چار موعودہ خلفائے راشدین ہوئے ہیں انہیں کی خلافتیں ما بعد کے سلاطین کے لئے معیاری حکومتیں ہیں۔ اور جن بعض حضرات نے آیت استخلاف سے عموم مراد لیا ہے ان کا بھی یہ مطلب نہیں کہ ما بعد کی حکومتیں ان چار موعودہ خلفائے راشدین کی طرح موعودہ خلافتیں ہونگی۔ بلکہ ان کا مطلب یہ ہے کہ بعد میں بھی مومنین صالحین کی حکومتیں بن سکتی ہیں چنانچہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب بانی دار العلوم کراچی آیت استخلاف کے تحت ہی لکھتے ہیں:۔ اور ایک حدیث میں جو یہ آیا ہے کہ خلافت میرے بعد تیس ۳۰ سال رہے گی اس کی مراد خلافت راشدہ ہے جو بالکل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر قائم رہی اور حضرت علی المرتضیٰ رضؓ تک چلی کیونکہ تیس ۳۰ سال کی مدت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے زمانے تک پوری ہوئی۔ ابن کثیر نے اس جگہ صحیح مسلم کی یہ حدیث بھی نقل کی ہے کہ حضرت جابرؓ بن سمرہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میری امت کا کام چلتا رہے گا جب تک بارہ خلیفہ رہیں گے ابن کثیر نے اس کو نقل کر کے فرمایا کہ یہ حدیث بارہ خلیفہ عادل اس امت میں ہونے کی خبر دے رہی ہے جس کا وقوع ضروری ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ وہ سب کے سب مسلسل اور متصل ہی ہوں بلکہ ہو سکتا ہے کہ کچھ وقفوں کے بعد ہوں ان میں سے چار تو یکے بعد دیگرے ہو چکے ہیں جو خلفائے راشدین تھے۔ پھر کچھ وقفہ کے بعد حضرت عمرؒ بن عبد العزیز ہوئے۔ ان کے بعد بھی مختلف زمانوں میں ایسے خلیفہ ہوتے رہے اور تا قیامت رہیں گے آخری خلیفہ حضرت مہدی ہوں گے الخ (تفسیر معارف القرآن جلد ششم)

حدیث ثلٰثون سنۃ کی بحث

خلفائے اربعہ کو قرآن کے موعودہ خلفائے راشدین تسلیم کرنے کے لئے ہمارے پاس اصل دلیلیں تو آیت استخلاف اور آیت تمکین وغیرہ ہیں۔ حدیث ثلاثون سنۃ کو ہم دوسرے نمبر پر پیش کرتے ہیں۔ اور متقدمین و متاخرین نے بھی حدیث ثلٰثون سنۃ سے استدلال کیا ہے لیکن جنتری والوں کی علمی بیباکی کی یہ حد ہے کہ اس تیس ۳۰ سالہ خلافت والی حدیث کو وہ موضوع قرار دیتے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں:۔

:۔ حدیث سفینہ روایت اور درایت کے اعتبار سے غیر صحیح بلکہ موضوع ہے۔ روایت کے اعتبار سے اس حدیث کے غیر صحیح ہونے پر قاضی ابوبکر بن العربی شارح ترمذی نے لکھا ہے:۔

ھٰذا حدیث لا یصحّ ۔ یہ حدیث صحیح نہیں الخ (جنتری ۱۹۸۹ء صـ۱۸)

الجواب:۔

کسی حدیث کو صحیح یا موضوع کہنا یہ محدثین کا کام ہے۔ یہ فن جنتری والوں کا نہیں۔ غالباً انہوں نے اپنے محاورہ کے تحت یہ سمجھ لیا ہو کہ حدیث اگر صحیح نہیں تو غلط اور بے بنیاد ہی ہو گی۔ حالانکہ یہاں کسی حدیث کا صحیح ہونا یا نہ ہونا علم حدیث کی اصطلاح پر مبنی ہے۔ کیونکہ اصطلاحاً حدیث صحیح کا ایک خاص معنی ہے اور کسی حدیث کے صحیح نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ موضوع اور من گھڑت ہے۔ بلکہ ایک حدیث صحیح لذاتہ ہوتی ہے اور ایک حدیث صحیح لغیرہ۔ اس کے بعد ایک حدیث حسن لذاتہ ہوتی ہے اور ایک حسن لغیرہ۔ اصول حدیث کی کتابوں میں ان اصطلاحات کی تفصیل پائی جاتی ہے پھر بعض محدثین کے نزدیک ایک حدیث اصطلاحاً صحیح ہوتی ہے اور دوسروں کے نزدیک وہ اصطلاحاً صحیح نہیں ہوتی۔ اگر قاضی ابوبکر بن العربی نے اس حدیث کو اصطلاحاً صحیح قرار نہیں دیا تو محدث ابن حبّان نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ چنانچہ حضرت سفینہؓ کی زیر بحث حدیث ثلٰثون سنۃً کے تحت حافظ ابن حجر عسقلانی محدث لکھتے ہیں:۔ اخرجہ اصحاب السنن وصحّحہ ابن حبّان وغیرہ الخ (فتح الباری جلد ۱۳ ۔ صـ۱۸۲) اصحاب السنن نے اپنی کتابوں میں اس کی تشریح

کی ہے اور ابن حبان وغیرہ نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

(۲) حافظ ابن حجر مکی ھیتمیؒ بھی اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں کہ:۔ اخرج احمد عن سفینة واخرجه ایضاً اصحاب السنن صححه ابن حبّان و غیرہ الخ (الصواعق المحرقة ص۱۵) :۔ اس حدیث کو امام احمد نے حضرت سفینہ کی روایت سے دَرج کیا ہے اور ان کے علاوہ اصحاب السنن (یعنی ابوداؤد اور ترمذی اور نسائی وغیرہ نے) بھی اس کی روایت لی ہے۔ اور ابن حبان نے اس کو صحیح قرار دیا ہے"

(۳) مسلک اہل حدیث کے مولانا شمس الحق صاحب عظیم آبادی متوفی ۱۳۲۰ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:۔ قال المنذری واخرجه الترمذی والنسائی وقال الترمذی حسن الخ (عون المعبود شرح ابی داؤد جلد۴ ص۳۴۳) منذری نے کہا اور اس حدیث کی ترمذی اور نسائی نے تخریج کی ہے اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔" چنانچہ ترمذی میں ہے: هذا حدیث حسن قد رواه غیر واحد عن سعید بن جمهان ولا نعرف الا من حدیث حشرج (ترمذی ابواب الفتن۔ باب ماجاء فی الخلفاء) حدیث حسن ہے اس کو ایک سے زیادہ راویوں نے سعید بن جمہان سے روایت کیا اور ہم صرف حشرج کی روایت کو جانتے ہیں"

جب بعض محدثین اس حدیث کو صحیح قرار دیتے ہیں اور بعض اس کو حسن کہتے ہیں۔ تو پھر اس حدیث کو موضوع کہنے والا غبی ہے یا غوی (۲) حافظ ابن حجر عسقلانی حضرت معاویہؓ کے بارے میں بھی لکھتے ہیں: لم یصح فی فضائل معاویة لشئ (فتح الباری جلد ہفتم ص۸۰) :۔ حضرت معاویہؓ کے فضائل کے بارے میں کچھ بھی صحیح نہیں ہے نیز لکھتے ہیں:۔ وقد ورد فی فضائل معاویة احادیث لکن لیس فیها مایصح من طریق الاسناد وبذلک جزم اسحق بن راهویه والنسائی وغیرهما:۔ اور حضرت معاویہؓ کے فضائل میں جو احادیث وارد ہیں ان میں سند کے اعتبار سے کوئی حدیث بھی صحیح نہیں ہے اور امام اسحٰق بن راہویہ اور امام نسائی نے اس پر جزم کیا ہے"۔ اب ہم مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب سے پوچھتے ہیں کہ اگر فضائل معاویہ میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہے تو آپ نے اپنی کتاب سیدنا معاویہؓ میں کیوں ایسی احادیث نقل کی ہیں جو صحیح نہیں۔ کیا ان احادیث کو بھی آپ موضوع اور من گھڑت کہہ دیں گے ؟ (۲) جنتری والے اس حدیث کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

:۔ سعید بن جمہان راوی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سفینہ سے کہا کہ بنو امیہ تو یہ گمان کرتے ہیں کہ خلافت ان کے پاس ہے وہ بولے بنو زرقاء جھوٹ بولتے ہیں بلکہ وہ برے بادشاہوں میں سے بادشاہ ہیں (جامع ترمذی جلد۲ ص۴۵) روایت میں حضرت معاویہؓ کو بھی برے بادشاہوں میں گردانا گیا ہے، کیا قاضی صاحب حضرت معاویہؓ ایسے ہی تھے یہ حضرت سفینہؓ پر اتہام ہے کیونکہ حضرت سفینہؓ کی رائے بنی امیہ کے بارے میں یہی ہوتی جس کا اظہار روایت مذکور میں کیا گیا تو وہ کبھی بھی حضرت معاویہؓ اور یزید بن معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت نہ کرتے۔ اگر تیس ۳۰ سال والی روایت صحیح تھی تو صحابہ کرام کی اتنی بڑی اکثریت اور کبار تابعین نے اس روایت کو کیوں نظر انداز کیا اور خلیفہ کا ساتھ کیوں نہ دیا بلکہ صحابہ کی ایک کثیر تعداد نے حضرت علیؓ کی بیعت تک نہیں کی اور مسلمانوں کے خلاف ان جنگوں میں حصہ لینے کے لئے تیار نہ ہوئے حتیٰ کہ حضرت سفینہؓ بھی ان علیحدہ رہنے والوں میں شامل تھے، گویا یہ تمام صحابہ خلافت نبوت کے مقابلہ میں متحرہ ہو گئے تھے یا یہ کہیے کہ صحابہ کی اتنی بڑی اکثریت سعید بن جمہان کی اس کہانی سے واقف نہ تھی جس نے صحابہ کے بعد امت میں ایک مسلمہ اصول کی حیثیت اختیار کر لی۔ ہر دو صورتوں میں یہ روایت جھوٹ قرار پائے گی ——— لہٰذا حدیث سفینہ روایت اور درایت کے اعتبار سے غیر صحیح بلکہ موضوع ہے اور اسے کسی صورت میں اس اہم فیصلے کی بنیاد نہیں بنایا جا سکتا۔ (ص ۷۷/۸۱)

الجواب (۱) حدیث کے الفاظ سے یہ نتیجہ نکالنا کہ حضرت سفینہ نے حضرت معاویہؓ کو برے بادشاہوں میں شمار کیا ہے کج فہمی پر مبنی ہے۔ روایت کے الفاظ میں تو حضرت معاویہؓ کا نام ہی نہیں ہے۔ اور اگر بنی امیہ کے سارے خلفاء اس سے مراد ہیں تو حضرت عثمان ذو النورینؓ بھی بنی امیہ میں ہیں تو کیا اس روایت کا یہ مطلب لیا جائیگا کہ حضرت سفینہ کے نزدیک حضرت

عثمانؓ بھی برحق خلیفہ نہیں (العیاذ باللہ) حقیقت یہ ہے کہ بنی زرقاء سے مراد بنی امیہ کے وہ لوگ ہیں جو حضرت علیؓ کی خلافت کے بھی قائل نہ تھے۔ چنانچہ ابوداؤد کے یہ الفاظ ہیں۔ قَالَ سعید قُلْتُ لِسفینۃ اِنَّ ھٰؤُلَاءِ یزعمون ان علیا لم یکن خلیفۃ سعید فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سفینہ سے کہا کہ یہ لوگ گمان کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ خلیفہ نہ تھے" اور مولانا شمس الحق عظیم آبادی لکھتے ہیں:۔ (ان ھٰؤُلَاءِ) ای بنی مروان۔ یعنی بنی مروان یہ کہتے تھے کہ حضرت علیؓ خلیفہ نہ تھے"۔ اب مولوی ضیاء الرحمٰن فاروقی ہی بتائیں کہ بنی مروان ہوں یا کوئی اور اگر کہیں کہ حضرت علیؓ خلیفہ نہ تھے تو ان کے نزدیک ایسے لوگ جھوٹے ہوں گے یا نہ؟ جنتری والوں نے خواہ مخواہ اس قول کا مصداق حضرت معاویہؓ کو قرار دیکر مشاجرات صحابہ کے ساتھ اس کو وابستہ کر دیا۔

سچ ہے ؎ خشتِ اوّل چوں نہد معمار کج — تا ثریا می رود دیوار کج

(۳) باقی رہا یہ کہنا کہ اگر یہ حدیث صحیح ہوتی اور حضرت علیؓ تیس سالہ خلافت کا مصداق ہوتے تو صحابہ کرام کی ایک جماعت ان سے اختلاف کیوں کرتی۔ تو یہ بھی ان کی غباوت پر مبنی ہے۔ ہمارا سوال یہ ہے کہ کیا حضرت علی المرتضیٰ سے حضرت معاویہؓ اور دوسرے صحابہ کا اختلاف ان کی خلافت نبوت کے انکار پر مبنی تھا۔ حالانکہ یہ نزاع دم حضرت عثمانؓ کی وجہ سے تھا۔ اور کوئی صحابی بھی ان کے استحقاق خلافت کا منکر نہیں تھا۔ جنتری کے طرز استدلال سے تو یہ لازم آتا ہے کہ وہ بھی حضرت علی المرتضیٰ کی خلافت نبوت سے مطمئن نہیں ہیں۔ علاوہ ازیں ان کا یہ لکھنا کہ: حضرت سفینہ کی رائے بنی امیہ کے بارے میں یہی ہوتی جس کا اظہار روایت مذکورہ میں کیا گیا ہے تو وہ کبھی بھی حضرت معاویہؓ اور یزید بن معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت نہ کرتے" اس سے معلوم ہوا کہ وہ حضرت معاویہؓ کی طرح یزید بن معاویہ کو بھی صالح خلیفہ قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ جن صحابہ نے یزید کی بیعت کی ہے وہ حالات کے تحت اھون البلیتین کے طور پر کی ہے نہ کہ اس کو صالح و خلیفہ راشد قرار دیکر۔ اس مسئلہ کی تفصیل میری کتاب خارجی فتنہ حصّہ دوم (بحث فسق یزید) میں پائی جاتی ہے قارئین وہاں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

(۴) اگر بعض صحابہ کرام کے بیعت نہ کرنے سے یہ لازم آتا ہے کہ حدیث سفینہؓ من گھڑت ہے تو پھر آیت استخلاف اور آیت تمکین کا مصداق بھی حضرت علی المرتضیٰ کو قرار دینا جنتری والوں کے نزدیک صحیح نہ ہوگا۔ کیوں کہ وہاں بھی یہی استدلال پیش کیا جا سکتا ہے کہ اگر حضرت علیؓ بھی قرآن کے موعودہ خلفاء میں شامل ہوتے تو صحابہ کرام کی ایک جماعت ان سے اختلاف کیوں کرتی اور مشاجرات صحابہ کی نوبت ہی کیوں آتی، تو اس کا مولوی ضیاء الرحمٰن یا مولوی الطاف الرحمٰن ایبٹ آبادی کے پاس کیا جواب ہوگا۔ حدیث سفینہ کو روایۃً و درایۃً موضوع قرار دینے کے لئے اور بھی مضمون میں کتنی جہالتوں سے کام لیا گیا ہے لیکن بخوف طوالت ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔ واللہ الھادی،

حدیث سفینہ حجت ہے اور خلفائے اربعہ کی خلافت راشدہ کے اثبات کیلئے حسب ذیل کتابوں میں حدیث سفینہ کو بطور دلیل پیش کیا گیا۔ (۱) تفسیر ابن کثیر جلد ثالث۔ آیت استخلاف (۲) تفسیر خازن جلد ثالث۔ آیت استخلاف۔ (۳) تفسیر مظہری جلد ششم، آیت استخلاف۔ (۴) تفسیر قرطبی۔ جلد ۱۲۔ آیت استخلاف (۵) تفسیر احکام القرآن جلد ثالث۔ للقاضی ابی بکر بن العربی آیت استخلاف، متوفی ۵۴۳ھ (۶) تفسیر مواہب الرحمٰن۔ آیت استخلاف۔ (۷) تفسیر معارف القرآن۔ آیت استخلاف (مؤلفہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ) (۸) فتح الباری شرح البخاری جلد ۱۳۔ کتاب الفتن۔ باب الاستخلاف۔ حافظ ابن حجر عسقلانی اس حدیث "ثلثون سنۃ" کے متعلق لکھتے ہیں وصححہ ابن حبان۔ (ابن حبان نے اس کو صحیح کہا ہے) (ب) حافظ ابن حجر عسقلانی۔ سعید بن جمھان کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ ابن معین۔ ابوداؤد اور ابن حبان نے ان کو ثقہ قرار دیا ہے۔ اور نسائی نے لیس بہ بأس کہا ہے۔ ان کی وفات ۱۳۶ھ میں ہوئی ہے تہذیب التہذیب جلد ۴) اور امام ذہبی نے بھی لکھا ہے کہ ابن معین نے سعید بن جمھان کو ثقہ قرار دیا ہے (میزان الاعتدال۔ جلد ۲)

(۹) عمدۃ القاری جلد ۲۴ ۔ للحافظ بدرالدین العینی متوفی ۸۵۵ھ (۱۰) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ للمحدث علی القاری الحنفی (۱۱) اشعۃ اللمعات شرح المشکوٰۃ شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۱۲) بذل المجہود شرح ابی داؤد (مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری) (۱۳) عون المعبود شرح ابی داؤد (مولانا شمس الحق صاحب عظیم آباد) متوفی ۱۳۲۰ھ (۱۴) البدایہ والنہایہ (حافظ ابن کثیر محدثؒ) (۱۵) تاریخ الخلفاء امام سیوطیؒ) (۱۶) الصواعق المحرقہ (حافظ ابن حجرؒ مکی) (۱۷) منہاج السنۃ جلد اوّل (علامہ ابن تیمیہ) متوفی ۷۲۸ھ (۱۸) شرح عقائد نسفی مؤلفہ علامہ تفتازانی (۱۹) شرح مواقف مولفہ علامہ سید شریف (۲۰) النبراس شرح شرح العقائد (علامہ عبدالعزیز صاحب فرہاروی) (۲۱) الناہیۃ عن طعن امیر المومنین معاویہؓ (علامہ فرہارویؒ) (۲۲) شرح مواقف (علامہ سید شریف) (۲۳) امام طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ھ کی کتاب العقائد کی شرح طحاویۃ مؤلفہ علامہ علی بن علی بن محمد حنفی متوفی ۷۹۲ھ (۲۴) المسایرۃ مولفہ امام ابن الہمام حنفی متوفی ۶۸۱ھ (۲۵) مکتوبات امام ربانی حضرت مجدد الفؒ ثانی (۲۶) ازالۃ الخفاء مؤلفہ حضرت شاہ ولی اللہ محدثؒ دہلوی ۔ (۲۷) تحفہ اثنا عشریہ مولفہ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ محدث دہلوی بن حضرت الشاہ ولی اللہ محدثؒ دہلوی ۔ (۲۸) منصب امامت مؤلفہ حضرت مولانا شاہ محمد اسمٰعیل شہید ۔

(ب) الناہیۃ عن طعن امیر المومنین معاویۃ للعلامہ عبدالعزیز فرہاروی ۔ (۳۰) رحمۃ للعالمین مؤلفہ مولانا قاضی محمد سلیمان صاحب منصور پوری (۳۱) اجوبۂ اربعین مؤلفہ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ (۳۲) فتاوی مولانا علامہ عبدالحیؒ (۳۳) تحفۂ خلافت (تفسیر آیات خلافت ص۸۳) امام اہلسنت حضرت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنویؒ (۳۴) ۔ بغیۃ الرائد فی شرح العقائد مؤلفہ نواب صدیق حسن صاحب (۳۵) خلافت راشدہ مولفہ حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی سابق شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور" حدیث ثلاثون سنۃ ترمذی ابو داؤد ۔ نسائیؒ ۔ ابن ماجہ ۔ مسند احمد بن حنبل ۔ ابن حبان مسند ابی یعلی اور مشکوٰۃ المصابیح وغیرہ کتب حدیث میں موجود ہے ۔ محدث ابن حبان نے اس کو صحیح قرار دیا ہے اور امام ترمذیؒ اس کو حسنؒ قرار دیتے ہیں اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں

"۔۔۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث مستفیضہ میں یہ علم عطا فرمایا ہے کہ خلافت کا زمانہ تیس۳۰ سال ہے اور سفینہؓ نے اس کی تفسیر خلفائے اربعہ کی خلافت سے کی ہے اور عقل بھی اسی پر دلالت کرتی ہے کیونکہ مطلق ریاست کی مثال تو تیس۳۰ سال نہیں ہے تو یہ خلفاء ایسی خلافت سے متصف تھے جو ملک عضوض سے مغائرت رکھتی تھی پس یہ خلافت ممدوح تھی الخ

(ازالۃ الخفاء جلد دوم ص۲۴۲) ترجمہ حضرت مولانا اشتیاق احمد صاحب دیوبندی) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے نزدیک تیس۳۰ سالہ خلافت والی احادیث مستفیض یعنی حدیث مشہور کا درجہ رکھتی ہیں اور حدیث متواتر کے بعد حدیث مشہور کا درجہ ہے علاوہ ازیں یہ بھی ملحوظ رہے کہ خبر واحد کو بھی اگر امت قبول کرلے تو وہ متواتر معنوی کا حکم رکھتی ہے اور وہ حجت قطعیہ بن جاتی ہے ۔ اور حدیث سفینہؓ کا بھی یہی حال ہے اور مفسرین ۔ محدثین ۔ متکلمین اور محققین امت نے خلفائے اربعہ کی خلافت راشدہ پر اس سے استدلال کیا ہے ۔ جیسا کہ یہاں ان ۳۵ کتابوں کا حوالہ درج کیا گیا ہے جو اس وقت موجود تھیں کسی محدث نے بھی اس حدیث کو موضوع نہیں کہا ۔ لیکن جنتری والوں کی جاہلانہ جسارت اس حد تک پہنچ گئی کہ وہ بلا توقف امت کے ایک اجماعی موقف کیخلاف اس حدیث کو موضوع اور من گھڑت قرار دے رہے ہیں ۔

ع ۔ چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد ۔۔۔۔ وَاللہ الھادی

اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ

میں نے اپنے مضمون :۔ عقیدہ خلافت اور امامت" میں یہ لکھا تھا کہ :۔ لغوی معنی میں تو حضرت معاویہؓ کو خلیفہ راشد کہا جاسکتا ہے

اسی طرح حضرت حسنؓ کو بھی خلیفہ راشد کہہ سکتے ہیں لیکن اصطلاحی معنی میں ان کو خلیفہ راشد نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ اصطلاحی معنی میں صرف وہ صحابہ خلفائے راشدینؓ ہیں جو قرآن کی آیت تمکین اور آیت استخلاف کا مصداق ہیں اور وہ خلفائے اربعہ ہیں الخ اس کے جواب میں جنتری والے لکھتے ہیں :۔

قارئین کرام ۔ کلام الٰہی کے بارے میں قاضی صاحب کی جسارت ملاحظہ ہو کہ اللہ تعالیٰ تو جملہ صحابہ کرام کو راشد قرار دے رہے ہیں ۔ لیکن قاضی صاحب مصر ہیں کہ وہ راشد لغوی معنی میں ہیں ——— قاضی صاحب کو یہ اندازہ نہیں ہے کہ اس فلسفے سے کس قدر گمراہی پھیلے گی ۔ انہی کی تقلید میں اگر کوئی شخص یہ کہہ دے کہ قرآن میں صلوٰۃ ۔ زکوٰۃ ۔ صوم اور حج کا ذکر بطور لغوی ہوا ہے ۔ اس کی ذمہ داری کس پر ہوگی قاضی صاحب خود بھی اقرار فرما رہے ہیں کہ الراشدون اصحاب رسول کے بارے میں ہے اور حضرت معاویہؓ سے رُشد سلب کرنے کے در پے ہیں ——— قاضی صاحب ۔ اصحاب رسول سارے کے سارے ہی راشد ہیں ۔ یہ خلیفہ ہوں تب بھی راشد ۔ یہاں چار کا یا اربعہ کا لفظ تو استعمال نہیں ہوا کہ صرف چار راشد ہیں (یہاں شیعہ عقائد میں اس کی توجیہہ ممکن ہے) اگر خلفائے راشدین کو خلافت نہ ملتی تو کیا وہ معاذ اللہ راشد نہ ہوتے ۔ راشد تو وہ از نص قرآن تھے ۔ خلافت ان کا منصب ہو گیا اس لئے وہ خلیفہ راشد ہو گئے ۔ اگر وہ کسی صوبے کے عامل ہوتے تو وہ عامل راشد ہو جاتے ۔ راشد ہونا تو نص قرآنی کے تحت پوری جماعت صحابہ کی صفت ہے ۔ ہر صحابی تو راشد ہے اور جن صحابہ کو خلافت مل جائے تو وہ خلفائے راشدین ہیں ۔ ہفت روزہ خدام الدین لاہور ۔ ۲ اکتوبر ۱۹۸۷ء کے شمارہ میں ایک اعلان شائع ہوا ہے کہ :۔ سلسلہ عالیہ قادریہ راشدیہ الوبیہ (کویت) کے زیر اہتمام کنونشن خطاب جانشین امام الہدیٰ حضرت مولانا میاں محمد اجمل قادری تعجب ہے کہ دور حاضر کا یہ سلسلہ بھی راشدہ ہے اور حضرت معاویہؓ کی خلافت غیر راشدہ ہے ۔ قاضی صاحب کی چار یار کی اصطلاح بھی توہین صحابہ پر مبنی ہے حالانکہ اصحاب رسول تو ایک لاکھ سے زائد ہیں الخ (جنتری ۱۹۸۹ء ص ۶۷/۶۸)

الجواب

(۱) جنتری والے لغوی اور اصطلاحی معنی کا فرق کیونکر سمجھ سکتے ہیں جبکہ وہ قرآنی آیت الذی ارتضیٰ لھم کا معنی بھی نہیں سمجھتے ۔ میں نے تو یہ لکھا تھا کہ اصطلاحی معنی میں خلیفہ راشد وہ ہیں جو آیت تمکین اور آیت استخلاف کا مصداق ہیں ۔ مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب پر لازم تھا کہ وہ حضرت امیر معاویہؓ کو ان آیات کا مصداق ثابت کرتے ۔ جنتری میں بیچاروں نے اس کی بھی بڑی کوشش کی ہے لیکن وہ ثابت نہیں کر سکے ۔ علاوہ ازیں یہاں یہ بھی ملحوظ رہے کہ میں نے تو حضرت امام حسنؓ کے متعلق بھی یہی لکھا ہے کہ وہ اصطلاحی معنی میں خلیفہ راشد نہیں ہیں کیونکہ وہ بھی ان آیات کا مصداق نہیں ہیں ۔ لیکن آپ حضرت معاویہؓ کے دفاع میں تو مجھ پر یہ بہتان تراشی کر رہے ہیں کہ :۔

:۔ حضرت معاویہؓ سے رشد سلب کرنے کے در پے بھی ہیں" لیکن اس میں حضرت امام حسنؓ کا ذکر نہیں کرتے ۔ یہ دال میں کالا کالا کیا ہے ۔

(۲) اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ جو بھی حضرت معاویہؓ کو اصطلاحی معنی میں خلیفہ راشد نہیں مانتے وہ سب ان سے رشد سلب کرنے کے در پے ہیں" آپ مفسرین ۔ محدثین ۔ متکلمین اور اکابر علمائے امت میں سے ایسے حضرات کے نام تو پیش کریں جنہوں نے حضرت معاویہؓ کو خلیفہ راشد قرار دیا ہو آپ جنتری پر چھ خلفاء صحابہ کے نام لکھتے ہیں ۔ تو چھ محققین اہل سنت کے نام ہی پیش کر دیں ۔ لیکن یہ ملحوظ رہے کہ کہیں ان محققین میں محمود احمد عباسی وغیرہ کے نام نہ شامل کر لیں ۔ بہر حال اگر آپ کو ذوتین نام کہیں سے دستیاب ہو بھی جائیں تو آپ کا فتویٰ تو یہی ہوگا کہ ان کے علاوہ چودہ سو سال کے مفسرین و محدثین وغیرہ اکابر امت سب حضرت معاویہؓ سے رشد سلب کرنے کے در پے رہے ہیں جن میں تمام اکابر علمائے دیوبند بھی ہیں العیاذ باللہ ۔ حق تعالیٰ اس قسم کی غباوت اور بغاوت کے فتنوں سے محفوظ رکھیں ۔ آمین ۔

(۳) جنتری میں چھ خلفاء صحابہ کے نام کے ساتھ ساتویں صحابی خلیفہ حضرت عبداللہ بن زبیر کا نام نہ لکھنے کی توجیہہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں ۔

قاضی صاحب۔ آپ کا یہ دعویٰ بھی صحیح نہیں کہ خلفاء صحابہ سات ہیں بلکہ خلفاء صحابہ کی تعداد آٹھ ہے۔ ان میں سیدنا مروان بھی شامل ہیں ـــــ اس بحث سے ثابت ہوتا ہے کہ قاضی صاحب کا یہ دعویٰ کہ خلفاء صحابہ سات ہیں غلط ہے۔ چونکہ ان دونو حضرات کی خلافت غیر متفقہ اور ایک ہی عہد میں تھی اس لئے انہیں خلفائے راشدین سے الگ لکھا گیا۔ اگر آپ کا یہ نظریہ درست تسلیم کرلیں تو خلفائے راشدین میں آٹھ صحابہ کو شامل کرلیا جائے گا الخ (جنتری ص۶۶) یہاں لفظ لکھا کاتب سہو ہے اس کے بجائے الگ رکھا گیا ہونا چاہیئے بہرحال جنتری والوں نے خود تسلیم کرلیا کہ حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت مروان کے نام چھ صحابہ خلفائے راشدین کے ساتھ اس لئے نہیں شامل کئے گئے کہ ان دونو کی خلافتیں غیر متفقہ تھیں اور یہ دونوں ایک ہی عہد میں خلیفہ تھے۔" ہمارا سوال یہ ہے کہ دو صحابی خلیفہ ایک ہی عہد میں ہوں اور دونو کی خلافتوں پر اتفاق نہ ہوا ہو تو کیا وہ اس وجہ سے خلیفہ راشد نہیں رہیں گے اور ان سے صفت رشد سلب ہو جائے گی ـــ جس بنیاد پر بہتان تراشی کی تھی اب خود ہی جنتری والے اس کی زد میں آگئے ـــ ہے یہ گنبد کی صدا جیسے کہی ویسے سُنی ہیں تو حضرت حسن اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کو آیت تمکین اور آیت استخلاف کا مصداق نہ ہونے کی وجہ سے خلفائے راشدین میں شامل نہیں کیا تھا۔ لیکن انھوں نے حضرت ابن زبیر اور جناب مروان کو خلفائے راشدین میں صرف اس لئے شامل نہیں کیا کہ ان کی خلافتیں متفق علیہ نہیں تھیں ـــ ع ـ وہ الزام ہم کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا۔

(۲) دوسری وجہ ان کو خلفائے راشدین میں شامل نہ کرنے کی یہ لکھی ہے کہ وہ دونو ایک ہی عہد میں خلیفہ تھے۔ تو اس بنیاد پر تو حضرت معاویہؓ بلکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما بھی خلفائے راشدین میں شامل نہیں ہوسکیں گے جبکہ فیصلہ تحکیم کے بعد حضرت علی المرتضیٰؓ کی موجودگی میں ہی حضرت معاویہؓ نے بیعت خلافت شروع کردی تھی اور جمہور اہل سنت کا مسلک بھی یہی ہے کہ مملکت اسلامیہ میں بیک وقت دو خلیفہ نہیں ہوسکتے اور چونکہ حضرت علی المرتضیٰ کو مولوی ضیاء الرحمن صاحب قرآن کا موعودہ چوتھا خلیفہ راشد مان چکے ہیں اس لئے یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ حضرت امیر معاویہؓ حضرت علی المرتضیٰ کے دور خلافت میں خلیفہ راشد نہ تھے۔ تو فرمایئے کہ کیا قرآن کے موعودہ خلفائے راشدین کی دو قسمیں ہیں (۱) ابتدائے خلافت سے انتہائے خلافت تک خلیفہ راشد۔ (۲) ابتدائے خلافت کے بعد کچھ مدت کے لئے غیر خلیفہ راشد اور اس کے بعد متفق علیہ خلیفہ کی حیثیت سے آخر تک خلیفہ راشد۔ لہٰذا خلافت راشدہ کی قسمیں بیان کرتے ہوئے زیر بحث مضمون ص۶۶ پر جو یہ لکھا گیا ہے:۔ "قطعی خلافت راشدہ غیر موعودہ متفقہ یہ حضرت معاویہؓ کی ہے" صحیح نہیں ہے کیونکہ قطعی خلافت راشدہ تو وہ ہے جو ابتداء سے انتہاء تک ہو۔ علاوہ ازیں اس تقسیم خلافت میں جو یہ لکھا ہے کہ "قطعی خلافت راشدہ غیر موعودہ غیر متفقہ یہ حضرت حسن، حضرت ابن زبیر اور حضرت مروان کی ہے۔ یہ تقسیم بھی حضرت قاضی صاحب کے استدلال کو تسلیم کرتے ہوئے مبنی ہے" (ایضاً ص۶۷) یہ بھی صحیح نہیں۔ کیونکہ حضرت حسنؓ اور حضرت معاویہؓ دونو قریباً چھ ماہ بیک وقت خلیفہ رہے ہیں۔ اسی طرح حضرت ابن زبیرؓ اور جناب مروان بھی بیک وقت خلیفہ رہے ہیں اور جنتری والوں کے استدلال کے تحت بیک وقت دو خلیفہ ہوں تو ان کو خلفائے راشدین میں شامل نہیں کیا جائے گا۔ باقی رہا میرا استدلال۔ تو اس کی بنیاد پر تو حضرت معاویہؓ حضرت حسنؓ اور حضرت ابن زبیر تینوں حضرات قرآن کی آیت تمکین اور آیت استخلاف کا مصداق نہ ہونے کی وجہ سے اصطلاحی خلفائے راشدین میں شامل نہیں ہیں۔ قارئین کرام اگر غور سے جنتری کے مضمون کو پڑھیں تو معلوم ہوگا کہ مضمون نگار کوئی مخبوط الحواس شخص ہے۔ جو اپنے استدلال اور جواب کو بھی نہیں سمجھتا اور یونہی ٹامک ٹوئیاں مار رہا ہے۔

(۳) جنتری والوں نے آیت أُولَٰئِكَ هُمُ الرَّاشِدُونَ سے جو یہ استدلال کیا تھا۔ کہ حضرت معاویہؓ جب صحابی راشد ہیں تو خلیفہ بننے کے بعد بھی خلیفہ راشد ہی ہوں گے۔ اس استدلال کی بنیاد انھوں نے یہ لکھ کر گرادی کہ چونکہ حضرت ابن زبیرؓ اور حضرت مروان دونو کی خلافتیں متفق علیہ نہیں ہیں اور دونو بیک وقت خلیفہ تھے اس لئے ان کو خلفائے راشدین میں شامل نہیں کیا گیا۔ اس کے بعد لغوی

حیثیت سے خلیفہ راشد اور اصطلاحی حیثیت سے خلیفہ راشد کی بحث کی ضرورت نہیں تھی لیکن اس خیال سے کہ شرعی اصطلاحات سے بعض ناواقف لوگ جنتری کے استدلال سے غلط فہمی میں مبتلا ہو کر اہل حق کے مؤقف سے منحرف نہ ہو جائیں۔ مزید کچھ عرض کرنا ضروری ہے۔

معنی لغوی و اصطلاحی کا فرق

صلوٰۃ کا لغوی معنی: دُعا۔ مغفرت۔ رحمت۔ درود (بیان اللسان) صلوٰۃ۔ دُعا کرنا۔ نماز پڑھنا عبادت کرنا (اور علی کے ساتھ) برکت دینا۔ بہتری چاہنا۔ اپنی تعریف کرنا۔ (ج صلوات) نماز۔ دُعا۔ مغفرت۔ درود۔ رحمت (المعجم الاعظم) قرآن مجید میں صلوٰۃ کا صیغہ مختلف معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ مثلاً (۱) حافظوا علی الصلوات والصلوٰۃ الوسطیٰ (سورۃ البقرہ آیت ۲۳۸) :۔ محافظت کرو سب نمازوں کی اور درمیان والی نماز کی خصوصاً (ترجمہ حضرت تھانویؒ) یہاں صلوات سے مراد شرعی نمازیں ہیں جو احادیث سے ثابت ہیں لیکن سورت الحج آیت۔ میں صلوات سے مراد یہودیوں کے عبادت خانے ہیں۔ ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لھدمت صوامع وبیع وصلوٰت ومساجد یذکر فیھا اسم اللہ کثیرا۔

:۔ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ تعالیٰ (ہمیشہ سے) لوگوں کا ایک دوسرے کے ہاتھ سے زور نہ گھٹاتا رہتا تو اپنے اپنے زمانہ میں نصاریٰ کے خلوت خانے اور عبادت خانے اور یہود کے عبادت خانے اور مسلمانوں کی وہ مسجدیں جن میں اللہ کا نام بکثرت لیا جاتا ہے منہدم ہو گئے ہوتے" (ترجمہ حضرت تھانوی)

(۳) اُولٰئِکَ عَلَیْھِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّھِمْ وَرَحْمَۃٌ (سورۃ البقرہ آیت ۱۵۷) ان لوگوں (یعنی صابرین) پر جدا جدا خاص خاص رحمتیں بھی ان کے پروردگار کی طرف سے ہوں گی (اور سب پر بالاشتراک) عام رحمت بھی ہو گی (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

(۴) وَیَتَّخِذُ مَا یُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰہِ وَصَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ (سورۃ التوبہ آیت ۹۹)۔ اور جو کچھ خرچ کرتے ہیں اس کو عند اللہ قرب حاصل ہونے کا ذریعہ اور رسول کی دُعا کا ذریعہ بناتے ہیں (ترجمہ حضرت تھانویؒ) ان آیات میں صلوٰت کے جدا جدا معنی ہیں۔ شرعی نمازیں۔ یہود کے عبادت خانے۔ رحمتیں اور دُعائیں۔ "جنتری والے کیا باقی تینوں آیتوں سے اصطلاحی معنی نماز ہی مراد لیں گے۔

(۵) لَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ مِّنْھُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِہٖ (التوبۃ آیت ۸۴) :۔ اور ان میں سے کوئی مر جائے تو اس کے (جنازہ) پر کبھی نماز نہ پڑھئے اور نہ (دفن کے لئے) ان کی قبر پر کھڑے ہوجئے" (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

وَصَلِّ عَلَیْھِمْ اِنَّ صَلٰوتَکَ سَکَنٌ لَّھُمْ (التوبۃ آیت ۱۰۳) :۔ اور ان کے لئے دعا کیجئے بلاشبہ آپ کی دُعا ان کے لئے موجب اطمینان (قلب) ہے۔ (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

(۶) اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔ سورۃ الاحزاب آیت ۵۶ بیشک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں ان پیغمبر پر۔ اے ایمان والو۔ تم بھی آپ پر رحمت بھیجا کرو۔ اور خوب سلام بھیجا کرو۔ (ترجمہ حضرت تھانویؒ) تحقیق اللہ اور فرشتے اس کے درود بھیجتے ہیں اوپر نبی کے۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو۔ درود بھیجو اوپر اس کے اور سلام بھیجو سلام بھیجنا" (ترجمہ حضرت شاہ رفیع الدین صاحب دہلویؒ)

(۷) ھُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ وَمَلٰٓئِکَتُہٗ (الاحزاب آیت ۴۳) :۔ وہ ایسا رحیم ہے کہ وہ (خود بھی) اور اس کے فرشتے بھی تم پر رحمت بھیجتے رہتے ہیں"۔ (ترجمہ حضرت تھانویؒ) ان آیات میں لفظ صلوٰۃ علی کے صلہ کے ساتھ استعمال ہوا ہے لیکن اس کے

معنی جدا جدا ہیں۔ نماز جنازہ۔ دُعا۔ درود۔ رحمت۔ اگر لغوی اور اصطلاحی معنی کا فرق نہ کیا جائے۔ تو آیت وَصَلِّ علیھم سے مراد نماز جنازہ ہوگی۔ اور آیت ھو الّذی یُصَلِّی علیکم کا وُہی معنی ہوگا جو یُصَلُّونَ علی النّبی کا ہے اور کیا مومنین بھی اللہ اور اس کے فرشتوں کی اتباع میں ایک دُوسرے پر اصطلاحی درود پڑھیں گے۔ اور کیا ادارۃ المعارف والے بھی مولوی ضیاء الرحمٰن اور مولوی الطاف الرحمٰن صاحب پر درود شریف پڑھا کرتے ہیں؟

صالحین کا معنی

قرآن مجید میں صالحین کا لفظ انبیاء علیہم السّلام کیلئے بھی استعمال ہُوا ہے اور اولیاء اللہ کیلئے بھی لیکن اس آیت میں لغوی معنی مراد ہے نہ کہ اصطلاحی۔ وَانکحوا الایامیٰ منکم والصّالحین من عبادکم وَاِمَآئِکُم (النّور آیت ۳۱) :- اور تم میں جو بے نکاح ہوں تم ان کا نکاح کر دیا کرو اور اسی طرح تمہارے غلام اور لونڈیوں میں سے جو اس (نکاح) کے لائق ہوں اس کا بھی" (ترجمہ حضرت تھانویؒ) حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔ اس جگہ صالحین کا لفظ اپنے لغوی معنی میں آیا ہے یعنی ان میں جو شخص نکاح کی صلاحیت و استطاعت رکھتا ہو اس کا نکاح کرا دینے کا حکم ان کے آقاؤں کو دیا گیا ہے"۔ (تفسیر معارف القرآن جلد ششم)

امام اور امامت

لفظ امام مختلف معنوں میں استعمال ہوتا ہے چنانچہ بیان اللسان میں ہے:۔ امام۔ پیش نماز۔ پیشوا۔ قرآن مجید۔ کتاب۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ خلیفہ۔ امیر لشکر۔ قرآن مجید میں لفظ امام پیشوایان دین اور پیشوایان کفر دونوں کیلئے استعمال ہُوا ہے۔ امام بمعنی راستہ ہے۔ وانھما لبامامٍ مُّبین (سورۃ الحجر آیت ۷۹) :۔ اور دونو قوموں کی بستیاں صاف سڑک پر واقع ہیں" (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

(۲) وَمِن قبلہ کتٰبُ موسیٰ اِمَامًا وَّرحمۃ۔ (سورۃ ھود آیت ۱۷) اور اس سے پہلے (یعنی) موسیٰ علیہ السلام کی کتاب ہے جو پیشوا اور رحمت ہے" (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

(۳) کُلَّ شیءٍ اَحصَینٰہُ فی اِمَامٍ مُّبِین (سورۃ یٰسین آیت ۱۲) :۔ اور ہم نے ہر چیز کو ایک واضح کتاب (یعنی لوح محفوظ) میں ضبط کر دیا تھا" (ترجمہ حضرت تھانویؒ) لیکن امام اور امامت کا اصطلاحی معنی یہ ہے:۔ (۱) الامامۃ ریاسۃ عامۃ فی امور الدین والدنیا لشخصٍ من الاشخاص (شرح مواقف) امامت کسی شخص کی اس ریاست عامہ کو کہتے ہیں جو دینی اور دنیوی امور کیلئے قائم کی جائے"۔ (۲) ثم الاجماع علی ان نصب الامام واجب (شرح عقائد نسفی۔ بحث الامامۃ) :۔ پھر اس امر پر اجماع ہے کہ امام کا مقرر کرنا واجب ہے" علامہ آلوسی مصری رحمۃ اللہ علیہ لفظ امام کے متعلق لکھتے ہیں:۔

لانہ لم یستعمل فی الکتاب المجید بالمعنی المصطلح اصلًا و انما استعمل بمعنی النبی والمرشد والھادی والمقتدی بہ فی امرٍ خیرًا کان اَو شرًّا۔ (روح المعانی جلد ۳ جزء ۱۸) :۔ کیونکہ لفظ امام قرآن مجید میں اصطلاحی معنی استعمال نہیں ہُوا۔ البتہ لفظ امام۔ نبی۔ مرشد۔ ھادی اور پیشوا کے معنی میں استعمال ہُوا ہے خواہ اچھے کام کا پیشوا ہو یا بُرے کام کا" حالانکہ لفظ امام قرآن مجید میں متعدد مقامات پر آیا ہے لیکن کہیں بھی اس کا اصطلاحی معنی مراد نہیں ہے اس سے معلوم ہُوا کہ اُولٰئک ھم الراشدون کو صحابہ کرام کے حق میں آیا ہے کہ تمام صحابہ کرام رشد و ہدایت والے ہیں لیکن اس سے راشدین کا وہ اصطلاحی معنی مراد نہیں ہے جو قرآن کے موعودہ خلفائے راشدین کے لئے ہے۔

شیعہ کا لغوی اور اصطلاحی معنی

لفظ شیعہ کا لغوی معنی ہے:۔ پیچھے چلنے والا۔ مددگار۔ گروہ۔ مجمع۔ ٹولی۔ (بیان اللسان) الشیعۃ۔ پیرو۔ مددگار۔ انصار۔ فرقہ۔ گروہ (المعجم الاعظم)

اور شیعہ مذہب کی اصطلاح میں شیعہ اس شخص کو کہتے ہیں جو حضرت علی المرتضیٰ سے لیکر امام مہدی تک بارہ اماموں کی امامت کا قائل ہو۔ اور منصبِ امامت ان کے نزدیک منصب نبوت سے افضل ہے۔ اسی بنا پر وہ بارہ اماموں کو انبیائے سابقین علیہم السلام سے افضل مانتے ہیں۔ (العیاذ باللہ)

کیا حضرت حجر بن عدی شیعہ تھے

مولوی ضیاء الرحمٰن فاروقی حضرت حجر بن عدی کے بارے میں لکھتے ہیں بیان کیا جاتا ہے کہ معاویہؓ نے حجر بن عدی کو قتل کرایا۔ یہ بڑے عابد و زاہد تھے، خارجی بھی بڑے قرآن خواں اور عابد و زاہد تھے لیکن حضرت علیؓ کیخلاف آمادۂ بغاوت ہوئے تو امیر المؤمنین علیؓ نے جنگ نہروان میں ان کو تہ تیغ کر دیا۔ حجر کی طرح حجر کے لڑکے عبداللہ اور عبدالرحمٰن بھی شیعہ تھے۔ (سیدنا معاویہ صـ۱۶۴)

مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب کا یہ بہتان ہے کہ حجر بن عدی شیعہ تھے۔ اور ان کو غلط فہمی غالباً شیعان علیؓ کے الفاظ سے لگی ہے چنانچہ حضرت مولانا محمد تقی عثمانی (کراچی) ان کے متعلق لکھتے ہیں۔ یہ خود شیعان علیؓ میں سے تھے" (حضرت معاویہؓ اور تاریخی حقائق صـ۶) مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب چونکہ لغوی اور اصطلاحی معنی میں فرق نہیں سمجھتے اس لئے انہوں نے شیعہ کے لفظ سے شیعہ مذہب کا اصطلاحی معنی سمجھ لیا۔ حالانکہ یہاں لغوی معنی مراد ہے۔ یعنی حضرت علیؓ کے طرفدار۔ اس دور میں حضرت علیؓ کے طرفداروں کو شیعان علی۔ حضرت عثمانؓ کے طرفداروں کو شیعان عثمان اور حضرت معاویہؓ کے طرفداروں کو شیعانِ معاویہ کہا جاتا تھا۔ بلکہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی نے تو شیعان علیؓ اہل السنت والجماعت کو قرار دیا ہے۔ چنانچہ ابن سبا یہودی کے بارے میں لکھتے ہیں۔ اس شیطان کے وسواس سے چار فرق ہو گئے۔ ایک فرقہ شیعہ اُولیٰ اور شیعہ مخلصین کہ اہل سنت وجماعت کے پیشوا ہیں الخ (تحفہ اثناء عشریہ اردو صـ۶)

اور مولانا اکبر شاہ خان صاحب نجیب آبادی لکھتے ہیں:۔ کوفہ میں جب وہاں کے حاکم نعمان بن بشیر کے پاس یزید کا خط پہنچا اور عام طور پر امیر معاویہؓ کے انتقال کی خبر مشہور ہوئی تو شیعان بنو امیہ نے فوراً نعمان بن بشیر کے ہاتھ پر یزید کی بیعت کی یہاں شیعانِ بنو امیہ کے الفاظ سے کیا جنتری والے یہ نتیجہ نکالیں گے کہ بنو امیہ مذہباً شیعہ تھے

ع ــــ سخن شناس نۂ اے ضیاء خطا ایں جاست"

لیکن شیعان علیؓ اور شیعان حسینؓ نے جو پہلے ہی سے امام حسینؓ کو کوفہ میں بلانے کی کوشش کر رہے تھے۔ (تاریخ اسلام جلد دوم صـ۵۸) اور گو حضرت حجر بن عدی کے صحابی ہونے میں اختلاف ہے لیکن ان کا زاہد و متقی ہونا مسلّم ہے چنانچہ مولانا علامہ محمد تقی عثمانی ابوالاعلیٰ مودودی صاحب پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ ان کا صحابی ہونا مختلف فیہ ہے .... یہ خود شیعان علیؓ میں سے تھے اور بلاشبہ تمام تاریخی روایات ان کی بزرگی اور عبادت و زہد پر متفق ہیں الخ (حضرت معاویہؓ اور تاریخی حقائق صـ۶) (۲) امام ابن اثیر حضرت حجر بن عدی کے ترجمہ میں لکھتے ہیں۔

:ــــ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں یہ اور ان کے بھائی ہانی حاضر ہوئے تھے۔ اور جنگ قادسیہ میں شریک تھے اور فضلائے صحابہ میں تھے ــــ اور جنگ جمل میں بھی حضرت علیؓ کے ساتھ تھے۔ مشاہیر صحابہ سے ہیں"۔

(اسد الغابہ جلد دوم صـ۲۵ ترجمہ امام اہل سنت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنویؒ)

خلیفہ راشد کا اصطلاحی معنی

رشد کا لغوی معنی ہے۔ سچے راستہ پر مضبوطی سے قائم رہنا سیدھے راستے پر ہونا (بیان اللسان) ہدایت راستگی ٹھیک طور پر ہونا

راہ راست پر ہونا - پیروی حق - راستی کے ساتھ استقامت و استقلال - بلوغت - بلغ رشدہ - وہ بالغ ہوا (المعجم الاعظم جلد ثانی) قرآن مجید میں ہے - وابتلوا الیتامیٰ حتیٰ اذا بلغوا النکاح فان آنستم منھم رشدا (سورۃ النساء آیت ۶) : اور سدھاتے رہو یتیموں کو جب تک پہنچیں نکاح کی عمر کو۔ پھر اگر دیکھو ان میں ہشیاری۔ (ترجمہ حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی) پھر اگر ان میں کو نہ تمیز دیکھو۔ (ترجمہ حضرت تھانوی)

(۲) وھیئ لنا من امرنا رشدا - (الکھف آیت ۲۴) :- اور ہمارے لئے اس کام میں درستی کا سامان مہیا کیجئے۔ (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

(۳) لکن اللہ حبب الیکم الایمان وزینہ فی قلوبکم وکرہ الیکم الکفر والفسوق والعصیان ط اولئک ھم الراشدون (سورۃ الحجرات آیت ۷) پھر اللہ نے محبت ڈالی تمہارے دل میں پہچان کی اور اچھا دکھایا اس کو تمہارے دلوں میں۔ اور برا لگایا تم کو کفر اور گناہ اور بے حکمی۔ وہ لوگ وہی ہیں نیک چال پر (ترجمہ حضرت شاہ عبدالقادر دہلویؒ) لیکن اللہ تعالیٰ نے تم کو ایمان کی محبت دی اور اس کو تمہارے دلوں میں مرغوب کر دیا۔ اور کفر اور فسق اور عصیان سے تم کو نفرت دیدی۔ ایسے لوگ خدا تعالیٰ کے فضل اور انعام سے راہ راست پر ہیں" (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

(۴) ولقد آتینا ابراھیم رشدہ من قبل وکنا بہ علمین ○ (سورۃ الانبیاء آیت ۵۱) :- اور آگے دی تھی ہم نے ابراہیم کو اس کی نیک راہ اور ہم رکھتے ہیں اس کی خبر (ترجمہ حضرت شاہ عبدالقادر دہلویؒ) اور ہم نے اس (زمانہ موسوی) سے پہلے ابراہیم کو (ان کی شان کے مناسب) خوش فہمی عطا فرمائی تھی اور ہم ان خوب جانتے تھے" (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

رشد کے مراتب

ان آیات میں یتیموں - اصحاب کھف - صحابہ کرام اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کیلئے رشد کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ ظاہر ہے کہ بحیثیت صحابی راشد ہونے اور بحیثیت نبی و رسول راشد ہونے میں بڑا فرق ہے۔ انبیائے کرام راشد معصوم ہونگے اور صحابہ کرام راشد غیر معصوم۔ اسی طرح قرآن مجید کے موعودہ خلفائے راشدین کا مقام رشد مخصوص درجے کا ہوگا۔ اور غیر موعودہ خلفاء کا رشد اس درجے کا نہ ہوگا۔ اسی بنا پر اہل السنت والجماعت کے نزدیک شرعی اصطلاح میں خلفائے راشدین وہی ہیں جو آیت استخلاف اور آیت تمکین کا مصداق ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قرآن کی موعودہ خلافت کو خلافت راشدہ سے تعبیر کرتے ہیں اور مذکورہ آیات کا مصداق صرف خلفائے اربعہ کو قرار دیتے ہیں اور اس کے باوجود وہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو بھی خلیفہ راشد کہتے ہیں :- "درمیان آں از میان ابنیہا عمر بن عبدالعزیز خلیفہ راشد بود"

امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنویؒ اس کا ترجمہ لکھتے ہیں - انہی اہل شام میں ایک عمر بن عبدالعزیز تھے جو اچھے خلیفہ تھے اور علم و فضل اور زہد کے زیور سے آراستہ تھے" ترجمہ میں خلیفہ راشد کے بجائے اچھے خلیفہ سے امام اہل سنت نے خلیفہ راشد کے لغوی معنی کا ہی اظہار کیا ہے۔ لیکن یہ بات بھی قابل غور ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدثؒ نے کسی جگہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر خلیفہ راشد کا اطلاق نہیں کیا، حافظ ابن حجر مکی ہیتمیؒ نے کتاب تطہیر الجنان صرف حضرت معاویہؓ کے دفاع میں لکھی ہے اور مخالفین کے مطاعن کا جواب دیا ہے لیکن کسی جگہ انہوں نے حضرت معاویہؓ کو خلیفہ راشد نہیں لکھا۔ مگر

حضرت امام حسن کو وہ خلفائے راشدین میں شمار کرتے ہیں چنانچہ حدیث الخلافۃ بعدی ثلثون سنۃ کے تحت لکھتے ہیں :۔ ھو آخر الخلفاء الراشدین بنص جدہ صلی اللہ علیہ وسلم (صواعق محرقہ ص۸۱) :۔ وہ یعنی حضرت حسنؓ اپنے جد امجد صلی اللہ علیہ وسلم کی نص کے مطابق آخری خلیفہ راشد ہیں" قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ نے بھی حضرت امام حسن کی خلافت کو خلافت نبوت قرار دیا ہے۔ چنانچہ ایک شیعہ مجتہد کے سوالات کے جواب میں لکھتے ہیں :۔ اہل سنت تو چار یہ (یعنی خلفائے اربعہ) اور پانچویں حضرت حسنؓ (چھ مہینہ کو) پانچوں کو خلیفہ بسیرت نبوت جانتے ہیں۔ اور حضرت حسنؓ سے امام مہدی تک کو خلافت ظاہرہ کا خواہ مخواہ اعتقاد نہیں کرتے امام باطن سمجھتے ہیں" (ہدایۃ الشیعہ ص۸۶) اسی سلسلہ میں لکھتے ہیں :۔ اور یہاں سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ خلافت معاویہؓ کو حضرت حسنؓ نے بنظر اصلاح جائز رکھا اگرچہ خلافت نبوت نہ تھی مگر خلافت ملوکانہ تھی (ایضاً ص۸۶) حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ بھی ایک شیعہ مجتہد کے سوالات کے جواب میں یزید وغیرہ کے بارے میں لکھتے ہیں :۔ اس کو آپ بھی جانتے ہیں کہ کوئی اہل سنت خلیفہ راشد نہیں کہتا بلکہ اکثروں کو ملوک جابرین سے سمجھتے ہیں۔ خلفائے راشدین تو ان کے نزدیک پانچ ہیں چار یار اور ایک امام حسن علیہم رضوان اللہ تعالیٰ۔ مگر ان کے خلیفہ راشد ہونے اور ان کے نہ ہونے کے یہ معنی نہیں کہ اور سب ظالم ہی تھے الخ (الاسوۃ الکاملۃ فی الاجوبۃ الکاملۃ ص۳۹) یہاں تو حضرت نانوتویؒ نے حضرت امام حسنؓ کو بھی خلفائے راشدین میں شامل کر لیا۔ لیکن آیت استخلاف کے تحت فرماتے ہیں :۔ اس سے ثابت ہوا کہ تسلط اہل اسلام اور تمکین دین پسندیدہ اور ازالہ خوف اور تبدیلی امن جو کچھ تھا سب کا سب اصل میں انہیں چار یار کیلئے تھا۔ (ہدیۃ الشیعۃ طبع قدیم ص۵۶۔ طبع جدید ص۷۵)

اور اجوبہ اربعین میں حضرت نانوتوی لکھتے ہیں :۔ جی حضرت۔ اہل سنت گو سب کو خلیفہ کہیں پر (موعود م خلیفہ برحق) اور خلیفہ راشد چار یار ہی کو سمجھتے ہیں (ص۱۸۶) ان دونوں عبارتوں میں حصر ہے کہ خلیفہ راشد اور خلیفہ موعود صرف چار یارؓ ہیں۔ ان عبارتوں کے پیش نظر تو جنتری والے یہی کہیں گے کہ حضرت مولانا نانوتویؒ کی عبارتوں میں تضاد ہے کہ کہیں خلفائے راشدین کی تعداد چار بتاتے ہیں کہیں پانچ۔ حالانکہ ان میں کوئی تضاد نہیں۔ جہاں چار یار پر حصر کرتے ہیں تو ان خلفائے راشدین سے مراد آیت استخلاف کا مصداق چار یار ہیں۔ اور جہاں حضرت حسنؓ کو خلفائے راشدین میں شامل کرتے ہیں تو وہاں حدیث ثلثون سنۃ کی بنا پر کرتے ہیں کہ خلفائے اربعہ کے بعد حضرت امام حسنؓ کی خلافت کے چھ ماہ اس میں شامل ہیں۔

؎ ہر سخن وقتے و ہر نکتہ مقامے دارد ——— میں نے لکھا تھا کہ :۔ یہاں یہ شبہ نہ کیا جائے کہ تیس سال تو حضرت حسنؓ کی کم و بیش چھ ماہ خلافت کے ساتھ پورے ہوتے ہیں کیونکہ امام حسنؓ کی خلافت خلافت راشدہ کا تتمہ ہے (ب) حدیث میں کسور کا اعتبار نہیں کیا گیا" (خارجی فتنہ حصہ اول حاشیہ ص۴۲۱) علاوہ ازیں خارجی فتنہ حصہ اول ص۵۳ پر بھی امام حسنؓ کی خلافت کے تتمہ ہونے کی توضیح کی گئی ہے۔ اور "تحفہ خلافت" میں بھی میں نے تتمہ و تکملہ کا مطلب بیان کرتے ہوئے یہ لکھا تھا کہ خلافت راشدہ کا تتمہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضرت امام حسن کی خلافت قرآن مجید کی موعودہ خلافت کا مصداق ہے اس سلسلے میں امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنویؒ کی یہ عبارت بھی پیش کی تھی کہ :۔ اس میں شک نہیں کہ صحابہ کرام خصوصاً خلفائے راشدین کا تذکرہ اور ان کے اوصاف و کمالات کا بیان درحقیقت آنحضرت کے ذکر مبارک کا تتمہ اور تکملہ ہے۔ (خلفائے راشدین ص۳) (۲) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں :۔

ایام خلافت بقیہ ایام نبوت بود" (خلفائے راشدین کی خلافت کا زمانہ بقیہ زمان نبوت تھا۔ (ازالۃ الخفاء مترجم جلد اول ص۱)

(۳) حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی (متوفی ۱۲۴۳ھ) تحریر فرماتے ہیں :۔ گویا زمانہ شیخین کا بقیہ زمانہ نبوت کا تھا (تحفۂ اثنا عشریہ مترجم ص۴۲۳) ـــــ جس طرح مندرجہ بالا عبارات میں تتمہ و تکملہ بقیہ زمان نبوت کے الفاظ اور سچے خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ خلفائے راشدین نبی ہیں اور سچے خواب دیکھنے والا بھی نبی ہے۔ اسی طرح امام حسنؓ کی خلافت کو خلافت راشدہ کا تتمہ کہنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ کی خلافت بھی خلفائے اربعہ کی طرح قرآن کی موعودہ خلافت راشدہ ہے الخ (تحفہ خلافت ص۳۲)

خلافتِ نبوّت

حضرت سفینہؓ کی حدیث کے علاوہ دوسری احادیث بھی خلفائے اربعہ کی خلافت نبوت (خلافت راشدہ) پر دلالت کرتی ہیں۔ چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں :۔ "و آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در احادیث مستفیضہ خبر دادند کہ بعد وفات وی صلی اللہ علیہ وسلم خلافت نبوت و خلافت رحمت خواہد بود و بعد ازاں ملک عضوض و آنچہ متصل وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم واقع شد خلافت خلفائے اربعہ بود پس خلافت ایشاں خلافت نبوت و رحمت باشد"

:۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث مستفیضہ میں اس بات کی خبر دی کہ آپ کی وفات کے بعد خلافت نبوت و خلافت رحمت ہوگی اور اس کے بعد ملک عضوض (مار کاٹ کی بادشاہت) اور جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے متصل واقع ہوئی وہ خلفائے اربعہ کی خلافت تھی۔ تو ان کی خلافت خلافت نبوت و رحمت ہوئی"

ازالۃ الخفاء مترجم جلد دوم فصل ہفتم ص۴۰۲) اور حضرت شاہ صاحب محدثؒ عضوض کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
:۔ کاٹنے والی کے لفظ سے واقعات حرب و قتال کا پیش آنا اور ایک کا دوسرے پر حملہ کرنا اور سلطنت کیلئے ایک کا دوسرے کے ساتھ جھگڑنا بخوبی معلوم ہوتا ہے"۔ (ازالۃ الخفاء مترجم جلد اول فصل پنجم ص۵۵۳)

بہرحال حدیث سفینہؓ اور دوسری احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ خلفائے اربعہ اور حضرت امام حسنؓ کی خلافت نبوت کے بعد جو خلافت ہوگی وہ خلافت نبوت نہیں ہوگی بلکہ اس میں کچھ تغیر آجائے گا۔ اس لئے حضرت امیر معاویہؓ کی خلافت کو قرآن کی موعودہ خلافت راشدہ نہیں قرار دیا جا سکتا۔

(۲) اسی سلسلہ میں حافظ ابن حجر مکیؒ "کاٹنے والی بادشاہت" کی بنا پر حضرت معاویہؓ پر ایک اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں :۔ اگر یہ ایسا ہی مان لیا جائے تب بھی حضرت معاویہؓ کے حق میں کچھ ضرر نہیں۔ ان کی خلافت میں کچھ باتیں ایسی ہوئیں جو خلفائے راشدین کے زمانے میں نہیں پائی گئیں۔ اس وجہ سے ان کی خلافت کو کاٹنے والی بادشاہت فرمایا گیا۔ اگرچہ حضرت معاویہؓ اپنے اجتہاد کی وجہ سے مستحق ثواب تھے کیونکہ حدیث صحیح میں وارد ہوا ہے کہ جس مجتہد سے حق صادر ہوا اس کو دہرا ثواب ملے گا۔ اور جس سے خطا صادر ہوا اس کو ایک ثواب ملے گا۔ حضرت معاویہؓ کے مجتہد ہونے میں کچھ شک نہیں ہے پس ان اجتہادات میں اگر ان سے غلطی ہوگی تو ان کو ثواب ہی ملے گا۔ اور کسی قسم کا نقصان ان میں نہ ہوگا۔ اگرچہ ان کی خلافت کو کاٹنے والی بادشاہت فرمایا گیا ہے۔ پھر ایک حدیث میں میں نے تصریح اس امر کی دیکھی کہ حضرت معاویہؓ کی سلطنت بعض وجوہ سے کاٹنے والی بادشاہت ہوگی (نہ جمیع وجوہ سے) یہ روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ کہتے تھے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے پہلے اس دین میں نبوت و رحمت ہوگی پھر خلافت و رحمت ہوگی پھر بادشاہت و رحمت ہوگی پھر لوگ خلافت پر اس طرح گریں گے جس طرح گدھے کسی چیز پر گرتے ہیں۔ پس تم لوگ جہاد کو اپنے اوپر لازم سمجھو اور سب سے افضل جہاد سرحد کی حفاظت ہے اور سب سرحدوں

سے بہتر سرحد عسقلان کی ہے۔ اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے سب راوی ثقہ ہیں۔ اس حدیث سے حضرت معاویہؓ کی خلافت کی فضیلت صاف ظاہر ہے کیونکہ جو خلافت و رحمت کے بعد سلطنت و رحمت ہوئی وہ حضرت معاویہؓ کی سلطنت تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سلطنت کو بھی رحمت فرمایا پس (سب حدیثوں کے لحاظ سے) یہ سلطنت کچھ کاٹنے والی بھی ہوگی۔ کچھ رحمت ہوگی لیکن واقعات تاریخیہ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت معاویہؓ کی خلافت میں رحمت بہ نسبت کاٹنے کے زیادہ تھی اور ان کے بعد والی سلطنتوں میں کاٹنا بہ نسبت رحمت کے زیادہ ہوگیا۔ باستثنائے خلافت عمر بن عبدالعزیز کے کیونکہ ان کی خلافت خلافتِ کبریٰ کے مشابہ ہے اس وجہ سے خلافت راشدہ سے ملادی گئی ہے" (تنویر الایمان ترجمہ تطہیر الجنان)

علاوہ ازیں حافظ ابن حجر مکیؒ صواعق محرقہ میں لکھتے ہیں کہ:۔ واول الملوك معاوية فلا يتوهم منه ان لاخلافة لمعاوية الخ (ص۱۳۱) حضرت مولانا محمد تقی عثمانی نے اس عربی عبارت کا حسب ذیل ترجمہ لکھا ہے:۔ حضرت معاویہؓ پہلے بادشاہ ہیں۔ اس لئے یہ وہم کیا جائے کہ حضرت معاویہؓ کی خلافت صحیح نہ تھی اس لئے کہ ان کی مراد یہ ہے کہ اگرچہ ان کی خلافت صحیح تھی لیکن اس پر ملوکیت کی مشابہت غالب آگئی تھی اس لئے کہ وہ بہت سے معاملات میں خلفائے راشدین کے طریقوں سے نکل گئی تھی اور خلافت کی بات اس لئے صحیح ہے کہ حضرت حسنؓ کی دست برداری اور اہل حل وعقد کے اتفاق کے بعد حضرت معاویہؓ کی خلافت حق اور صحیح تھی اور ملوکیت کی بات اس لئے درست ہے کہ ان کے عہد حکومت میں کچھ ایسے امور واقع ہوئے جن کا منشا غلط اجتہاد تھا جس کی بنیاد پر مجتہد گناہگار تو نہیں ہوتا لیکن اس کا رتبہ ان لوگوں سے بہ حال گھٹ جاتا ہے جن کے اجتہادات صحیح اور واقعہ کے مطابق ہوں اور یہ حضرات خلفائے راشدین اور حضرت حسن رضی اللہ عنہم تھے۔ لہذا جو شخص حضرت معاویہؓ کے عہد حکومت ملوکیت کے لفظ کا اطلاق کرتا ہے اس کی مراد یہ ہوتی ہے کہ ان کی حکومت میں مذکورہ اجتہادات واقع ہوئے اور جو شخص اسے خلافت قرار دیتا ہے اس کی مراد یہ ہوتی ہے کہ حضرت حسنؓ کی دست برداری اور اہل حل وعقد کے اتفاق کے بعد وہ خلیفہ برحق اور واجب الاطاعت تھے اور اطاعت کے لحاظ سے لوگوں پر ان کے وہی حقوق تھے جو ان سے پہلے خلفائے راشدین کو حاصل تھے لیکن یہ بات ان کے بعد آنے والے لوگوں کے بارے میں نہیں کہا جا سکتی الخ۔
(حضرت معاویہؓ اور تاریخی حقائق ص۱۳۴)

(۳) مولانا علامہ عبدالعزیز صاحب فرہارویؒ لکھتے ہیں:۔ كان الخلفاء الراشدون لم يتوسعوا في المباحات وكان سيرتهم سيرة النبي صلى الله عليه وسلم في الصبر على ضيق العيش والجهد الخ (النبراس شرح شرح العقائد):۔ خلفائے راشدین نے مباحات میں توسع سے کام نہیں لیا تھا اور تنگی پر صبر اور جد و جہد کے معاملے میں ان کی سیرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھی۔ رہے حضرت معاویہؓ۔ سو انہوں نے اگرچہ کسی منکر (کھلے گناہ) کا ارتکاب تو نہیں کیا لیکن انہوں نے مباحات میں توسع اختیار کیا اور حقوق خلافت کی ادائیگی میں وہ خلفائے راشدین کے درجے میں نہیں تھے۔ لیکن ان کی برابری نہ کر سکنا ان کے لئے کسی قدح کا موجب نہیں ہے" (ایضاً حضرت معاویہؓ اور تاریخی حقائق)

(۴) مجاہد جلیل حضرت مولانا شاہ محمد اسمٰعیل شہید رحمت اللہ علیہ حضرت معاویہؓ کو سلطان کامل قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:۔
سلطان کامل سلاطین اور خلفائے راشدین کے درمیان ایک برزخ کی طرح ہے۔ اگر لوگ دیگر سلاطین کو دیکھیں تو اس سلطان کامل کو خلیفہ راشد تصور کریں اور اگر خلفائے راشدین کا حال معلوم کریں تو اسے سلطانِ کامل سمجھیں چنانچہ سلطانِ

شام (حضرت معاویہؓ نے فرمایا۔ لست فیکم مثل ابی بکرؓ و عمرؓ و لکن ستعرون امراء من بعدی۔ (میں تم میں ابوبکرؓ اور عمرؓ جیسا حکمران نہیں ہوں لیکن میرے بعد عنقریب اُمراء دیکھو گے) بنا بریں اس کی سلطنت کا زمانہ زمانہ نبوت اور خلافتِ راشدہ کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے پس اس وجہ سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ خلافت راشدہ کے زمانہ کی ابتداء سے اس سلطنت کاملہ کا زمانہ گزر جانے تک ترقی اسلام کا زمانہ ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔ تدور رحی الاسلام لخمسٍ ثلثین اوست وثلاثین اوسبع وثلاثین فان یهلکوا فسبیل من هلك وان یقم لهم دینهم یقیم لهم سبعین عاماً (اسلام کی چکی پینتیس۔ چھتیس یا سینتیس سال چلے گی پس اگر وہ ہلاک ہوئے تو ہلاک کا راستہ ہے اور اگر دین کو قائم کیا تو ستر سال قائم رہیں گے۔" (منصب امامت مترجم ص۲۰۱)

(۵) حضرت شاہ ولی اللہ محدث لکھتے ہیں۔ اور حضرت معاویہؓ بن ابی سفیان کہا کرتے تھے کہ میں خلیفہ نہیں ہوں بلکہ بادشاہان اسلام کا پہلا بادشاہ ہوں اور تم میرے بعد بادشاہوں کا تجربہ کرو گے (اُس وقت قدر جانو گے) (ازالۃ الخفاء مترجم جلد اول ص۵۷۳)

(۶) علامہ علی قاری حنفی محدث لکھتے ہیں:۔ واول ملوك المسلمین معاویة وهو افضلهم الخ (شرح فقہ اکبر ص۸۳) :مسلمان بادشاہوں میں سے سب سے پہلے بادشاہ حضرت معاویہؓ ہیں اور وہ ان سب سے افضل ہیں"

(۷) علامہ ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں:۔ فلم یکن من ملوك المسلمین ملك خیر من معاویة ولا کان الناس فی زمان ملك من الملوك خیراً منهم فی زمن معاویة اذا نسبت ایامه الی ایام من بعده واما اذا نسبت الی ایام ابی بکر و عمر ظهر التفاضل الخ (منہاج السنۃ جلد ثالث ص۱۸۵) مسلمان بادشاہوں میں سے کوئی بادشاہ حضرت معاویہؓ سے بہتر نہیں ہے اور کسی بادشاہ کے زمانہ کے لوگ حضرت معاویہؓ کے زمانے کے لوگوں سے بہتر نہیں ہیں۔ جبکہ ان کے ایام حکومت کو مابعد کی نسبت سے دیکھا جائے لیکن جب آپ کے ایام حکومت کو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے ایام حکومت سے موازنہ کیا جائے تو ان کی فضیلت اور فوقیت ظاہر ہے۔

(۸) حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ آیت استخلاف کی شرح میں لکھتے ہیں:۔ باقی رہے امیر معاویہؓ ہر چند ان کو بظاہر تمکین میسر آئی لیکن حقیقت میں وہ تمکین دین نہ تھی تمکین ملک و سلطنت تھی۔ چنانچہ واقعات فن سیر پر پوشیدہ نہیں کہ خلفائے اربعہ کے اطوار اور انداز اور امیر معاویہؓ کے اطوار اور انداز میں زمین و آسمان کا فرق تھا ان کی گزران فقیرانہ اور زاہدانہ تھی اور امیر معاویہؓ کا طور ملوک سا تھا اس لئے اہل سنت ان کو باوجودیکہ صحابی سمجھتے ہیں خلفاء میں نہیں گنتے ملوک میں شمار کرتے ہیں لیکن ملوک ملوک میں بھی فرق ہے۔ ایک نوشیرواں تھا ایک چنگیز تھا سو یہ ہر چند ملوک میں سے تھے لیکن اس کے یہ معنی ہیں کہ خلفائے راشدین کے مقابلہ میں دنیا دار معلوم ہوتے تھے جیسے حضرت سلیمان علیہ السلام اور انبیاء کے مقابلہ میں مالدار معلوم ہوتے تھے نہ یہ کہ ظلم و ستم کے روادار تھے۔ غرباء کے حق میں ستمگار تھے۔ ان کا حلم اور رعایا پروری اور دلجوئی شہرۂ آفاق ہے۔ مع ہذا یہ ان لوگوں میں سے نہیں کہ جن کو قرار واقعی کفار سے کبھی خوف ہوا ہو۔ یہ بات فقط مہاجرین اولین کے حق میں صادق آتی ہے نہ امام حسنؓ کو یہ بات پیش آئی نہ امیر معاویہؓ کو اور مہاجرین اولین میں سے بھی جیسا خوف خلفائے اربعہ کو بترتیب ہوا ہے اور کسی کو پیش نہیں آیا الخ (ھدیۃ الشیعہ طبع قدیم ص۵۰۰)

بطور نمونہ چند محققین اہل سنت کی عبارتیں پیش کی گئی ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ اہل السنت والجماعت کے عقیدہ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اصطلاحی معنی میں خلیفہ راشد نہیں ہیں اور خلفائے راشدین سے امتیاز کے لئے ان کو من وجہٍ ملوک

میں شمار کیا گیا ہے۔ گو مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب تو ان حضرات پر بھی فتویٰ لگائیں گے کہ یہ شیعیت سے متاثر ہیں اور خلافت راشدہ کی حقیقت سے بے خبر ہیں لیکن حق وہی ہے جس کی یہ حضرات ترجمانی کر رہے ہیں۔

حدیث علیکم بسنتی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔ مَنْ یَعِشْ مِنْکُمْ بَعْدِیْ فَسَیَرَی اخْتِلَافًا کَثِیْرًا فَعَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّۃِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَھْدِیِّیْنَ تَمَسَّکُوا بِھَا وَعَضُّوا عَلَیْھَا بِالنَّوَاجِذِ (مشکوٰۃ شریف باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ۔ بحوالہ ترمذی۔ ابوداؤد۔ ابن ماجہ)

میرے بعد تم میں سے جو شخص زندہ رہے گا وہ بہت زیادہ اختلاف دیکھے گا۔ پس (اس وقت) تم پر میری سنت اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کی اتباع لازم ہے۔ اس کے ساتھ تمسک کرو اور اس کو دانتوں سے مضبوط پکڑ لو۔

اس حدیث کی شرح میں حضرت شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں:۔ ومراد بخلفائے راشدین خلفائے اربعہ داشتہ اند وہر کہ بر سیرت ایشاں برود وموافق سنت عمل کند حکم ایشاں دارد الخ (اشعۃ اللمعات جلد اول ص۱۳۹) اور خلفائے راشدین سے مراد چار خلفاء لئے گئے۔ اور جو بھی ان کی سیرت کی اتباع کرے اور سنت کے موافق عمل کرے وہ انہی کا حکم رکھتا ہے

اور علامہ علی قاری حنفی محدث بھی فرماتے ہیں۔ قیل ھم الخلفاء الاربعۃ ابوبکر وعمر وعثمان وعلی رضی اللہ عنھم لانہ علیہ الصلوٰۃ والسلام قال الخلافۃ بعدی ثلثون سنۃ وقد انتھی بخلافۃ علی کرم اللہ وجھہٗ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد اول ص۲۷۲):۔

اور اس حدیث کے تحت) کہا گیا ہے کہ وہ (خلفائے راشدین) چاروں خلفاء ہیں۔ حضرت ابوبکر۔ حضرت عمر۔ حضرت عثمان۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد خلافت تیس سال رہے گی اور یہ مدت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت پر ختم ہوگئی) اس حدیث نبوی سے بھی ثابت ہوا کہ دراصل خلفائے راشدین چار ہی ہیں اور اس کی وجہ یہی ہے کہ وہی قرآن کے موعودہ خلفائے راشدین ہیں انہی چار یار کی خلافت قیامت تک کی حکومتوں کے لئے ایک کامل معیاری نمونہ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وہی بالذات متبوع ہیں اور بعد کے خلفاء اگر متبوع ہیں تو بالتبع جبکہ وہ ان کی سیرت اور سنت نبوی کی اتباع کریں۔ خنجری والوں نے اس حدیث میں بھی کج فہمی کا ثبوت دیا ہے۔ اور اس حدیث کا مصداق حضرت معاویہؓ کو بھی قرار دیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں:۔ حضرت معاویہؓ از نص قرآن راشد تھے۔ اور حدیث[1] کی رو سے مہدی تھے (جامع ترمذی کتاب المناقب۔ باب مناقب معاویہ بن ابی سفیانؓ) آپ نے اس حدیث میں حضرت معاویہؓ کا نام لے کر مہدی فرمایا اور قاضی صاحب کی ص (زیر بحث کتابچہ) پیش کردہ روایت علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین میں خلفاء کے نام مذکور نہیں ہیں۔ حیرت ہے کہ جو صحابی از نص قرآن راشد ہو اور از روئے حدیث ہادی و مہدی ہو اسے حدیث علیکم بسنتی الخ سے کیسے خارج کیا جا سکتا ہے۔ کیا یہ توہین رسول نہیں ہے کہ آپ نے جس صحابی کا نام لے کر ہادی و مہدی ہونے کی دعا فرمائی اور قرآن اسے راشد ہی پکار رہا ہو لیکن اس کے باوجود قاضی صاحب اسے غیر راشد ثابت کر رہے ہیں قاضی صاحب کے عقائد سے تو یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ موصوف آیت الراشدون کو صوتاً منسوخ سمجھتے ہیں الخ (خنجری ص۵۷)

---

[1] حدیث یہ ہے:۔ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال لمعاویۃ اللھم اجعلہ ھادیا مھدیا واھدبہ۔ (ھذا حدیث حسن غریب) ہ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہؓ کے بارے میں دعا فرمائی کہ اے اللہ تو اس کو ہادی و مہدی بنا اور اس کے ذریعے ہدایت عطا فرما۔ (یہ حدیث حسن غریب ہے۔) ۔ (ترمذی شریف)

الجواب (۱) یہ صحیح ہے کہ قرآن میں صحابہ کرام کو راشدون فرمایا ہے اور حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہؓ کے حق میں ہادی و مہدی ہونے کی دُعا فرمائی ہے۔ یہاں سوال یہ ہے کہ راشد کا معنی ہدایت والا اور مہدی کا معنی بھی ہدایت یافتہ ہے۔ تو جب قرآن نے راشد فرما دیا تو پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہؓ کے لئے دُعا کیوں فرمائی۔ کیا قرآن کا اعلان کافی نہیں تھا۔"

(۲) اگر حضرت معاویہؓ از روئے قرآن آیت استخلاف کا مصداق ہونے کی وجہ سے خلیفہ راشد تھے تو پھر دُعا کی کیا ضرورت تھی۔ اور اگر آیت کے پیش نظر مکرر دُعا بھی فرماتے تو یہ دُعا ہونی چاہیئے تھی کہ اللّٰھم اجعلہ خلیفتاً راشدًا۔ اے اللہ تو معاویہؓ کو خلیفہ راشد بنا۔

(۳) عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِی وَسُنَّۃُ الخلفاء الرَّاشدِیْن المھدیین میں تو امت پر خلفائے راشدین کی سنت کو لازم فرمایا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خلفائے راشدین وُہ ہیں جو از رُوئے قرآن خلیفہ راشد قرار دیئے جا چکے ہیں اس لئے اُنکے حق میں ہادی و مہدی ہونے کی دُعا نہیں فرمائی۔ اور حضرت معاویہؓ چونکہ آیت کا مصداق نہیں تھے اس لئے آپ نے ان کے حق میں دُعا فرما دی۔

(۴) اگر مہدی ہونے کی دُعا کی وجہ سے حضرت مُعاویہؓ خلفائے راشدین مہدیین میں شامل ہیں تو پھر حضرت مہدی موعود بھی بطریق اولیٰ ان میں شامل ہونگے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بجائے دُعا کے ان کو خود ہی مہدی فرما دیا ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ انّ فی امتی المھدی یخرج یعیش خمسًا او سبعًا او تسعًا الخ (جامع الترمذی۔ باب ما جاء فی المھدی):۔ میری امت میں مہدی ہوگا جو ظاہر ہوگا۔ اور پانچ یا سات یا نو سال زندگی گزارے گا (یہ راوی کو مدت کی تعین میں شک ہوا ہے) فرمائیے کیا حضرت مہدی کو آپ موعود خلفائے راشدین میں شمار کرتے ہیں؟ یہاں یہ بھی ملحوظ رہے کہ جنتری والوں نے حضرت معاویہؓ کے بارے میں اس حدیث کو قبول کرتے ہوئے اس سے استدلال کیا ہے جس کو امام ترمذی حدیث حسن غریب کہتے ہیں لیکن حضرت سفینہ کی حدیث ثلثون سنۃ کو موضوع قرار دیا رہا ہے حالانکہ اس کو امام ترمذی ھذا حدیث حسن فرماتے ہیں (کہ یہ حدیث حسن ہے) ؎ ایں چہ بوالعجبیست۔

(۵) جنتری والے بیچارے کسی آیت کے صورتاً منسوخ ہونے کا مطلب بھی نہیں سمجھتے۔ صورتاً منسوخ تو وُہ آیت ہوتی ہے جس کے الفاظ بذریعہ وحی نازل ہوئے تھے پھر آیت منسوخ التلاوۃ ہو گئی لیکن اس کا حکم باقی رہا۔ مثلاً آیت الرجم۔ یہاں جب آیت اُولٰئِکَ ھم الراشدون قرآن مجید میں موجود ہے اور اس کی تلاوت کی جاتی ہے تو اس کو صورتاً منسوخ کیونکر کہا جا سکتا ہے، اور اگر حضرت معاویہؓ کو آیت استخلاف وغیرہ کا مصداق نہ قرار دینے کی وجہ سے خلفائے راشدین میں شامل نہیں کیا جاتا اور جس کی وجہ سے ان کے نزدیک اُولٰئِکَ ھم الرَّاشِدُون کے حکم کا منسوخ ہونا لازم آتا ہے تو پھر اس جرم کے مرتکب تو جمہور اہل سنت اور سارے اکابر دیوبند ہیں یہ خادم اہل سنت تو ان حضرات کے مسلک کی ترجمانی کر رہا ہے۔ بظاہر تو میرا نام ہے اور حقیقتاً مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب وغیرہ جمہور اہل سنت اور تمام اکابر دیوبند کو حضرت معاویہؓ کے بارے میں قرآن و حدیث کا مخالف سمجھتے ہیں۔

ع — یہ بیں کہ از کہ بریدی و با کہ پیوستی۔

(۶) یہ بھی بتائیں کہ کس محدث نے حضرت معاویہؓ رضی اللہ عنہ کو حدیث علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین کا مصداق قرار دیا ہے اگر ایسا نہیں ہے اور ہرگز آپ ثابت نہیں کر سکتے تو پھر آپ کے نزدیک کیا تمام شارحین حدیث حضرت معاویہؓ کے مخالف تھے؟

(۷) حدیث میں خلفائے راشدین کی سنت کی اتباع کا حکم دیا گیا ہے اور آپ کے نزدیک بھی حضرت علی المرتضیٰ آیت استخلاف اور حدیث زیرِ بحث کے تحت یقیناً خلیفہ راشد ہیں۔ لیکن اس کے باوجود حضرت معاویہؓ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضیٰ سے جنگ و قتال کیا ہے۔ اگر آپ کے نزدیک حضرت معاویہؓ آیت و حدیث کی روشنی میں خلیفہ راشد ہیں تو ان کی سنت (طریقہ) یہ بھی ہے کہ خلیفہ راشد سے جنگ کی جائے۔ تو کیا آپ اس سنت کو تمام امت پر لازم سمجھتے ہیں کہ جب بھی کوئی خلیفہ راشد موجود ہو اس سے ضرور جنگ و قتال کیا جائے۔ یہ الزاماً آپ سے سوال کیا جا رہا ہے۔ حالانکہ جمہور اہل سنت اس جنگ و قتال میں بوجہ مجتہد ہونے کے حضرت معاویہؓ کی صرف خطائے اجتہادی تسلیم کرتے ہیں۔ کاش کہ مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب کھلے دل سے اہل السنت والجماعت کا مسلک حق تسلیم کر لیتے تو یوں جہالت و غباوت کی لپیٹ میں نہ آتے۔ انہوں نے جو راستہ اختیار کیا ہے وہ یقیناً ہلاکت کا راستہ ہے۔ ع ۔ ایاز قدر خود را بشناس ۔

خلاصۂ بحث

دیگر صحابۂ کرام کی طرح حضرت امیر معاویہؓ بھی أُولَٰئِكَ هُمُ الرَّاشِدُونَ میں شامل ہیں آپ بدعائے نبوی ہادی و مہدی ہیں۔ لیکن رشد و ہدایت کے درجات متفاوت ہیں۔ ایک صحابی بحیثیت صحابی راشد ہیں لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ بحیثیت خلیفہ بھی قرآن و حدیث کے موعودہ خلیفہ راشد ہوں۔ کیونکہ موعودہ خلافت راشدہ میں رشد کے جس درجہ کی ضرورت ہے وہ ان کو حاصل نہیں ہے۔ اگر حضرت معاویہ کو وہ مخصوص مقام رشد حاصل ہوتا تو عشرہ مبشرہ میں بھی ان کو بذریعہ وحی ضرور شامل کیا جاتا۔ علاوہ ازیں وہ بھی خلفائے اربعہ کی طرح مہاجرین اولین میں ہونے کا شرف حاصل کرتے تاکہ کسی کو بھی حضرت معاویہ کے قرآن کے موعودہ خلیفہ راشد ہونے میں شک و شبہ کی گنجائش نہ رہے۔ اس حقیقت کے اظہار کے لئے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں: منجملہ لوازم خلافتِ خاصہ کے ایک یہ ہے کہ خلیفہ مہاجرین اولین میں سے ہو اور (نیز) ان لوگوں میں سے ہو جو حدیبیہ میں (شریک) اور سورہ نور کے نزول کے وقت موجود تھے اور (نیز) ان لوگوں میں سے ہو جو بدر و تبوک اور دوسرے مشاہد عظیمہ میں موجود تھے جن کی عظمت شان اور جن کے حاضرین کے لئے وعدۂ وعدہ جنت شرع میں حدیث مستفیض سے ثابت ہے الخ (ازالۃ الخفاء مترجم جلد اول ص۴۳) اور امام اہل سنت حضرت مولانا لکھنویؒ بھی اس حقیقت کے پیش نظر فرماتے ہیں۔ خلافت راشدہ کیلئے جن اوصاف کی ضرورت ہے وہ اوصاف سوائے جماعت مہاجرین کے اور کسی میں نہیں پائے جاتے اور حضرت معاویہؓ ان میں نہیں ہیں" (خلفائے راشدین ص۲۳۹)

لغوی اور اصطلاحی معنی کے متعلق بعض مثالیں پہلے پیش کر دی ہیں۔ مزید یہ کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین حقیقتاً اولیاء اللہ ہیں اللہ تعالیٰ کے پیارے اور مقبول ہیں لیکن اصطلاحاً ان کو اولیاء اللہ نہیں کہا جاتا بلکہ اصحاب کہا جاتا ہے اور جب بھی اولیاء کا لفظ بولا جاتا ہے اس سے مراد غیر صحابہ بزرگان دین ہوتے ہیں۔ قرآن مجید میں قرآن کو بھی حدیث کہا گیا ہے۔ ما کان حدیثا یفتریٰ (سورۂ یوسف آیت ۱۱۱):۔ یہ قرآن جس میں یہ قصے ہیں) کوئی تراشی ہوئی بات تو نہیں ہے (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

(۲) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے: ـــــ اگر ہارون بعد موسیٰ زندہ می بود خلیفہ نمی شد بخلافت اصطلاحی زیرا کہ خلافت اصطلاحی غیر پیغمبر را لائق است نہ پیغامبر را"

(اگر ہارون بعد موسیٰ کے زندہ رہتے تو وہ خلافت اصطلاحی کے ساتھ خلیفہ نہ ہوتے کیونکہ خلافت اصطلاحی غیر پیغمبر کیلئے سزاوار ہے نہ پیغمبر کیلئے) (ازالۃ الخفاء مترجم جلد دوم ص۴۴۲)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد اگر حضرت ہارون زندہ رہتے تو وہ لغوی معنی میں تو خلیفہ ہوتے لیکن اصطلاحی معنی میں نہیں

کہ سکتے کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلیفہ ہیں۔ اسی پر قیاس کر لیجئے کہ حضرت معاویہؓ کو لغوی معنی میں راشد اور مہدی ہیں۔ لیکن اصطلاحی معنی میں ان کو خلیفہ راشد نہیں کہا جاتا۔ یہی وجہ ہے کہ آیت اُولٰئِكَ هُمُ الرَّاشِدُونَ کے باوجود جمہور محققین اہل سنت ان کو خلیفہ راشد نہیں قرار دیتے۔ کیا مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب یہاں یہی کہیں گے کہ یہ محققین حضرات اُولٰئِكَ هُمُ الرَّاشِدُونَ کا معنی بھی نہیں سمجھے۔

چار یارؓ کی نص

جنتری والے لکھتے ہیں: کیا چار یار کی اصطلاح بھی منصوص ہے۔ (ص ۹۸ ۔ الجواب (۱) پہلے ثابت کیا جا چکا ہے کہ آیت استخلاف اور آیت تمکین کا مصداق صرف خلفائے اربعہ ہیں اور حجۃ الاسلام حضرت محمد قاسم صاحب نانوتوی نے ان کو چار یار ہی قرار دیا ہے،

(۲) حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی آیت رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:۔ اور اسی واسطے اہل تحقیق اس پر ہیں کہ خلافت خلفائے اربعہ مانند ان نصوص کے منصوص ہے جبکہ تفصیل اس کی آیت استخلاف میں کہ اندر سورۃ نور کے ہے اور آیت قتال مرتدین میں کہ اندر سورۃ مائدہ کے ہے اور آیت مخلفین میں غزوۂ حدیبیہ سے کہ اندر سورۃ فتح کے ہے مذکور ہے،" (تفسیر عزیزی مترجم ص ۲۷۶) (۳) قاضی عیاضؒ محدث نے یہ حدیث نقل کی ہے:۔ وقال فی حدیث جابرؓ ۔ اِنَّ اللهَ اختار اصحابی علی جمیع العلمین سوی النبیین والمرسلین واختار لی منھم اربعۃ ابابکر وعمر وعثمان وعلیا فجعلھم خیر اصحابی وفی اصحابی کلھم خیر (الشفاء جلد ثانی)

ا۔ حضرت جابرؓ کی حدیث میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے اصحاب کو سوائے نبیین اور مرسلین کے تمام جہانوں میں چن لیا ہے اور ان میں سے میرے لئے ان چار کو چن لیا ہے۔ حضرت ابو بکر۔ حضرت عمر۔ حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم۔ اس حدیث سے چار یار کی اصطلاح بھی ثابت ہوگئی۔ پہلے ثابت کیا جا چکا ہے کہ عربی میں صاحب کا ترجمہ اردو۔ اور فارسی میں یار ہے چنانچہ آیت غار میں لِصَاحِبِهٖ سے ہی حضرت صدیق اکبرؓ کو یار غار کہا جاتا ہے۔

شاہ معین الدین ندوی اور حضرت معاویہ

جنتری والے لکھتے ہیں:۔ حضرت معاویہؓ کے فضائل اور مناقب ذکر کرنے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ان کا مرتبہ حضرت علیؓ کے برابر ہے۔ حضرت علیؓ بدری صحابی ہیں۔ اولین سابقین صحابہ سے ہیں خلفائے ثلثہ کے بعد پوری امت میں افضل ہیں لیکن جو تقابل شاہ معین ندوی نے سیر الصحابہ جلد ۶ ص ۹۹ پر کیا ہے۔ وہ یقیناً قابلِ مذمت ہے۔ شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ:۔ لیکن ان واقعات کی تردید کا منشا امیر معاویہؓ کی بے جا حمایت یا ان کا اور جناب کا موازنہ نہیں ہے۔ ابن عم رسول خلیفہ راشد علی المرتضیٰ اور امیر شام کا مقابلہ ہی کیا ہے ۔ چراغ مردہ کجا شمع آفتاب کجا

مذکورہ کتب بار بار شائع ہو رہی ہیں لیکن حضرت معاویہؓ کے لئے چراغ مردہ کا لفظ یا ابوالکلام کی گستاخانہ تبرائی عبارت قاضی صاحب کے دماغ میں کوئی ٹھوکر نہیں مارتی۔ کیونکہ احترام صحابیت ان کے رگ احساس میں سرایت کئے ہوئے نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو قاضی صاحب کے قلم سے اصحاب رسولؐ کے بارے میں اہانت آمیز کلمات کبھی نہ نکلتے۔" (ص ۸۵)

الجواب (۱) میں نے شاہ معین الدین صاحب ندوی کی کتابیں نہیں پڑھیں۔ اگر انہوں نے حضرت معاویہؓ کے بارے میں چراغ مردہ کے لفظ لکھے ہیں تو یقیناً قابلِ مذمت ہیں۔ انہی دنوں شاہ صاحب موصوف کی کتاب تاریخ اسلام کے بعض مقامات دیکھے ہیں: ان میں انہوں نے جہاں حضرت معاویہؓ کی کامیابیوں کا ذکر کیا ہے وہاں ان کی کمزوریاں بھی بیان کی ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں:۔ امیر معاویہؓ خود بڑے تجربہ کار افسر تھے حضرت عثمانؓ کے زمانے میں انہوں نے بڑی فتوحات حاصل کی تھیں۔ ان کا پورا خاندان جنگ آزما تھا اس لئے

ان کے عہد میں فتوحات میں کافی اضافہ ہوا (تاریخ اسلام حصہ دوم ص۳۵۰)

(۲) امیر معاویہؓ کے زمانے میں نظام خلافت میں سب سے بڑا انقلاب یہ ہوا کہ خلافتِ اسلامیہ موروثی و شخصی حکومت کے قالب میں آگئی جس سے اس کی اصل روح بدل گئی لیکن اس کا ظاہری ڈھانچہ وہی رہا۔ جو خلافتِ راشدہ کے زمانہ میں تھا۔ بلکہ امیر معاویہؓ نے اس کو مختلف حیثیتوں سے اور زیادہ ترقی دی مسلسل خانہ جنگی سے نظام خلافت میں جو برہمی پیدا ہو رہی تھی اسے ازسرنو قائم کیا۔ اندرونی اور بیرونی مخالف طاقتوں کا خاتمہ کر کے امن و سکون پیدا کیا۔ بغاوتیں فرو کیں نئے ملک فتح کئے۔ تمدنی ضروریات کے مطابق بہت سے نئے شعبے قائم کئے اور اپنے بعد ایک وسیع اور طاقتور حکومت چھوڑ گئے۔

امیر معاویہ کی حکومت شخصی تھی اس میں خلافت راشدہ کی طرح مہاجرین و انصار کی مجلس شوریٰ نہ تھی لیکن اس عہد کے عرب کے اکثر نامور مدبر مثلاً عمرو بن العاص۔ مغیرہ بن شعبہ اور زیاد بن ابی سفیان امیر کے خاص مشیروں میں تھے اور کوئی اہم کام بغیر ان کے مشورے کے انجام نہ پاتا تھا۔ امیر معاویہؓ کی کامیابیاں ان کی ذاتی تدبر و سیاست کے علاوہ ان مدبرین کی صلاح و مشورہ کا بھی نتیجہ تھیں" (ایضاً ص۳۶۱)

(۳) امیر معاویہؓ میں یقیناً کمزوریاں تھیں لیکن جن کمزوریوں سے کسی اسلامی اصول کی پامالی نہ ہوتی ہو وہ چنداں لائق التفات نہیں۔ حضرت علیؓ کے مقابلہ میں ان کی ناحق صف آرائی اور اس میں کامیابی کے لئے ہر طرح کے جائز و ناجائز وسائل کا استعمال۔ حضرت علی پر سب و شتم کی رسم۔ یزید کی ولی عہدی۔ یہ سب ان کی کھلی ہوئی غلطیاں ہیں جن سے کوئی حق پسند انکار نہیں کر سکتا۔ خصوصاً یزید کی ولی عہدی نے خلافت کی اصلی روح اور اسلامی حریت و آزادی کا خاتمہ کر دیا لیکن امیر معاویہؓ کے مخالفین نے ان کی غلطیوں کو اس حد تک محدود نہیں رکھا بلکہ ایسے ایسے افسانے گھڑ کر یا معمولی واقعات کو ایسی رنگ آمیزی کے ساتھ امیر کی جانب منسوب کر دیا جو ایک صحابی کیا۔ ایک معمولی انسان کے رتبہ سے بھی فروتر ہیں الخ (ایضاً ص۳۶۷)

(۴) فتح مکہ میں اپنے والد کے ساتھ مشرف باسلام ہوئے یہ حیات نبوی کا آخری زمانہ تھا۔ اس لئے امیر معاویہؓ کو زیادہ صحبت و خدمت کا موقع نہ مل سکا۔ البتہ کتابت وحی کی خدمت انجام دیتے تھے۔ (ص۳۴۲)

مذکورہ عبارات پر تبصرہ کی یہاں گنجائش نہیں۔ یہ سب و شتم کے بارے میں تو شاہ صاحب ندوی نے مودودیت کی ترجمانی کی ہے جو کہ غلط ہے۔ بہرحال شاہ معین الدین صاحب نے شرف صحابیت کو پیش نظر نہیں رکھا۔ اور اپنے غیر محتاط قلم سے تنقید کے جوش میں بعض ایسے الفاظ لکھ گئے جس میں حضرت معاویہؓ کی تنقیص شان پائی جاتی ہے اور یہ بات حضرت معاویہؓ کے کاتب وحی تسلیم کرنے کے ساتھ کوئی مطابقت نہیں رکھتی۔

(۵) مولانا ندوی نے تو حضرت علی المرتضیٰ پر بھی تنقید کی ہے چنانچہ لکھتے ہیں :۔ متعدد اکابر صحابہ کو حالات نے حضرت علیؓ سے جدا کر دیا تھا۔ حضرت علیؓ کے ساتھ جو بزرگوار تھے ان کا دین و تقویٰ مسلم لیکن ان میں بہت کم صاحب تدبیر و سیاست تھے۔ پھر اپنے ضمیر کی آواز کے مقابلہ میں حضرت علیؓ صاحب تدبیر و سیاست لوگوں کا مشورہ تک نہ قبول کرتے تھے مغیرہ بن شعبہ اور حضرت عبداللہ بن عباس نے آپ کو آغاز خلافت میں مشورہ دیا کہ بغیر بیعت لئے ہوئے امیر معاویہؓ کو معزول نہ کیجئے ورنہ وہ آپ کیخلاف ایک فتنہ کھڑا کر دیں گے۔ لیکن آپ نے قبول نہ فرمایا جس کا نتیجہ جنگ صفین کی صورت میں ظاہر ہوا۔ قیس بن سعد جیسے مدبر کو محض نوجوانوں کے ورغلانے سے مصر سے ہٹا دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مصر ہاتھوں سے نکل گیا۔ تمام عثمانی عمال کو

معزول کرکے اپنے خلاف بنا لیا۔ آپ کے حاشیہ نشینوں میں صحابہ کے ساتھ نوجوان نسل۔ جدید الاسلام عرب اور نومسلم عجمی تھے جن کے دلوں میں اسلام کیلئے کوئی تڑپ نہ تھی بلکہ وہ صرف اپنی غرض کیلئے ساتھ تھے۔ آپ میں نہ حضرت ابوبکر کے جیسا تحمل اور تواضع تھا۔ جو مخالفین کو بھی اپنا بنا لیتا تھا اور نہ حضرت عمر کے جیسا دبدبہ و شکوہ تھا جس سے بڑے بڑے لوگ تھراتے تھے حضرت عمر جب امیر معاویہؓ کو طلب کرتے تھے تو ان پر لرزہ طاری ہو جاتا تھا۔ لیکن وہی معاویہؓ آپ کیخلاف اٹھ کر ایک انقلاب عظیم برپا کر دیتے ہیں۔ آپ میں خود اعتمادی بہت تھی جو رائے قائم کر لیتے تھے پھر اس میں کسی کا مشورہ نہ قبول کرتے تھے جس سے بعض اوقات نقصان اٹھانا پڑتا تھا۔ ان سب سے زیادہ آپ کو ناکام رکھنے والے وہ نومسلم عجمی تھے جو محبت اہل بیت کی آڑ میں مسلمانوں سے اپنی قومی تباہی کا انتقام لینا چاہتے تھے جنہیں حضرت علی کیا اسلام سے بھی کوئی ہمدردی نہ تھی الخ (ص ۳۰۹/۳۱۰) قرآن کے جو تھے موعودہ خلیفہ راشد حضرت علی المرتضیٰ کے طرز عمل پر جس انداز میں شاہ معین الدین صاحب نے تبصرہ کیا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قلم تو ندوی شاہ صاحب کا ہے لیکن اسے محمود احمد عباسی چلا رہے ہیں۔

حضرت ابن زبیرؓ

حضرت صدیق اکبر کے نواسے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے متعلق شاہ معین الدین صاحب لکھتے ہیں:۔ اس طرح ابن زبیرؓ نے اپنی ناعاقبت اندیشی سے ایک بہترین موقع کھو دیا۔ اگر انہوں نے ابن زبیر کے مشورہ پر عمل کیا ہوتا تو آج بنی امیہ کی تاریخ کا کہیں وجود نہ ہوتا" (ص ۳۸۹)

ایک جلیل القدر صحابی کو بلا تامل ناعاقبت اندیش کہ دینا خود ندوی صاحب کی اپنی ناعاقبت اندیشی کی دلیل ہے۔ اور جنتری والوں نے جو مجھے توہین صحابہ کا مرتکب قرار دیا ہے یہ کوئی اندرونی خلش کا تقاضا ہے ورنہ بندہ نے جو کچھ لکھا ہے بفضلہ تعالیٰ اس میں تمام صحابہ کرام کا دفاع ہے کوئی اہل عقل و فہم کسی طرح کی کوئی تنقیص نہیں نکال سکتا۔ بعض الفاظ میں نے الزاماً لکھے ہیں۔ اور بعض الفاظ کی توجیہہ وہاں بیان کر دی ہے اور اجتہادی خطا سے متجاوز میں نے نہ حضرت معاویہؓ کے متعلق لکھا ہے اور نہ کسی اور صحابی کے۔ کیونکہ جب درجہ بدرجہ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو رضائے خداوندی کی سند حاصل ہے تو پھر کوئی اہل ایمان ان کی تنقیص و توہین کی کیونکر جسارت کر سکتا ہے۔

مولانا ابوالکلام آزاد

زیر بحث جنتری میں لکھتے ہیں:۔ اس طرح کا ایک شعر ابوالکلام آزاد نے بھی نقل کیا ہے۔
وابن الثریا وابن الثریٰ ۔۔ وابن معاویۃ من علیؓ

یہاں ضمناً ابوالکلام آزاد کا ذکر آ گیا۔ اس شخصیت سے بڑے بڑے علماء مرعوب نظر آتے ہیں۔ یہ شخصیت بھی اعدائے حضرت معاویہؓ میں سرفہرست ہے۔ آخر ابوالکلام جو ہوئے اس ایک شعر کے نقل کر دینے سے بھی ان کا مقام متعین ہو سکتا ہے کہ وہ اس بارہ میں مؤلف خلافت ملوکیت سے بھی بازی لے گئے۔ کیونکہ خلافت و ملوکیت کی تردید تو بہت سے علمائے حق نے کی لیکن اس بھاری متعصب شخصیت کا ذکر نہ کیا گیا۔ حضرت معاویہؓ کے بارہ میں اس شخصیت کے نظریات ملاحظہ ہوں،

اپنے اغراض نفسانیہ منکرہ سیاسیہ سے اہل بیت نبوت اور حضرت امیر علیہ السلام پر اعلانیہ لعنت بھیجنی شروع کی اور جمعہ کے خطبۂ ثانیہ میں اس فعل شنیع و منکر کو داخل کر دیا ۔۔۔۔ اور پھر شمشیر ظلم سے لوگوں کو اس طرح لرزاں و ترساں رکھتے تھے کہ کسی کو اس صریح فسق عظیم و معصیت کبریٰ و ہتک شریعت الٰہیہ کے خلاف لب کشائی کی جرأت نہیں ہوتی تھی الخ

(الہلال برطابق جلد دوم ۳۶۲ - ۶۴ - الہلال اکیڈمی ۳۲ - اے شاہ عالم مارکیٹ لاہور ۔۔۔۔) یہ عبارت

صحابہ دشمنی پر انتہائی صریح ہے۔ بہر حال جو شخص حضرت علیؓ و حضرت معاویہؓ کے تقابل میں مذکورہ مصرعہ۔ شعر اور درج بالا عبارت اپنے قلم سے نکال دے وہ چاہے کتنا ہی بڑا عالم۔ ابو الکلام خادم اہل سنت کیوں نہ ہو وہ عظمت صحابہ سے بالکل ناآشنا ہے الخ (جنتری ص۴۹)

تبصرہ حضرت مولانا ابو الکلام آزاد مرحوم کا الھلال میں نے ابھی تک نہیں دیکھا۔ جنتری میں ان کی جو عبارتیں حضرت معاویہؓ کے متعلق منقول ہیں وہ یقیناً قابل گرفت ہیں۔ یوں لگتا ہے کہ مولانا ابو الکلام مرحوم کی یہ ابتدائی دور کی تحریریں ہیں۔ مولانا مرحوم کئی ادوار سے گزرے ہیں۔ ایک دور ان کا وہ تھا جس میں وہ سرسید کی عقیدت میں فنا تھے اور ان کے ظلماتی نظریات سے ان پر یہ اثر پڑا تھا کہ انہوں نے نماز تک بھی ترک کر دی تھی۔ فرماتے ہیں کہ جب نئی روشن خیالی کی ہوا لگی اور سرسید مرحوم کا رنگ چڑھا تو اگرچہ اس کا اثر صرف عقائد افکار ہی کے دائرے میں محدود نہ تھا بلکہ اعمال پر بھی پڑتا تھا۔ اب صوم صلوٰۃ کی حقیقت ہم وہ نہیں سمجھتے تھے جو عام لوگ سمجھتے ہیں۔ ہمارا معیار اعمال و احکام اب فلسفیانہ و حکیمانہ تھا تاہم عملی طور پر کوئی اثر ایسا نہیں پڑا جس سے اعمال کی پابندی و مزاولت متاثر ہوتی (آزاد کی کہانی خود آزاد کی زبانی ص۴۲ مرتبہ عبدالرزاق ملیح آبادی) چند دنوں کے بعد شک و اضطراب نے انکار تک رسائی پیدا کر لی ــــ بلکہ چند دنوں کی فکر و کشمکش کے بعد ایک دن شب کو آخری فیصلہ کر لیا۔ اور صبح سے نماز ترک کر دی" (ایضاً ص۴۴)

(۲) انہی دنوں میں مولانا ابو الکلام آزاد مرحوم کی ایک کتاب "مسئلہ خلافت" ملی ہے۔ اس میں مسئلہ خلافت کے موضوع پر جو کچھ لکھا ہے وہ زیادہ تر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی تصانیف ازالۃ الخفاء وغیرہ سے ماخوذ ہے"۔ اس کتاب میں حدیث ثلثون سنۃ سے بھی استدلال کیا ہے اور آیت استخلاف اور آیت تمکین کی بھی تشریح کی ہے۔ اسی سلسلے میں خلافت خاصہ اور خلافت ملوکی" کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت اپنے خصائص و نتائج کے اعتبار سے دو بڑے سلسلوں میں منقسم ہو گئی۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف ان کی پیشتر سے خبر دیدی تھی بلکہ تمام علائم و خصائص صاف صاف بیان کر دیئے تھے۔ اس بارے میں جو احادیث موجود ہیں وہ کثرت طرق، شہرت متن۔ قبول طبقات کی بنا پر تواتر تک پہنچ چکی ہیں۔ پہلا سلسلہ خلافت خلفائے راشدین مہدیین کا تھا جس کی خلافت منہاج نبوت پر تھی یعنی وہ صحیح و کامل معنوں میں منصب نبوت کے جانشین اور جامعیت مستحق رسالت کے قائم مقام تھے ان کا طریق کار ٹھیک ٹھیک طریق نبوت کیمطابق تھا۔ اس لئے گویا عہد نبوت کا ایک آخری جزء تھا۔ اور جس طرح وجود نبوت میں مختلف حیثیتوں کا اجتماع تھا۔ اسی طرح ان کی شخصیت بھی جامع و حاوی تھی ــــ یہ سلسلہ علی علیہ السلام پر ختم ہو گیا۔ دوسرا سلسلہ خلافت علی منہاج نبوت سے الگ مجرد حکومت و بادشاہت کا تھا جبکہ عجمی بدعتیں خالص اسلامی و عربی تمدن سے مل کر ایک نیا دور شروع کر رہی تھیں۔ یہ سلسلہ خلافت اگرچہ بعد کی خلافتوں کے مقابلے میں پہلے سلسلے سے اقرب تھا لیکن خلافت راشدہ کے حقیقی خصائص ناپید ہو گئے تھے۔ خلفائے بنی امیہ سے لے کر آج تک جو سلسلہ خلافت اسلامیہ جاری ہے۔ وہ اس دوسری قسم میں داخل ہے۔ احادیث میں پہلے سلسلے کو بوجہ غلبہ طریق ہدایت و نبوت خلافت کے لفظ سے اور دوسرے کو بوجہ غلبہ سیاست و شخصیت بادشاہت کے لفظ سے بھی تعبیر کیا گیا ہے الخلافۃ بعدی ثلثون عاما ثم ملک بعد ذلک (اخرجہ اصحاب السنن) اور حدیث ابو ہریرہؓ۔ الخلافۃ بالمدینۃ والملک بالشام۔ ایک دوسری حدیث میں بالترتیب تین دور بتلائے گئے ہیں نبوت و رحمت ثم خلافت و رحمت و فی لفظ خلافۃ علی منہاج النبوۃ ثم یکون ملک عضوض رواہ البزار

قال السیوطی حسن ؓ امیر معاویہؓ نے اس کی نسبت کہا تھا ہم نے عہد ملوکی پر قناعت کر لی الخ امسلہ خلافت ص۱۲ اشاعت ۱۹۶۰ء

(۳) پروفیسر قاضی محمد طاہر علی ہاشمی ایم اے (متوطن حویلیاں۔ ایبٹ آباد) لکھتے ہیں :۔ علامہ ابو الکلام آزاد فرماتے ہیں :۔

امیر معاویہؓ بن ابی سفیان کی شخصیت تعارف سے بے نیاز ہے۔ عرب کا عزم جزم۔ عقل تدبر پورے تناسب سے اس دماغ میں جمع ہو گیا تھا۔ عرض کتب اور تاریخ ان کی تدبیر و سیاست کے واقعات سے لبریز ہیں۔ تقریباً پوری زندگی امارت و حکومت میں بسر ہوئی اور ہمیشہ ان کی سیاست کامیاب رہی الخ (کتاب سیدنا حضرت معاویہؓ ص۱۵۔ بحوالہ انسانیت موت کے دروازے پر ص۱۵۷)

منقولہ عبارتوں کے بعد کوئی صاحب عقل و فہم یہ نہیں کہہ سکتا کہ حضرت معاویہؓ رضی اللہ عنہ کے بارے میں مولانا ابو الکلام آزاد کے احساسات آخر تک وہی رہے جن کا اظہار انہوں نے الہلال کے مضمون میں کیا ہے۔ جنتری والوں پر لازم تھا کہ وہ پوری تحقیق کر کے مولانا آزاد مرحوم کے نظریات کو زیر بحث لاتے ۔ واللہ اعلم۔

عمر فاروق اسلامی یونیورسٹی

اسی جنتری کے آخری ٹائیٹل پر حضرت عمر فاروق اسلامی یونیورسٹی کا تعارف شائع ہوا ہے اس کے سرپرستوں میں تین دوسرے حضرات کے ناموں کے ساتھ شیخ الاسلام حضرت مولانا اسعد مدنی صدر جمعیت علمائے ہند کا نام بھی لکھا ہے۔ یہ سب کاروباری ذہنیت پر مبنی ہے ورنہ حضرت مولانا سید اسعد صاحب مدنی (جانشین شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب۔ مدنی قدس سرہ) کو مولوی ضیاء الرحمن صاحب کے نظریات فاسدہ سے کیا تعلق ہے اگر حضرت مولانا موصوف کو جنتری کے اس قسم کے مضامین کا علم ہو جائے تو وہ یقیناً اس سے برأت کا اظہار فرمائیں۔

خادم اہل سنت کے بارے میں

مولوی ضیاء الرحمن صاحب نے اپنی کتاب سیدنا معاویہؓ ص۲ پر بعنوان انتساب سب سے پہلے ان الفاظ سے میرا نام لکھا تھا:۔ یادگار اسلاف حضرت قاضی مظہر حسین صاحب خلیفہ حضرت مدنیؒ (خدام اہل سنت پاکستان) حالانکہ میری ان سے واقفیت نہ تھی اور نہ ہی اب تک میں نے ان کی تقریر سنی ہے نہ کیسٹ۔ بہر حال جب جنتری کے مضامین میں ان کے نظریات و مزعومات میں نے پڑھے تو محض مسلک حق کے تحفظ کے لئے ان پر نقد و جرح کا سلسلہ شروع کیا ہے اور اس بات کا لحاظ نہیں کیا کہ انہوں نے انتساب میں مجھے یادگار اسلاف قرار دیا ہے۔

باغی کا مفہوم

مولوی ضیاء الرحمن صاحب لکھتے ہیں :۔ ایک حدیث سنائی جاتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔ عمارؓ تمہیں ایک باغی گروہ قتل کریگا۔ تم اسے جنت کی طرف بلاؤ گے اور وہ تمہیں جہنم کی طرف بلائیگا۔ چونکہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ سیدنا علی مرتضیٰ کی حمایت میں حضرت معاویہؓ کے آدمیوں کے ہاتھوں عین میدان صفین میں شہید ہوئے تھے اس لئے ایک فرقہ نے اس حدیث کے پیش نظر حضرت معاویہؓ کو باغی اور جہنمی کہنا شروع کر دیا۔ بعض معتدل جہنمی نہیں گمراہ کہتے ہیں لیکن ان کے باغی ہونے پر دونوں متفق ہیں ۔ ہمیں لفظ باغی پر کوئی اعتراض نہیں ہے کہ قرآن میں بغاۃ کے معنی مطالبہ کرنے والے کے آئے ہیں اور یہ سب جانتے ہیں کہ حضرت معاویہؓ قصاص عثمان کا مطالبہ کر رہے تھے الخ (سیدنا معاویہ ص۱۶۱) نیز لکھتے ہیں :۔ ہم باغی کے معنی مطالبہ کرنے والے مانتے ہیں نہ کہ غدار ملک و ملت (ایضاً ص۱۶۶)

مولوی ضیاء الرحمن صاحب لغت عربی میں بھی مجتہد نظر آتے ہیں۔ یہ وہی ہیں جنہوں نے جنتری کے ایک سابقہ مضمون میں راشد کا معنی ہدایت دینے والا اور آیت اَلَّذِی ارْتَضٰی لَھُمْ کا ترجمہ اللہ ان سے راضی ہو گیا لکھا ہے،

اب ایک حدیث کے ترجمہ میں باغی کا معنی مطالبہ کرنے والا نکالا ہے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ کیا کسی نے اس حدیث عمارؓ میں فئۃ باغیۃ

کا معنی مطالبہ کرنے والا لکھا ہے۔ اور کیا یہ معنی یہاں بن بھی سکتا ہے؟ بغی کا معنی لغت میں چاہنا بھی آتا ہے لیکن جب اس کا صلہ علیٰ آجائے تو پھر اس کا معنی :۔ ظلم کرنا۔ تعدی کرنا۔ ستم توڑنا۔ ستانا آتا ہے۔ (المعجم الاعظم جلد اوّل)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اخواننا بَغَوا عَلَیْنَا :۔ یہ ہمارے بھائی ہیں جنہوں نے ہمارے خلاف بغاوت (سرکشی) کی ہے۔ قرآن مجید میں فَاِنْ بَغَت اِحدٰھما عَلَی الاخریٰ آیا ہے۔ یعنی اگر مسلمانوں کے دو گروہوں میں سے ایک گروہ دوسرے کے خلاف سرکشی کرے" کیا یہاں بھی معنی چاہنے والا اور مطالبہ کرنے والا کریں گے۔

(۲) بغاوت کی قسمیں ہیں۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اہلِ سنت نہ جہنمی کہتے ہیں اور نہ گمراہ۔ بلکہ ان کے قتال کو صورتاً بغاوت کہتے ہیں جو ان کے اجتہاد پر مبنی تھی۔ چنانچہ حافظ ابن حجر محدث عسقلانی لکھتے ہیں :۔ وذھب جمہور اھل السُّنّۃ الی تصویب من قاتل مع علی لِامتثالِ قولہ تعالیٰ وَاِنْ طائفتانِ من المؤمنین اقتتلوا۔ الآیۃ وفیھا الامر بقتال الفئۃ الباغیۃ وَقد ثبت ان من قاتل علیاً کانوا بغاۃ وھؤلاءِ مع ھذا التصویب متفقون علی انہ لایذم واحد من ھؤلاءِ بل یقولون اجتھدوا فاَخطئوا۔ الخ (فتح الباری جلد ۱۳۔ کتاب الفتن ص۵۵) :۔ اور جمہور اہل سنت کا مسلک یہ ہے کہ جو حضرت علی کی معیت میں لڑنے والے ہیں وہ صواب پر تھے۔ کیونکہ انہوں نے اس آیت پر عمل کیا تھا:۔ اگر مومنین میں سے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو الخ۔ اور اس آیت میں باغی گروہ کے ساتھ جنگ لڑنے کا حکم ہے اور تحقیق یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ جنہوں نے حضرت علیؓ سے لڑائی کی ہے وہ باغی تھے اور یہ حضرات (یعنی جمہور اہل السنت والجماعت) باوجود حضرت علی اور ان کے گروہ کو صواب پر قرار دینے کے اس بات پر بھی متفق ہیں کہ جنہوں نے ان سے جنگ کی ہے وہ قابلِ مذمت نہیں ہیں بلکہ کہتے ہیں کہ انہوں نے اجتہاد کیا جس میں ان سے خطا ہوگئی الخ) مسئلہ بغاوت اور اجتہادی خطا پر مفصل بحث کتاب خارجی فتنہ حصہ اول میں موجود ہے وہاں دیکھ لی جائے۔

حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ (غالی گروہ)

حضرت علی المرتضیٰ اہل السنت والجماعت کے نزدیک قطعی جنتی ہیں بیعتِ رضوان۔ غزوۂ بدر اور عشرہ مبشرہ میں شامل ہیں اور قرآن کے موعود تھے خلیفہ راشد ہیں۔ لیکن اس کے باوجود شیعہ کہتے ہیں کہ سنی مسلمان حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نہیں مانتے۔ اور ان کے ساتھ بغض وعداوت رکھتے ہیں۔ شیعوں کے نزدیک حب علی کا تقاضا یہ ہے کہ ان کو خلیفہ بلا فصل مانا جائے اور ان کو بارہ ائمہ سمیت انبیائے سابقین سے افضل قرار دیا جائے جس طرح حضرت علی المرتضیٰ کے حق میں شیعہ غلو کرتے ہیں اور ان کو ان کے اصلی مقام سے بڑھاتے ہیں اسی طرح ایک گروہ ایسا بھی پیدا ہوگیا ہے جو حضرت امیر معاویہ کے حق میں بھی غلو کرتے ہیں۔ اور جو ان کے غالیانہ نظریات کو نہ تسلیم کرے اس کو حضرت معاویہؓ کی توہین کرنے والا اور دشمن قرار دیتے ہیں۔ دورِ حاضر میں اس غالیانہ نظریہ کے بانی محمود احمد عباسی ہیں اور مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب اور خلافت راشدہ جنتری والے بھی اسی طرح کے غالی ہیں۔ اہل السنت والجماعت کے نزدیک حضرت امیر معاویہؓ جلیل القدر صحابی ہیں جنتی ہیں اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی صلح کے بعد بالاتفاق برحق خلیفہ ہیں ان کی تنقیص و توہین جائز نہیں۔ البتہ قرآن کے چوتھے موعودہ خلیفہ راشد حضرت علی المرتضیٰ سے جنگ و قتال کرنے میں وہ خطا پر تھے اور یہ بھی ان کی اجتہادی خطا ہے جس پر ایک اجر ملتا ہے لیکن مولوی ضیاء الرحمٰن وغیرہ جمہور اہل سنت کے اس عقیدہ سے مطمئن نہیں ہیں بلکہ وہ حب معاویہؓ کا تقاضا یہی سمجھتے ہیں کہ ان کو آیت استخلاف کا مصداق قرار دیکر قرآن کا پانچواں موعودہ خلیفہ راشد تسلیم کیا جائے اور جو ہم اہلِ

ادیین میں شامل کیا جائے ۔ اسی غلو کی بنا پر وہ حدیث ثلثون سنۃ کو موضوع قرار دیتے ہیں ۔ اور جو ان کے ان غالیانہ اور بے بنیاد نظریات کو تسلیم نہ کرے اس کو وہ حضرت معاویہؓ کی توہین کرنے والا اور ان سے بغض رکھنے والا قرار دیتے ہیں ۔ عنتری کے زیر بحث مضمون میں انہوں نے اسی غلو کا اظہار کیا ہے ۔ شیعہ تو غیر سنی ہیں ان کے عقائد بنیادی طور پر اہل السنت والجماعت کیخلاف ہیں لیکن مولوی ضیاء الرحمن صاحب تو اپنے آپ کو سنی دیوبندی قرار دیتے ہیں لیکن حال یہ ہے کہ وہ حضرت معاویہؓ رضی اللہ عنہ اور مشاجرات صحابہ کے بارے میں نہ سنی ہیں نہ دیوبندی ۔ ہماری گزارش یہ ہے کہ وہ مزید جرأت سے کام لیں ۔ سنیت اور دیوبندیت سے وابستگی ختم ہونے کا اعلان کر دیں ۔ اور فاروقی نسبت سے بھی دست بردار ہو جائیں کیونکہ فاروقی تو وہ ہوتا ہے جو حق و باطل میں فرق پہچانے ۔ حالانکہ وہ اپنے نظریات میں حق و باطل کا ایک مشترکہ ملغوبہ تیار کر رہے ہیں ۔

خلفائے اربعہ کو ماننا عقائد میں شامل ہے

(۱) امام طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں :- وثبت الخلافۃ بعد رسول اللہ صلی علیہ وسلم اولاً لابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ وتفضیلا لہ وتقدیما علی جمیع الامۃ ثم لعمر بن الخطاب رضی اللہ تعالی عنہ ثم لعثمان رضی اللہ تعالی عنہ ثم لعلی بن ابی طالب رضی اللہ تعالی عنہ وھم الخلفاء الراشدون والائمۃ المھدیون :- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کو سب سے پہلا خلیفہ اور تمام امت سے افضل ثابت کرتے ہیں ۔ پھر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالی عنہ پھر حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ پھر حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالی عنہ کی خلافت کو تسلیم کرتے ہیں اور وہی خلفائے راشدین اور ائمہ مہدیین ہیں (شرح الطحاویہ ص ۱۸۵)

(۲) ـــ حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی متوفی ۵۰۵ھ باب العقائد میں لکھتے ہیں : ان الامام الحق بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر ثم عمر ثم عثمان ثم علی رضی اللہ عنہم (احیاء العلوم جلد اول ۔ کتاب قواعد العقائد)

:- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امام حق حضرت ابوبکر صدیق پھر حضرت عمر پھر حضرت عثمان پھر حضرت علی ہیں رضی اللہ عنہم ۔

(۳) ـــ امام ابن ہمام حنفی عقائد کے تحت لکھتے ہیں :- ان الخلیفۃ الحق بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر ثم عمر ثم عثمان ثم علی ۔ والتفضیل علی ھذا الترتیب (المسایرۃ) حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد برحق خلیفہ حضرت ابوبکر ہیں پھر حضرت عمر پھر حضرت عثمان پھر حضرت علی ہیں (رضی اللہ عنہم) اور ان کی باہمی فضیلت بھی خلافت کی ترتیب سے ہے ۔)

(۴) ـــ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ عقائد اہل السنت والجماعت کے تحت لکھتے ہیں :- امام برحق خلیفہ مطلق بعد از خاتم الرسل علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات حضرت ابوبکر صدیق است رضی اللہ تعالی عنہ بعد ازاں حضرت عمر فاروق است رضی اللہ تعالی عنہ بعد ازاں حضرت عثمان ذوالنورین است رضی اللہ تعالی عنہ بعد ازاں حضرت علی بن ابی طالب رضوان اللہ تعالی علیہ ۔ وافضیلت ایشاں بترتیب خلافت است (مکتوبات جلد ثانی مکتوب نمبر ۶۷)

:- حضرت خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امام برحق خلیفہ مطلق حضرت ابوبکر صدیق ہیں رضی اللہ تعالی عنہ ۔ آپ کے بعد حضرت عمر فاروق ہیں رضی اللہ تعالی عنہ ۔ آپ کے بعد حضرت عثمان ذوالنورین ہیں رضی اللہ تعالی عنہ آپ کے

بعد حضرت علی بن ابی طالب ہیں رضوان اللہ تعالیٰ علیہ اور ان حضرات کی باہمی افضلیت ان کی خلافت کی ترتیب سے ہے۔
(۵) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ (المتوفی ۱۱۷۶ھ) عقائد کے تحت فرماتے ہیں :۔ و ابوبکر الصدیق امام حق بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم عمر ثم عثمان ثم علی رضی اللہ عنہم ثم تمت الخلافۃ و بعدہ ملک عضوض (تفہیمات الٰہیہ جلد اول ص۱۴۸ طبع مجلس علمی ڈابھیل (سورت) :۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امام حق حضرت ابوبکر صدیق ہیں پھر حضرت عمر پھر حضرت عثمان پھر حضرت علی ہیں رضی اللہ عنہم پھر خلافت (نبوت) پوری ہوگئی، اس کے بعد کاٹنے والی بادشاہت ہے) علاوہ ازیں دوسری کتب عقائد میں بھی خلفاء صحابہ میں سے بالترتیب انہی خلفائے اربعہ کا ذکر ہے اور کسی نے بھی حضرت امیر معاویہؓ رضی اللہ عنہ کو باب عقائد میں پانچواں خلیفہ قرار دیا ہے اور نہ ہی ان کو خلفائے راشدین میں شامل کیا ہے۔ اگر حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قرآن کے موعودہ پانچویں خلیفہ ہوتے تو باب عقائد میں ان کا نام بھی شامل کیا جاتا۔

مولوی ضیاء الرحمن سے چند سوالات

(۱) آپ نے خلافت راشدہ جنتری ۱۹۸۶ء میں میری طرف حسب ذیل عبارت منسوب کی ہے۔ ہر ذمہ دار مسلمان کے دینی فرائض ہیں صحابہ کرام اور خلفائے راشدین اور اہل بیت عظام کے افکار کے فروغ کیلئے جدوجہد شامل ہے افسوس ہے کہ ہماری اس طرف کوئی توجہ نہیں۔ خلافت راشدہ جنتری کا اجراء تاریخی اور فکری گلدستوں میں اضافہ ہے" آپ نے یہ غلط بیانی کیوں کی۔ حالانکہ میں نے خلافت راشدہ جنتری کے بارے میں ایک لفظ بھی نہیں لکھا تھا۔

(۲) خلافت جنتری ۱۹۸۷ء میں ایک سوال کے جواب میں آیت اُولٰٓئِکَ ھُمُ الرّٰشِدُوْنَ کے تحت لکھا ہے کہ :۔ اس آیت میں جملہ صحابہ کرام کو ہدایت دینے والا یعنی راشد قرار دیا گیا ہے الخ حالانکہ راشد کا معنی ہدایت پانے والا ہے نہ کہ ہدایت دینے والا اور ہدایت دینے والے کو تو مرشد کہتے ہیں۔

(۳) ۔آپ نے مذکورہ جنتری میں آیت استخلاف میں دِیْنَھُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَھُمْ کا ترجمہ لکھا ہے، جن سے اللہ تعالیٰ راضی ہوا جو بالکل غلط ہے۔ اس کا صحیح ترجمہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اس دین کی طاقت دیگا جو اس نے ان کے لئے پسند کیا ہے؟) جب آپ کی علمی استعداد یہ ہے کہ راشد اور مرشد کا معنی نہیں جانتے اور "ارتضیٰ لھم" اور "رضی اللہ عنہم" میں فرق نہیں کر سکتے تو پھر عقیدہ خلافت راشدہ کے موضوع پر کیوں اوراق سیاہ کرتے ہیں ؟

(۴) آپ ثابت کریں کہ سورۃ النور کا نزول یقیناً فتح مکہ کے بعد ہوا ہے۔

(۵) آپ نے اپنی کتاب سیدنا معاویہؓ ص۴۴ پر لکھا ہے کہ: حضرت معاویہؓ فرمایا کرتے تھے کہ میں عمرۃ القضاء سے پہلے ہی اسلام لے آیا تھا مگر مدینہ جانے سے ڈرتا تھا۔ کیونکہ میری والدہ اسکے خلاف تھیں۔ تاہم ظاہری طور پر فتح مکہ کے موقع پر آپ اپنے والد کے ہمراہ اسلام لانے کا اعلان کیا" لیکن اس کے برعکس بطور طعن کے جنتری ۱۹۸۹ء کے زیر بحث مضمون میں یہ لکھا ہے کہ۔ کبھی تو یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ وہ فتح مکہ کے بعد ایمان لائے کبھی ایمان کا قبل از فتح اقرار کیا جاتا ہے لیکن کتمان ایمان کا الزام قائم کر دیا جاتا ہے ص۴۳) حضرت معاویہؓ کے اسلام لانے کے متعلق مذکورہ دونوں عبارتوں میں تضاد ہے۔ آپ فرمائیں کہ دونوں میں صحیح بات کونسی ہے۔ حضرت معاویہؓ نے ظاہری طور پر فتح مکہ کے موقع پر اسلام کا اعلان کیا اور قبل ازیں اسلام کا اظہار نہیں کیا تھا۔ یا آپ نے فتح مکہ سے پہلے ہی اسلام کا اعلان کر دیا تھا اور ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لے آئے تھے،

(۶) آپ کسی مفسر اہل سنت کا حوالہ دیں کہ حضرت امیر معاویہؓ مثل خلفائے اربعہ کے سورۃ النور کی آیت استخلاف کا مصداق ہیں

(۷) آپ کسی مفسر قرآن سے ثابت کریں کہ حضرت معاویہؓ سورۃ الحج کی آیت تمکین کا مصداق ہیں۔

(۸) آپ ثابت کریں کہ حضرت معاویہؓ مہاجرین اولین میں شامل ہیں اور صلح حدیبیہ سے پہلے مکہ شریف سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے آئے تھے۔ حالانکہ آپ اپنی کتاب سیدنا معاویہؓ میں لکھ چکے ہیں کہ تاہم ظاہری طور پر فتح مکہ کے موقع پر آپ نے اپنے والد کے ہمراہ اسلام لانے کا اعلان کیا۔

(۹) جنتری ۱۹۸۹ء کے زیر بحث مضمون میں لکھا ہے کہ حدیث ثلثون سنۃ موضوع اور بے بنیاد ہے۔ آپ کسی محدث کا حوالہ دیں جنہوں نے اس حدیث کو موضوع اور من گھڑت قرار دیا ہے۔ حالانکہ بعض محدثین نے اس کو صحیح اور بعض نے حسن لکھا ہے۔

(۱۰) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے ازالۃ الخفا مترجم جلد چہارم ص) میں تحکیمین کے بارے میں سنن بیہقی کے حوالہ سے ایک حدیث لکھی ہے جس کے یہ الفاظ ہیں۔ ضلا وضل من اتبعھما۔ اور حضرت شاہ ولی اللہ نے ضلالت سے خطائے اجتہادی مراد لی ہے لیکن جنتری کے زیر بحث مضمون میں اس حدیث کو بھی موضوع قرار دیا ہے آپ کسی محدث سے ثابت کریں کہ یہ حدیث موضوع ہے۔

(۱۱) حدیث علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین کی شرح میں شارحین حدیث نے خلفائے راشدین سے مراد خلفائے اربعہ ہی لئے ہیں آپ کسی شارح حدیث کا حوالہ دیں جنہوں نے اس حدیث کے تحت خلفائے اربعہ کے ساتھ حضرت معاویہؓ رضی اللہ عنہ کو بھی شامل کیا ہے۔

(۱۲) عقائد اہل سنت کی کسی کتاب کا حوالہ پیش کریں جس میں خلفائے اربعہ کے بعد پانچویں نمبر پر حضرت معاویہؓ کا نام مذکور ہو۔ کیونکہ آپ ان کو بھی قرآن کا پانچواں موعودہ خلیفہ راشد تسلیم کرتے ہیں۔

(۱۳) علامہ ابن تیمیہ۔ علامہ علی قاری محدث حنفی۔ ابن حجر مکی محدث۔ حضرت مولانا شاہ اسمٰعیل شہید۔ قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی اور حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی وغیرہ اکابر امت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو بجائے خلیفہ راشد ملک اور سلطان قرار دیتے ہیں اگر اس میں حضرت معاویہؓ کی توہین پائی جاتی ہے تو فرمائیے۔ آپ کا ان حضرات کے بارے میں کیا فتویٰ ہے۔

(۱۴) جمہور اہل سنت اور اکابر دیوبند یزید بن حضرت معاویہؓ کو فاسق قرار دیتے ہیں۔ یزید کے بارے میں آپ کا کیا نظریہ ہے۔ وہ فاسق تھا یا صالح و راشد۔ اگر آپ کے نزدیک صالح اور راشد تھا تو کسی ایک صحابی سے یہ ثابت کریں کہ بیعت خلافت کے بعد انہوں نے یزید کو صالح قرار دیا ہو۔

۱۵۔ اگر آپ سنی دیوبندی ہیں تو پھر حضرت معاویہؓ اور عقیدہ خلافت راشدہ کے بارے میں جمہور اہل سنت اور اکابر دیوبند کے مسلک کو کیوں نہیں تسلیم کرتے اور اگر آپ جمہور اور اکابر دیوبند کے متفقہ مسلک کے پابند نہیں ہیں تو پھر اپنے آپ کو مذہب اہل سنت اور مسلک دیوبند کی طرف کیوں منسوب کرتے ہیں۔؟

شیطان رشدی

سلمان رشدی نامی ایک شیطان صفت آدمی نے انگریزی میں ایک کتاب "شیطانی آیات" لکھی ہے جس کی وجہ سے عالم اسلام میں اشتعال پھیل گیا ہے۔ یہ شیطان ہندوستان کا رہنے والا ہے اب انگلینڈ میں مقیم ہے اس مصنف کے خلاف پاکستان میں بھی احتجاجی جلوس نکالے گئے ہیں۔ سب سے بڑا احتجاجی جلوس ۱۲ فروری ۱۹۸۹ء کو اسلام آباد میں نکالا ہے جس میں پولیس کی فائرنگ سے سات مسلمان شہید ہوئے ہیں۔ اس جلوس کی قیادت پاکستان کے بڑے بڑے معروف سیاسی لیڈر کر رہے تھے۔ نواب زادہ نصر اللہ خان۔ مولانا کوثر نیازی۔ مولانا فضل الرحمن اور مولانا عبدالستار نیازی وغیرہ۔ اس شیطانی کتاب میں رشدی نے کھل کر توہین رسالت کا ارتکاب کیا، اور یہ توہین رسالت بھی زیادہ تر صحابہ کرام اور امہات المؤمنین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی توہین کے واسطہ سے ہے۔ بطور نمونہ شیطانی عبارات حسب ذیل ہیں:۔

(۱) مہاجرین صحابہ کرام کے بارے میں لکھتا ہے:۔ یہ مومنین لاقانونیت کی زندگی بسر کر رہے تھے مگر ان دنوں موہاؤنڈ (یعنی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) یا سید الملائک جبرئیل بلکہ اللہ کو ضابطوں کا خبط ہو گیا تھا۔ جبرئیل رسول کے پاس آتے اور ضابطوں کی لڑی چھوڑ دیتے حتیٰ کہ مومنین کو بھی مزید وحی کی تاب نہ رہی۔ سلمان نے بتایا کہ ہر چیز کے لئے ضابطہ ہے۔ اگر ایک آدمی کی ریح خارج ہو تو اسے چاہیئے کہ اپنا رُخ ہوا کی طرف کرے۔ آب دست کے لئے کون سا ہاتھ استعمال کرنا چاہیئے۔ (ص ۳۶۳)

(۲) سید الملائک جبرئیل نے بتایا کہ مردہ کو کس طرح دفن کیا جائے اور کس طرح میراث تقسیم ہو۔ ایرانی سلمان فکر میں پڑ گیا۔ کہ اللہ کی جانب سے (تقسیم کا) یہ انداز تاجروں جیسا ہے۔ (ص ۳۶۴)

(۳) سلمان نے کہا کہ فرشتہ ہمیشہ بروقت وحی لے کر آتا ہے جب ہی مومنین موہاؤنڈ کی رائے سے اختلاف کرتے ہیں خواہ وہ خلائی سفر (معراج) سے متعلق ہو یا جہنم کے بارے میں۔ اسی لئے فرشتہ ایک جواب لے کر حاضر ہوتا ہے اور یہ وحی ہمیشہ موہاؤنڈ کی رائے کے حق میں ہوتی ہے۔" (ص ۳۶۴)

(۴) یثرب کے نخلستان میں نئے مذہب اسلام کے ماننے والے اپنے گھروں سے نکالے ہوئے تھے یعنی بہت غریب تھے وہ کئی سالوں تک ڈکیتی اور لوٹ مار پر گزر بسر کرتے رہے۔ موہاؤنڈ کے لئے انہیں روکنے کا وقت نہ تھا۔ سلمان نے بلال سے کہا کہ نتائج حاصل کرنے کے لئے ضمیر کی آواز پر کان مت دھرو۔" (ص ۳۶۳)

(۵) پانی ڈھونے والا خالد۔ سلمان جیسے نامانوس نام والا ایرانی کنگلا اور اس غلیظ مثلث کی تکمیل کے لئے غلام بلال بھی وہاں موجود تھا۔ اس بھارے سے کالے دیو کو موہاؤنڈ نے آزاد کیا تھا۔ (ص ۱۰۱)

(۶) خواتین کے معاملے اور شیطانی آیات نے سلمان کو موہاؤنڈ سے بالکل الگ کر دیا۔ سنو میں جھوٹ نہیں بولتا۔ اپنی بیوی کے انتقال کے بعد موہاؤنڈ کے پاس فرشتہ نہیں آ رہا تھا۔ تم میرا مطلب سمجھے؟ سلمان نے نشے میں چور لہجے میں کہا۔ لیکن یثرب میں برابر کی چوٹ رہی۔ وہاں کی عورتوں نے صرف ایک سال میں اس کی آدھی ڈاڑھی سفید کر دی (ص ۳۶۶)

(۷) جیسے ہی جاہلیہ میں یہ خبر عام ہوئی کہ باپردہ طوائفوں نے موہاؤنڈ کی زوجیت اختیار کر لی ہے۔ شہر کے مردوں کے جذبات اپنے عروج کو پہنچ گئے۔ پندرہ سالہ طوائف (عائشہ) اپنے گاہکوں میں سب سے زیادہ مقبول تھی اور موہاؤنڈ کو بھی پیاری تھی۔ سب سے بوڑھی اور موٹی طوائف کا نام سودہ تھا جاہلیہ کے مردوں میں اس کے گاہکوں کی کمی نہ تھی۔ یہ لوگ اس کے

پاس مادرانہ شفقت کی اور جمال کی وجہ سے آتے تھے (مسودہ) اپنے گاہکوں کو بتاتی کہ موہاونڈ نے اس سے اور عائشہ سے ایک ہی دن شادی کی تھی جبکہ عائشہ اس وقت چھوٹی سی بچی تھی۔ طوائف حفصہ اپنے نام کی طرح مزاج کی بہت تیز تھی۔ ان طوائفوں کی جھنڈہ بندی ماریہ قبطیہ تھی۔ اسے سالے گراتے تھے۔ اپنی ہمسر عائشہ کو یہ ترکیبیں سکھانے سے انکار کر دیا تھا۔ ان طوائفوں میں سب سے مخلف زینب بنت خزیمہ تھی۔ موہاونڈ کی یہ بیوی حال ہی میں انتقال کر گئی۔ (ص ۳۸۲) (ماخوذ از ہفت روزہ تکبیر کراچی ۹ فروری ۱۹۸۹ء

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو قرآن مجید میں امہات المومنین فرمایا ہے اور سورۃ التوبہ کی آیت السابقون الاولون من المہاجرین والانصار والذین اتبعوھم باحسان رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ میں مہاجرین اولین اور انصار مدینہ اور ان کی اتباع کرنے والوں کو اللہ تعالے نے یہ خصوصی سند عطا فرمائی ہے کہ اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔

پھر ان اصحاب اور ازواج مطہرات کے بارے میں جو شخص مندرجہ کفریات لکھے اس کے کافر اور مرتد ہوتے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے سلمان رشدی یقیناً واجب القتل ہے اور ایسے شخص کی توبہ بھی قبول نہیں اور نہ اس سے توبہ کرنے کو کہا جا سکتا ہے راجح مسلک یہی ہے۔ میں نے ماہنامہ حق چاریار لاہور ماہ شعبان میں اپنے مضمون:۔ ایک شیطان کی شیطانی کتاب میں قاضی عیاض محدث کی کتاب الشفاء اور علامہ ابن تیمیہ کی کتاب الصارم المسلول کی عبارتیں پیش کر دی ہیں۔

خمینی کا انعام

پاکستان کے اخبارات میں بھی شائع ہوا ہے اور ایک شیعہ ہفت روزہ اسد لاہور ۲۱ مارچ ۱۹۸۹ء میں فتویٰ خمینی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ:۔ ایران نے رسوائے زمانہ مصنف سلمان رشدی کو قتل کرنے والے ایرانی باشندے کو ۳۰ لاکھ ڈالر اور غیر ملکی باشندے کو دس لاکھ ڈالر انعام دینے کا اعلان کیا ہے۔ انعام کا اعلان ایرانی ٹیلی ویژن پر کیا گیا ہے۔ لیکن ہمارے نزدیک ایران کے خمینی صاحب کا یہ اعلان محض ایک سیاسی اور دکھلاوے کا اعلان ہے۔ اس شیطان کا قاتل اگر ایرانی ہو تو اسے تیس لاکھ ڈالر اور غیر ایرانی ہو تو دس لاکھ ڈالر۔ یہ فرق کیوں جبکہ دونو کا کارنامہ ایک جیسا ہے۔ خمینی کے اس اعلان نے تو شیطان رشدی کو مزید تحفظ دیدیا ہے چنانچہ گورنمنٹ برطانیہ نے اس کے بعد اس کے حفاظتی انتظامات اور زیادہ سخت کر دیئے ہیں۔

پاکستان میں کیا ہو رہا ہے

شیطان رشدی نے ازواج مطہرات کے متعلق طوائف کا لفظ استعمال کیا ہے یہ یقیناً بہت زیادہ سنگین ہے۔ ورنہ پاکستان میں صحابہ کرام۔ خلفائے راشدین اور امہات المومنین کے بارے میں اردو تصانیف میں جو کچھ شائع ہو رہا ہے وہ اس سے زیادہ سنگین ہے اس سلسلے میں چند حوالہ جات میں نے اپنے رسالہ صحابہ کرام اور پاکستان میں درج کر دیئے ہیں جو محل عبرت ہیں یہاں بطور نمونہ بعض عبارات حسب ذیل ہیں (۱) جناب ابوبکر اور مرزا غلام احمد قادیانی میں کوئی فرق نہیں (جاگیر فدک مؤلفہ غلام حسین نجفی) (۲) خلفائے ثلاثہ کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ لوگ دل و جان سے مومن نہیں تھے۔ (مناظرہ بغداد مؤلفہ حسین بخش جاڑا) (۳) خالد سیف اللہ نہیں سیف الشیطان تھا (ایضاً مناظرہ بغداد ص۱۰) (۴) جناب عمر شراب حرام ہونے کے بعد بھی شراب پیتے رہے (سہم مسموم ص۴۳ مؤلفہ غلام حسین نجفی) (۵) جناب عمر جہنم کا تالا ہے (اور بہتر تو ہے کہ جہنم کا گیٹ ہوتا (ایضاً ص۴۳) (۶) حضرت عثمان ذوالنورین کے متعلق لکھا ہے:۔ جناب ذوالنورین نے اپنی بیوی ام کلثوم کی موت کے بعد ان کے مردہ کے ساتھ ہم بستری کر کے نبی کریم کو اذیت پہنچائی:۔ (قول مقبول مؤلفہ غلام حسین نجفی ص۴۲)

مکہ کی زلیخا بی بی عائشہ

یہی نجفی مصنف ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی کے بارے میں لکھا ہے۔ مکہ کی زلیخا بی بی عائشہ میں کیا رکھا تھا کہ حضور پاک نے اپنی ہم عمر بیویوں کے ہوتے ہوئے یا دوسری جوان

عورتوں کے ملنے کے باوجود چھ سالہ ننھی اماں بی سے اپنے پچاس برس کے سن میں شادی رچائی" (حقیقت فقہ حنفیہ) پاکستانی مصنفین کی مندرجہ عبارتیں بالکل واضح ہیں لیکن افسوس ہے کہ پاکستان کے معروف سیاسی لیڈر انگلینڈ کے رشدی کے خلاف تو احتجاجی جلوس نکالتے ہیں احتجاجی مراسلے دیتے ہیں لیکن پاکستان میں جو کہ انتہائی زہریلی عبارتوں میں صحابہ کرام۔ خلفائے راشدین اور امہات المؤمنین کیخلاف زہرافشانی ہو رہی ہے اس کی وجہ سے ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ یہ ایک ایسی پیچیدہ سیاست ہے جس کی بلاکت آفرینیوں کا کوئی حل نہیں۔ اس کی تلافی صرف اس صورت میں ہو سکتی ہے کہ غیور سنی مسلمان عظمتِ صحابہ کے تحفظ کیلئے مروجہ جمہوری سیاست سے بالاتر ہو کر منظم و متحد ہو جائیں۔ یہی نصرتِ خداوندی کا ایک ذریعہ رہ گیا ہے کہ جن صحابہ کرام سے اللہ تعالیٰ نے اپنی قطعی وحی میں راضی ہونے کا اعلان کیا ہے ہم ان کے اس شرعی بلند مقام کی تبلیغ و تحفظ کا فریضہ ادا کرتے ہوئے اپنے رب کو راضی کریں۔ وما النصر الا من عند اللہ۔

سانحہ بہاولپور

سابق صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق صاحب مرحوم ۱۷ اگست ۱۹۸۸ء کو اپنے مخصوص طیارہ سی ۔ ۱۳۰ کے ذریعہ بہاولپور پہنچے تھے۔ ان کے اس طیارے میں جنرل اختر عبدالرحمٰن چیف آف سٹاف کے علاوہ دوسرے میجر جنرل اور بریگیڈیر تھے اسی طیارہ میں امریکن سفیر بھی تھا۔ جنرل ضیاء الحق مرحوم نے بہاولپور پہنچ کر جدید آزمائشی ٹینکوں کا معائنہ کیا اور تقریباً اڑھائی گھنٹے تک ٹینکوں کا مظاہرہ دیکھا۔ بعد ازاں کھانا کھانے کے بعد اسی طیارہ میں واپس راولپنڈی روانہ ہوئے لیکن بہاولپور کے قریب ہی طیارہ حادثہ کا شکار ہو کر زمین پر گر پڑا۔ طیارے کو آگ لگ گئی اور جنرل ضیاء الحق سمیت بڑے بڑے سنیئر فوجی افسر لقمۂ اجل بن گئے امریکی سفیر بھی اس حادثہ میں ہلاک ہو گیا۔ پاکستان کی تاریخ میں یہ بہت بڑا المناک سانحہ تھا جس میں اتنے فوجی سنیئر افسر موت کا شکار ہوئے ہیں۔ جنرل ضیاء مرحوم سمیت ان میں جتنے لوگ اہل ایمان تھے اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور جنت نصیب ہو۔ آمین۔ صدر مرحوم کے جنازے میں لاکھوں افراد شریک ہوئے تھے۔ مسجد شاہ فیصل شہید کے احاطہ میں ہی صدر مرحوم کو دفن کیا گیا۔ موت ایک ایسی حقیقت ہے جس سے کسی کو مفر نہیں ہے۔

؎ ہر آنکہ زاد بناچار بایدش نوشید۔ زجام دہر مئے کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ ۔ اس حادثہ میں یقیناً اسلام دشمن طاقتیں ملوث ہیں کسی بڑی گہری سازش کے تحت صدر ضیاء مرحوم کو راستے سے ہٹا کر ملکی بحران پیدا کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ یہ حکومتِ پاکستان کا فریضہ ہے کہ وہ اس سازش کو بے نقاب کرے۔ مختلف قیاس آرائیاں ہیں لیکن ہم یہاں کسی تفصیل میں جانا نہیں چاہتے۔ واللہ اعلم

صدر ضیاء مرحوم صوم و صلوٰۃ کے پابند تھے کتنی بار حج و عمرہ کی سعادت حاصل ہوئی۔ وہ پاکستان میں اسلامی نظام کے خواہاں تھے۔ وہ گیارہ سال تک پاکستان کے اعلیٰ اقتدار پر فائز رہے ہیں۔ لیکن گردوپیش کے حالات اور اپنی بعض کمزوریوں کی وجہ سے عملاً کامیاب نہیں ہو سکے ان میں خوبیاں بھی تھیں اور کمزوریاں بھی۔ حق تعالیٰ نیکیاں قبول کریں اور گناہ معاف فرمائیں۔ پاکستان میں صحابہ آرڈیننس کا اجراء ان کا اسلامی کارنامہ ہے لیکن اس پر وہ عمل نہیں کرا سکے۔ زکوٰۃ آرڈیننس نافذ کیا لیکن اہل تشیع کو ان کی فقہ جعفری کی بنا پر اس سے مستثنیٰ کر دیا۔ حالانکہ یہ ناجائز مراعات تھیں۔ امام الخلفاء حضرت صدیق اکبرؓ نے منکرین زکوٰۃ کے ساتھ جہاد کیا تھا۔

خدام نے ان کے مستحسن اقدامات پر تائیدی قرار دادیں بھی ارسال کی ہیں اور اپنے معیار کے مطابق ان کے ناجائز اقدامات پر تنقیدیں بھی کی ہیں جس پر خصوصاً ماہنامہ رسالہ "صحابہ کرام" اور "پاکستان" شاہد ہے۔ افغان مجاہدین کی کھلی اعانت کرنا ان کا عظیم اسلامی کارنامہ ہے وہ افغانستان میں افغان مہاجرین کی اسلامی حکومت دیکھنا چاہتے تھے۔ اس دور میں مجاہدین کی قربانیاں ایک شاندار تاریخی حیثیت رکھتی ہیں اور ان قربانیوں میں صدر ضیاء الحق مرحوم کا مستقل حصہ ہے حق تعالیٰ مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس نصیب ہو۔

آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

پاکستان میں عورت کی سربراہی

جنرل ضیاء الحق مرحوم کے مقررہ پروگرام کے مطابق ۱۶ ر اور ۱۹ ر نومبر کو پاکستان میں قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات ہوئے جس کے نتیجہ میں سینیٹ کے سابق چیئرمین پاکستان کے صدر اور پیپلز پارٹی کی شریک چیئرپرسن بے نظیر بھٹو وزیر اعظم بنی ہیں :- انا للہ وانا الیہ راجعون - پارٹی بازی سے بالاتر ہو کر اگر دیکھا جائے تو پاکستان میں کسی عورت کا وزیر اعظم بننا اس پاکستان کی تاریخ میں ایک بدنما دھبہ ہے جو لاکھوں کی قربانی دیکر محض اس لئے قائم کیا تھا کہ یہاں اسلام کی حکمرانی ہوگی۔ پاکستان کا مطلب کیا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ۔ اس مسئلہ پر یہاں تفصیل کی گنجائش نہیں۔ دینی رسائل اور ماہناموں میں اس مسئلہ پر علماء نے کتاب وسنت کے روشن دلائل سے یہ ثابت کردیا ہے کہ کسی عورت کا برسراقتدار ہونا شرعاً ناجائز ہے۔ بینات۔ الخیر۔ الحق۔ البلاغ۔ الحسن۔ ترجمان سدم۔ خدام الدین لاہور وغیرہ میں مدلل مضامین شائع ہوچکے ہیں جو متلاشیان حق کیلئے کافی ہیں خصوصاً بینات (کراچی) میں حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی نے اس مسئلہ پر ہر پہلو سے مفصل تبصرہ لکھا ہے۔ جزاھم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔ دراصل پاکستان میں عملاً جو جمہوری سیاست کا دور چل رہا ہے اس میں غیر اسلامی جمہوریت کے اصول غالب ہیں۔ پھر عموماً سیاسی پارٹیوں کا مطمح نظر حصول اقتدار ہے خواہ وہ کسی طریق سے حاصل ہو سکے۔ اِلّا ماشاء اللہ۔ ممکن ہے بعض افراد اس سے مستثنیٰ ہوں۔ اسلام کا اصل سرچشمہ قرآن مجید ہے جس میں مرد و عورت کے کام کے دائرے جدا جدا مقرر کئے گئے ہیں۔ چنانچہ قرآن میں عورتوں کے لئے پردے کے احکام مستقل طور پر بیان کئے گئے ہیں۔ جس میں رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو (جن کو قرآن میں امہات المومنین فرمایا گیا ہے یعنی مومنین کی مائیں) خصوصیت سے حکم دیا گیا ہے وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (سورۃ الاحزاب آیت ۳۳) تم اپنے گھروں میں قرار سے رہو۔ اور قدیم زمانہ جاہلیت کے دستور کے موافق مت پھرو۔ اور تم نمازوں کی پابندی رکھو اور زکوٰۃ دیا کرو اور اللہ اور اس کے رسول کا کہنا مانو" (ترجمہ حضرت مولانا تھانویؒ)

(۲) وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ط (الاحزاب آیت ۵۳) :- (جب تم ان (امہات المومنین) سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر (کھڑے ہو کر وہاں) سے مانگا کرو۔ یہ بات (ہمیشہ کے لئے) تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کے پاک رہنے کا عمدہ ذریعہ ہے" (ترجمہ حضرت تھانویؒ) ان دونوں آیتوں سے پردہ شرعی کے احکام واضح ہیں صحابہ کرام اپنی مومنہ ماؤں کے سامنے بھی نہ ہوں اور کوئی چیز لینی ہو تو پس پردہ ہی ان سے مانگیں اور پہلی آیت میں ازواج مطہرات کو اپنے گھروں میں ٹھہرنے کا حکم دیدیا۔ تو فرمایئے بے نظیر بحیثیت وزیر اعظم ہو یا کوئی اور خاتون جب ٹیلیویژن پر ان کو سب لوگ (کافروں یا مسلمان) دیکھتے ہیں۔ اور وہ بلا حجاب ہزاروں کے مجمع میں جا کر تقریر کرتی ہے، مردوں اور صحافیوں کے بیچ میں گھری ہوتی ہے تو کیا یہ قرآنی احکام کی صریح خلاف ورزی نہیں ہے۔ عورت کی اس نازک پوزیشن ہی کی وجہ سے عورت نماز کے لئے اذان بھی نہیں کہہ سکتی۔ مردوں کو نماز بھی نہیں پڑھا سکتی۔ نماز جمعہ اور نماز با جماعت بھی اس پر ضروری نہیں۔ اور نہ ہی عیدین کی نماز اس پر واجب ہے، تو جب اسلام کے مسلمان عورت کے لئے یہ احکام ہیں، تو وہ اسلام اس کو مروجہ بے حجابی کے مظاہروں کی کیونکر اجازت دیتا ہے جب عورت امامت صغریٰ یعنی امامت نماز کی اہل نہیں تو امامت کبریٰ (حکومت) کی کیونکر اہل قرار دی جا سکتی ہے۔ حکومت اسلامیہ کے لئے مرد مسلمان ہونا ضروری ہے۔ قرآن مجید میں ہے کہ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ (سورۃ النساء آیت ۳۴) :- مرد حاکم ہیں عورتوں پر دو وجہ سے۔ ایک تو اس

سبب سے کہ اللہ تعالیٰ نے بعضوں کو (یعنی مردوں کو) بعضوں پر (یعنی عورتوں پر قدرتی) فضیلت دی ہے (یہ تو وہبی امر ہے) اور دوسرے اس سبب سے کہ مردوں نے (عورتوں پر) اپنے مال (مہر میں اور اپنے نان و نفقہ میں) خرچ کئے ہیں۔ (اور یہ امر مکتسب ہے) (ترجمہ حضرت تھانویؒ) حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب بانی دارالعلوم کراچی (سابق مفتی دارالعلوم دیوبند) اس آیت کے تحت لکھتے ہیں۔ اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ فرما کر یہ تلادیا گیا کہ اگرچہ عورتوں کے حقوق مردوں پر ایسے ہی لازم و واجب ہیں جیسے مردوں کے عورتوں پر ہیں اور دونو کے حقوق باہم مماثل ہیں لیکن ایک چیز میں مردوں کو امتیاز حاصل ہے کہ وہ حاکم ہیں اور قرآن کریم کی دوسری آیات میں یہ بھی واضح کردیا گیا ہے کہ یہ حکومت جو مردوں کی عورتوں پر ہے محض آمریت اور استبداد کی حکومت نہیں بلکہ حاکم یعنی مرد بھی قانون شرع اور مشورہ کا پابند ہے۔ محض اپنی طبیعت کے تقاضا سے کوئی کام نہیں کرسکتا۔ (تفسیر معارف القرآن جلد دوم) علاوہ ازیں بخاری کی اس مشہور حدیث سے بھی عورت کی حکومت کی ممانعت ثابت ہوتی ہے ـــــ لما بلغ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اھل فارس ملکوا علیھم بنت کسریٰ قال لَنْ يُفْلِحَ قَوْمٌ وَلَّوْا اَمْرَهُمْ امْرَأَةً (مشکوٰۃ شریف۔ کتاب الامارۃ والقضاء) :ـــــ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی کہ اہل فارس نے کسریٰ کی بیٹی کو اپنا حکمران بنایا ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ قوم ہرگز فلاح نہیں پاسکتی جس نے اپنا امر حکومت کسی عورت کے سپرد کیا) حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں :-

ازیں جا معلوم شد کہ زن قابل ولایت و امارت نیست" (اشعۃ اللمعات جلد ثالث) :- اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت ولایت اور امارت (یعنی حکمرانی) کے قابل نہیں ہے"

علامہ علی قاری محدثؒ حنفی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں :- فی شرح السنۃ لاتصلح المرأۃ ان تکون اِمَامًا وَلَا قاضیا لانھما محتاجان الی الخروج للقیام بامور المسلمین والمرأۃ عورۃ لاتصلح لذلک الخ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۷) :- شرح السنۃ میں ہے کہ عورت امام (یعنی حکمران) اور قاضی بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی کیونکہ ان دونو کاموں میں مسلمانوں کے امور کے انتظام کے لئے گھر سے باہر نکلنا پڑتا ہے اور عورت ان کاموں کی صلاحیت نہیں رکھتی۔ کیونکہ وہ عورت ہے جس کا اپنے آپ کو (دوسروں سے) چھپانا ضروری ہے۔)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ

سورۃ النمل میں بلقیس کی بادشاہت کے سلسلہ میں لکھتے ہیں کہ :- ہماری شریعت میں عورت کو بادشاہ بنانے کی ممانعت ہے پس بلقیس کے قصہ سے کوئی شبہ نہ کرے اول تو یہ فعل مشرکین کا تھا۔ دوسرے اگر شریعت سلیمانیہ نے اس کی تقریر بھی کی ہو تو شرع محمدی میں اس کے خلاف ہونے ہوئے حجت نہیں"۔ (تفسیر بیان القرآن جلد ثالث) حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ انہی آیات کی تفسیر میں حدیث بخاری لن یفلح قوم پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ اسی لئے علمائے امت اس پر متفق ہیں کہ کسی عورت کو امامت و خلافت یا سلطنت و حکومت سپرد نہیں کی جاسکتی۔ بلکہ نماز کی امامت کی طرح امامت کبریٰ بھی صرف مردوں کو سزاوار ہے۔ رہا بلقیس کا ملکہ سبا ہونا تو اس سے کوئی حکم شرعی ثابت نہیں ہوسکتا۔ جب تک یہ ثابت نہ ہوجائے حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس سے خود نکاح کیا اور پھر اس کو حکومت و سلطنت پر برقرار رکھا اور یہ کسی صحیح روایت سے ثابت نہیں جس پر احکام شرعیہ میں اعتماد کیا جاسکے"۔ (معارف القرآن جلد ششم)

دورِ رسالت و خلافت

بعض لوگ حدیث مذکور کے تحت یہ تاویل کرتے ہیں (اور بعض شیعہ علماء نے بھی یہی تاویل کی ہے کہ حدیث سے عورت کے سربراہ مملکت بنانے کی ممانعت ہے۔ اور پاکستان میں صدر مملکت غلام اسحٰق خان ہیں نہ کہ بے نظیر۔ وہ تو وزیر اعظم ہے"۔ لیکن یہ تاویل باطل ہے کیونکہ (۱) بے نظیر جمہوری اصول کے تحت وزیر اعظم ہے۔ اور موجودہ جمہوریت میں حکومت وزیر اعظم کی ہوتی ہے نہ کہ صدر مملکت کی۔ (۲) آیات و احادیث کا اصل مقصد یہ ہے کہ عورت کے لیئے ملک کی حکمرانی جائز نہیں خواہ وہ کسی صورت میں ہو۔ کیونکہ قرآن کے احکام حجاب کا یہی تقاضا ہے اور اسی وجہ سے وہ قاضی بھی نہیں بنائی جاسکتی۔ اور مؤذن اور امام نماز بھی نہیں بن سکتی۔ اور وزیر اعظم ہونا تو بہت بڑا منصب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کبھی کسی عورت کو کسی صوبے کا بھی والی اور کسی جگہ قاضی نہیں بنایا حالانکہ ازواجِ مطہرات حضرت اور فاطمۃ الزہراؓ بھی موجود تھیں۔ اور نہ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد کسی قسم کا سوال اٹھا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کو یا حضرت فاطمۃ الزہراءؓ کو ہی خلیفہ بنا دیا جائے۔ پھر خلافتِ راشدہ کے دور میں بھی کسی عورت کو کسی درجے کی حکومت اور قضا کی ذمہ داری نہیں دی گئی۔ حتیٰ کہ حضرت علی المرتضیٰ نے دورِ خلافت میں بھی اس قسم کے اہم فرائض اپنی کسی صاحبزادی کے سپرد نہیں کئے اور شیعوں کا بھی اصل مذہب یہی ہے کہ عورت اس قسم کے شرعی امور کی اہلیت نہیں رکھتی۔

۳۱ علماء کا متفقہ فیصلہ

اور یہی وجہ ہے کہ ۱۹۵۱ء میں جب دستورِ پاکستان کے بنیادی اصول طے کرنے کیلئے مختلف مسالک کے علماء کا اجتماع ہوا تو انہوں نے متفقہ طور پر اسلامی مملکت کے لئے جو ۲۲ بنیادی نکات مقرر کئے ان میں ۱۲ کے تحت یہ لکھا تھا کہ:۔ رئیس مملکت کا مسلمان مرد ہونا ضروری ہے جس کے تدین صلاحیت اور اصابت رائے پر جمہور یا ان کے مختلف نمائندوں کو اعتماد ہو"۔ علماء کے اس اجتماع میں دیوبندی۔ بریلوی اور اہل حدیث علماء کے علاوہ ابوالاعلیٰ مودودی صاحب بھی تھے اور اہل تشیع میں سے مولوی کفایت حسین پشاوری اور مفتی جعفر حسین (سابق قائد تحریک نفاذ فقہ جعفریہ پاکستان) بھی تھے۔ بتاریخ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳ اور ۲۴ جنوری ۱۹۵۱ء کو کراچی میں علماء کا یہ نمائندہ اجتماع حضرت علامہ مولانا سید سلیمانؒ صاحب ندوی کی صدارت میں ہوا تھا۔ جس میں علمائے دیوبند میں سے مولانا مفتی محمد حسن صاحب بانی جامع اشرفیہ لاہور۔ مولانا خیر محمد صاحب جالندھری۔ مولانا شمس الحق صاحب افغانی۔ مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کراچی۔ مولانا احمد علی صاحب لاہوری مولانا محمد یوسف صاحب بنوری۔ مولانا احتشام الحق صاحب تھانویؒ اور مولانا محمد علی صاحب جالندھری وغیرہ تھے۔ اہلِ حدیث میں سے مولانا محمد اسمٰعیل صاحب گوجرانوالہ اور مولانا داؤد صاحب غزنوی۔ اور بریلوی علماء میں سے مولانا عبدالحامد صاحب بدایونی وغیرہ تھے۔ اور جب بعد ازاں صدر ایوب خان اور فاطمہ جناح کا صدارتی الیکشن ہوا تو جمعیت علمائے اسلام غیر جانبدار رہی تھی۔ فاطمہ جناح کی تائید بوجہ عورت ہونے کے نہیں کر سکتے تھے اور صدر ایوب کی اس لئے حمایت نہیں کر سکتے تھے کہ اس نے عائلی قوانین کے نفاذ میں بعض باتیں صراحتاً خلاف قرآن منظور کی تھیں لیکن جماعت اسلامی کے بانی و امیر اوّل ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نے علماء کے سابقہ متفقہ فیصلہ کے خلاف فاطمہ جناح کی حمایت میں ملک گیر تحریک چلائی تھی۔ اور مودودی جماعت کی بے اصول سیاست کی یہ ایک تاریخی مثال ہے۔

جمعیت علمائے اسلام کا اسلامی منشور

ستمبر ۱۹۶۹ء میں کل پاکستان جمعیت علمائے اسلام نے جو "اسلامی منشور" شائع کیا تھا اس میں وہ ۲۲ نکات بھی درج کر دیئے تھے جو ۱۹۵۱ء میں بمقام کراچی مختلف مسالک کے ۳۱ علماء نے متفقہ طور پر منظور کئے تھے اس وقت کل پاکستان جمعیت علمائے اسلام کے مرکزی امیر

حضرت مولانا عبداللہ صاحب درخواستی شیخ الحدیث اور ناظم اعلیٰ حضرت مولانا مفتی محمود صاحب مرحوم تھے۔ اس اسلامی منشور کا ابتدائیہ بھی مولانا مفتی محمود صاحب رحؒ نے لکھا تھا۔ اس اسلامی منشور میں نظام حکومت کے عنوان کے تحت نمبر ۵ میں یہ لکھا ہے کہ:۔ خلفائے راشدین اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ادوار حکومت و آثار کو اسلامی نظام حکومت کے جزئیات متعین کرنے کے لئے معیار قرار دیا جائے گا۔ (نمبر ۶) مملکت کی کلیدی آسامیاں غیر مسلموں اور مرتدوں کیلئے ممنوع قرار دیدی جائینگی۔ (۷) صدر مملکت کا مسلمان ہونا اور پاکستان کی ۹۸ فیصد مسلمان اکثریت اہل سنت کا ہم مسلک ہونا ضروری ہوگا۔" ۳۱ علماء کے متفقہ نکات میں جو کمی رہ گئی تھی وہ جمعیت علمائے اسلام کے اسلامی منشور میں پوری کردی گئی ہے۔ کاش کہ جمعیت علمائے اسلام کے موجودہ دونو دھڑے وقتی سیاسی اختلافات کو نظر انداز کر کے اسی "اسلامی منشور" کی بنیاد پر جماعتی طور پر محنت کرتے "اہل السنت والجماعت کی عظیم اکثریت کی مَا اَنَا عَلَیۡهِ وَ اَصۡحَابِیۡ کی بنیاد پر رہنمائی کرتے تو آج پاکستان صحابہ دشمن طاقتوں کی آماجگاہ نہ بنتا۔

مولانا سراج احمد دین پوری

دین پور ریاست بہاولپور میں اولیاء و اقطاب کا مرکز رہا ہے۔ مولانا سراج احمد دین پوری کے دادا حضرت مولانا غلام محمد صاحبؒ دین پوری قطب وقت تھے، جو شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوریؒ کے بھی مرشد ہیں۔ لیکن انقلاب زمانہ دیکھیئے کہ ان کے پوتے جواب بڑھاپے کی آخری منزلیں طے کر رہے ہیں یعنی مولانا سراج احمد دین پوری پاکستان کی وزیر اعظم بے نظیر بھٹو کے مذہبی امور کے مشیر اعلیٰ ہیں اور ان کو وفاقی وزرا کی مراعات حاصل ہیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ کاش کہ پیپلز پارٹی کسی مرد کو وزیر اعظم بنادیتی۔ اور نہیں تو مولانا سراج احمد دینپوری کو ہی وزارت عظمیٰ کا قلمدان سپرد کردیا جاتا تو پاکستان اس بدنما داغ سے محفوظ ہوجاتا۔ ہمیں تو خطرہ ہے کہ اگر مولانا دین پوری موصوف نے بے نظیر کی امامت کبریٰ (حکومت) قبول کرلی ہے اور اس کے مشیر خاص بن گئے ہیں تو کہیں امامت صغریٰ بھی اس کے سپرد نہ کردیں۔ یعنی بے نظیر کی اقتداء میں ہی نماز نہ پڑھنے لگ جائیں۔ ع۔ کہ ہم نے انقلاب چرخ گردوں یوں بھی دیکھے ہیں۔ واللہ الهادی

اللہ تعالیٰ پاکستان کو اندرونی و بیرونی فتنوں سے محفوظ رکھیں۔ اہل السنت والجماعت کو مَا اَنَا عَلَیۡهِ وَاَصۡحَابِیۡ اور علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المهدیین کی بنیاد پر منظم و متحد ہونے کی توفیق دیں۔ اور ملک و ملت کو نظام خلافت راشدہ کی پیروی نصیب ہو۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

خادم اہل سنت مظہر حسین غفرلہ

۹ رمضان المبارک ۱۴۰۹ھ

عقیدہ عصمت انبیاء اور مودودی ... ۲/-
عظیم فتنہ ... قیمت ... ۲/
اصلاحی مکتوب ... ۲/

شریعت بل کا جائزہ ... ۵/
عقیدہ خلافت راشدہ و امامت ... [illegible]
اثنا عشری شیعہ کیوں کافر ہیں ... [illegible]

فہرست کتب مکتبہ خدام اہل سنت چکوال

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف	ابتدائیہ مقدمہ	موضوع	سائز	صفحات	قیمت
۱	سنی مذہب حق ہے	حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب	—	ردِ شیعیت	۳۰×۲۰/۱۶	۱۲۸	پیسے — ۷ روپے
۲	مودودی مذہب	〃	—	ردِ مودودیت	〃	۱۷۶	— ۱۰
۳	میاں طفیل کی دعوتِ اتحاد کا جائزہ	〃	—	〃	〃	۱۱۰	— ۵
۴	صحابہ کرام رضی اور مودودی	〃	—	〃	〃		— ۵
۵	خارجی فتنہ حصہ اول	〃	—	ردِ خارجیت	〃	۶۲۴	— ۲۵
۶	خارجی فتنہ حصہ دوم	〃	—		〃	۶۸۰	— ۳۹
۷	کشفِ خارجیت	〃	—	ردِ خارجیت	〃	۵۷۶	— ۳۰
۸	دفاعِ حضرت امیر معاویہ رضی	〃	—	ردِ رافضیت	〃	۱۹۰	— ۷
۹	علمی محاسبہ بجواب علمی جائزہ	〃	—	ردِ مودودیت	〃	۴۷۲	— ۲۲
۱۰	ہم ماتم کیوں نہیں کرتے	〃	—	ردِ رافضیت	〃	۵۰	— ۳
۱۱	الحادی فتنہ	〃	—	ردِ شیعیت	〃	—	— ۳
۱۲	دفاعِ صحابہ رضی	〃	—	〃	۲۳×۱۸/۸		— ۴
۱۳	کلمہ اسلام کی تبدیلی کی خطرناک سازش	〃	—	〃	۳۰×۲۰/۱۶		۲۵ —
۱۴	سنت اسلامی شیعہ انقلاب چاہتی ہے	〃	—	〃	۲۳×۱۸/۸		— ۲
۱۵	شیعہ کتاب تجلیات صداقت پر ایک نظر	〃	—	〃	۳۰×۲۰/۱۶		— ۵
۱۶	عظمتِ صحابہ اور حضرت مدنی رح	〃	—	.	۲۳×۱۸/۸		— ۲
۱۷	خدام اہل سنت کی دعوت	〃	—	دعوت	۳۰×۲۰/۱۶	صفحات	— ۱
۱۸	سنی تحریک اور طلبہ کا سنی موقف	〃	—	دعوت	〃	چھ حصے ۹۶	— ۶
۱۹	بشارۃ الدارین بالصبر علی شہادۃ الحسین	〃	—	ردِ شیعیت	۳۰×۲۰/۸	۶۱۷	زیرِ طبع دوسرا ایڈیشن
۲۰	مطرقۃ الکرامۃ	مولانا خلیل احمد سہارنپوری رح	مولانا قاضی مظہر حسین صاحب	ردِ شیعیت	۲۳×۱۸/۸		〃 〃
۲۱	شہادتِ حسین و کردارِ یزید	مولانا قاسم نانوتوی رح	مولانا قاضی مظہر حسین صاحب	ردِ شیعیت	〃		— ۷
۲۲	سلاسلِ طیبہ	مولانا حسین احمد مدنی	مولانا قاضی مظہر حسین صاحب	تصوف	〃		— ۱۲
۲۳	تحفۂ خلافت	مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی	مولانا قاضی مظہر حسین صاحب	ردِ شیعیت	〃		— ۵۱ /
۲۴	آفتابِ ہدایت	مولانا کرم الدین صاحب	مولانا قاضی مظہر حسین صاحب		〃	۳۸۴	— ۳۶ /
۲۵	عقیدہ حیات النبی ﷺ	مولانا عبدالکریم صاحب کلاچی	〃	ردِ منکرینِ حیات	〃	۲۲ صفحات	— ۲/
	عقائد علمائے دیوبند	مولانا خلیل احمد سہارنپوری رح	〃	عقائد اہل سنت	〃		— ۵/:
	فتنہ مودودیت	شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رح		ردِ مودودیت			— ۱۵

تعارف و تبصرہ

از قلم سید احمد حسین زید

نظامِ خلافتِ راشدہ رضؓ کا داعی مجلہ

نام — ماہنامہ حق چار یار رضؓ لاہور

مدیر — حکیم حافظ محمد طیب

شمارہ — ۱-۲

قیمت فی شمارہ — ۵/- روپے

سالانہ بدل اشتراک — ۵۰/- روپے

خط و کتابت کا پتہ :- دفتر ماہنامہ حق چار یار رضؓ مدینہ بازار ذیلدار روڈ اچھرہ لاہور

اہلسنت کے لبادہ میں بہت سے ایسے گروہ بھی در آئے ہیں جن کا مشن اہلسنت کو ان کی اصل منزل اور شناخت سے محروم کرنا ہے ۔ تحریک خدام اہلسنت پاکستان کے امیر اور شیخ الاسلام والمسلمین حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کے خلیفہ مجاز پیر طریقت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین دامت برکاتہم ایک عرصہ سے اہلسنت کو ایسے سازشیوں سے بچاتے ہوئے ہیں ۔ اور انہیں بے نقاب کر کے حق گوئی کا فریضہ ادا کر رہے ہیں ۔ ماہنامہ "حق چار یارؓ" حضرت قاضی صاحب کے اسی مشن میں ترویج و فروغ کا ایک قابل قدر اضافہ ہے انہوں نے اہلسنت عوام کی ایک بڑی ضرورت کو پورا کیا ہے ۔ یوں تو اہلسنت کے ترجمان تو بہت سے کہلاتے ہیں مگر وہ اہلسنت کے نام کو استعمال کر کے کچھ اور ہی مقاصد حاصل کر رہے ہیں ۔ امید ہے "حق چار یارؓ" حضرت قاضی صاحب کے مشن اور مقاصد کے مطابق اہلسنت کی صحیح طرح راہنمائی کرے گا ۔ اور اہلِ سنت کو مفاد پرستوں سے بھی نجات دلائے گا ۔

زیر نظر شماروں میں حضرت قاضی صاحب کے فکر انگیز اداریوں کے علاوہ منظومات اور مضامین کے لحاظ سے اہلسنت کے مقاصد اور پروگرام کے صحیح آئینہ دار ہیں جن میں تفسیر قرآنی کے علاوہ صحابہ کرامؓ کے مقام اور منصب پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے منظومات میں بھی مدح صحابہؓ سب سے نمایاں ہے ۔ دعا ہے کہ ظلمت کے اس اندھیرے میں "حق چار یارؓ" کو اللہ تعالیٰ چار یاروں (رضی اللہ عنہم اجمعین) کا صحیح مدح سرا اور مقاصد کا آئینہ دار بنائے رکھے ۔ (آمین)

صحابہ کرامؓ اور پاکستان

مؤلفہ

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب

امیر تحریک خدام اہل سنت پاکستان

آئینہ وفا اس مختصر رسالہ صحابہ کرامؓ اور پاکستان میں کتاب و سنت کی روشنی میں ایک آئینہ وفا پیش کر دیا گیا ہے جس میں ہر پارٹی اور تمام لیڈر اپنا چہرہ دیکھ سکتے ہیں ۔

ایک طرف رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی فیضیافتہ جنتی جماعت صحابہ کرام ہے کہ رب العلمین نے قرآن حکیم میں ان سے راضی ہونے کا اور ان کے لیے جنت تیار رکھنے کا واضح اعلان فرما دیا ہے ۔

دوسری طرف وہ لوگ ہیں جو اس جنتی جماعت کیخلاف اپنا مشن جاری رکھے ہوئے ہیں ۔ ہم نہ مسلم لیگ کے حامی ہیں نہ ایم آر ڈی وغیرہ کے ۔ ہم سب کو اس آئینہ وفا میں دیکھنا چاہتے ۔ سیاسی لیڈر ہوں یا دانشورانِ قوم ۔ حزبِ اقتدار ہو یا حزبِ اختلاف ، علماء ہوں یا مشائخ اپنی زندگیوں کا جائزہ لے لیں ۔ کہ آیا وہ اپنی ذات اور پارٹی کا تحفظ کر رہے ہیں یا جنتی جماعتِ صحابہؓ کی قرآنی عظمتوں کا تحفظ بھی ان کی زندگی کے پروگراموں میں شامل ہے ۔ وما علینا الا البلاغ

اگرچہ بت ہیں جماعت کی آستینوں میں
ہمیں ہے حکم اذاں لا الہ الا اللہ

قیمت/ ۲ روپے